کچھ رنگ زندگی کے

از قلم بنتِ سید

مکمل ناول

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

کمرے کا دروازہ زور سے بند کرتی وہ سیدھی بیڈ تک آئی تھی۔

بیڈ پر نظر ڈالتے ہی اس کے چہرے پر ناگواری در آئی۔ پورے بیڈ پر کتابیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور ان کے درمیان میں بیٹھی سارہ ان سے مغزماری کرنے میں مصروف تھی مگر وہ اتنی مصروف نہیں تھی کہ زرعون کی کیفیت سے ناواقف ہو۔ بس جان بوجھ کے انجان بنی ہوئی تھی۔ آخرکار زرعون نے خود ہی تمام کتابیں سمیٹ کر ایک طرف کی اور بیڈ پر جگہ بنا کے بیٹھ گئی۔

"یار آخر میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟" زرعون کو خود ہی سارہ کو متوجہ کرنا پڑا۔

"پتہ نہیں میں اسائنمنٹ بنا بھی پاؤں گی یا نہیں"۔ زرعون کے لہجے میں بے بسی تھی۔ وہ مسلسل ایک ہفتے سے اسی طرح یہ جملے آکر سارہ کو سنا رہی تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"تو تم مس فریحہ سے بات کیوں نہیں کرتی؟" سارہ کا جواب بھی ایک ہفتے سے یہی تھا۔اس کے پاس بس ایک یہی آخری حل تھا۔

"مگر میں مس فریحہ کو کیا بتاؤں کہ پوری کلاس نے اسائنمنٹ بنالی ہے مگر مجھے ابھی تک بکس ہی نہیں مل رہی۔" زرغون اب رودینے کو تھی۔

جواب میں سارہ نے محض کندھے اچکانے پر اکتفا کیا تھا۔یہ معاملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔اس لیے وہ دوبارہ کتابوں میں مصروف ہوگئی تھی۔

"نجانے کیا مصیبت پڑی تھی جو میں یہاں آگئی۔"

زرغون جس انداز سے کمرے میں داخل ہوئی تھی اسی سے واپس چلی گئی۔ایسے موقعوں پہ اسے گھر کی یاد بھی خوب ستاتی تھی۔

خاص طور پر مرجان کی محبت اسے ہر دم واپس بلاتی رہتی تھی۔ مگر اپنے فیصلے سے پھر جانا اس کی شان کے خلاف تھا۔آخر وہ سنگلاخ پہاڑوں کی وادی کی شہزادی تھی۔ جہاں کے لوگوں کے ارادے انہی پہاڑوں کی طرح مظبوط اور وہاں کے دریاؤں کی طرح جوشیلے تھے۔ پھر اب چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جائے مگر وہ تعلیم مکمل کیے بنا واپس نہیں جاسکتی تھی۔ جب اسے اپنی ضد، بھوک ہڑتال اور آغاجی سے لڑائیاں یاد آتی تو محنت کرنے اور پڑھنے کا عزم نئے سرے سے اجاگر ہو

جاتا۔اس کے چہرے پر معصومیت، حسن اور نین نقش گواہی دیتے تھے کہ وہ اس شہر کی باسی نہیں بلکہ کسی وادی کی شہزادی تھی اور وادی اپنے حسین لوگوں کی طرح بے پناہ حسن رکھتی تھی۔

***

تیری خطا ہے میرے جیا

ان پہ بھروسہ کیوں تو نے کیا

وہ پیا آئے نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

نیلم آج سارہ کے کمرے میں نہ ہونے کا پورا فائدہ اٹھا رہی تھی اور راجے کے دیئے ہوئے موبائل پر گانے سن رہی تھی جو اس کے راجے نے اسے پورے پنڈ سے چھپ کے دیا تھا اور وہ بھی ولیہ کی طرح ہاسٹل کے انتظامیہ سے چھپ کر استعمال کر رہی تھی۔ مگر یہ سارہ وارڈن سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئی تھی۔جب تک کمرے میں موجود رہتی پڑھتی رہتی اور اس وقت تک کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا۔ مگر اس کے جاتے ہی زرغون، نیلم اور ولیہ خوب موج مناتی۔

"اوہ گاڈ! کیا کمال ٹوئسٹ لائی ہے رائٹر ناول میں۔"

ولیہ نے ایک ترنگ میں آ کر کہا۔ وہ جب بھی کہانی پڑھتی تو یونہی ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جاتی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اپنے ریمارکس بھی دیتی رہتی۔

یوں لگتا تھا جیسے ولیہ خود کو ناول کا حصہ بلکہ ناول کی ہیروئن سمجھ رہی ہو۔

"واہ!! سنجیدہ مزاج اور نک چڑھے سے ہیرو جیسے ہی ہیروئین سامنے آتی ہے اتنے خوش مزاج کیوں ہو جاتے ہیں؟" اب کی بار اس نے نیلم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"افففففف۔۔۔۔ تم اور تمہارا یہ فینٹیسی ورلڈ۔ حقیقت کی دنیا میں نا ایسا کچھ نہیں ہوتا سو پلیز رہنے ہی دو تم۔" نیلم کو یہ فرضی کہانیاں جھوٹ کا پلندہ لگتیں تھیں۔

"اچھا تو حقیقت کی دنیا میں ہیرو کیسا ہوتا ہے؟ بتائیں ذرا۔" ولیہ ڈائجسٹ بند کرتی اب مکمل طور پہ اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"انتہائی خشک مزاج ہی رہتا ہے" جواباً نیلم چڑ کر گویا ہوئی۔

"اچھاااا! اور جو آپ کے ہیرو نے موبائل دلوایا ہے وہ؟" زرغون اور ولیہ کو نیلم کی ناشکریوں پہ شدید تاؤ آتا تھا۔ جواد جتنا بھی خیال رکھتا اس کی شکوے کسی طور کم نا ہوتے تھے۔

"ہمممم۔۔۔خوش فہمیاں ہیں تم لوگوں کی۔اس نے موبائل اس لیے نہیں لے کر دیا کہ مجھ سے بات نا کرے تو ہجر کی لمبی راتیں نا کٹیں۔بلکہ اب وہ پڑھائی کے معاملے میں میری ٹھیک ٹھاک کلاس لیتا ہے۔تم لوگ لکھوا لو مجھ سے۔اس شخص کو نا بس میری ڈگری کی پڑی ہے۔یہ ڈگری خدانخواستہ نا ملی مجھے تو یہ شخص منگنی تک توڑ دے گا۔"نیلم نے ایک ایک فقرہ انتہائی کلس کے ادا کیا۔

"اچھا بس۔۔۔تم تو سدا کی ناشکری ہو اور ناشکری ہی رہو گی۔"ولیہ ڈائجسٹ کھول کر دوبارہ کہانی میں محو ہو گئی تھی ویسے بھی نیلم سے جواد کی شکائتیں سن سن کر اس کے کان پک گئے تھے۔

***

بظاہر تو یہ چاروں روم میٹس بالکل اپنی دنیا میں مگن رہتی تھیں۔ان کے مشاغل بلکہ ثقافت بھی جدا جدا تھی مگر پھر بھی ان کی دوستی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی اور دوسرے کمروں کی طرح ان کے کمرے سے جھگڑوں کی آوازیں نہیں آتی تھی۔

ولیہ مجید، مجید قریشی کی بیٹی، جن کا شمار بڑے بزنس مین میں ہوتا تھا کی اکلوتی اولاد تھی جسے اپنے والد کا چمکتا بزنس سنبھالنا تھا۔گھر کے تنے ہوئے ماحول سے تنگ آ کر کالج کے ہاسٹل شفٹ ہو گئی تھی

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

تا کہ وہ سکون سے اپنی تعلیم مکمل کر سکے اور گھر کے ماحول سے اور خاص طور پہ قریشی صاحب سے دوری اختیار کرنے کا بھی یہی واحد حل تھا۔

جبکہ سارہ بھی اپنی مامی کی چخ چخ سے تنگ آ کر ہاسٹل شفٹ ہو گئی تھی تا کہ سکون سے پڑھ سکے ورنہ انکی فراٹے بھرتی زبان اور طعنے ایسے دماغ میں نشتر چبھوتے کہ پھر پڑھائی میں دماغ لڑانا بلکل ہی ناممکن سا ہو جاتا۔لہذا دونوں گھر کے ہوتے ہوئے بھی کالج کے ہاسٹل میں رہنے پہ مجبور تھیں۔

نیلم کو اس روم کی جان تصور کیا جاتا تھا۔اس کا تعلق گاوں سے تھا۔ویسے تو اسکو تعلیم سے کوئی خاص شغف نہیں تھا مگر اس کو راجے کے لئے یہ سب کچھ کرنا تھا۔جواد عرف راجہ نیلم کے سپنوں کا راجہ اور منگیتر بھی تھا۔

راجہ خود ایم فل کر رہا تھا اور اسی وجہ سے نیلم کو بھی کتابوں کا بوجھ اٹھانا پڑھ رہا تھا۔بظاہر وہ اس سے خائف رہتی تھی مگر دل کی سرزمین پہ محبت کی جڑیں بھی انتہائی مضبوط تھیں۔

نیلم اور زرغون کی آپس میں زیادہ بنتی تھی کیونکہ دونوں کا غم ایک تھا۔

نیلم کو گاوں یاد آتا تو زر غون کو آزاد کشمیر۔ نیلم کو راجہ، اماں ابا اور بیسن کی روٹی، ساگ اور دیسی کھانے یاد آتے تو زر غون کو ماں جان، آغا جان، لالہ اور مر جان کے ساتھ گزارے لمحے ستاتے۔ بس وہ ایک دوسرے کو اپنے قصے سنا کے وقت گزارتی تھیں۔

جبکہ سارہ کو کتابیں پڑھنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔

اور وہ ہر وقت اپنے اسی مشغلے میں مصروف رہتی تھی جبکہ ولیہ بھی اکثر اس کے اس مشغلے میں اس کی ساتھی بن جاتی تھی۔

***

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com

"اللہ جی! بس ایک بار پاس کروا دیں میں آئندہ لازمی خوب ساری محنت کروں گی۔

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

پلیز پلیز------بس ایک بار"۔ آنکھوں کو زور سے بند کیئے ہوئے پنڈولم کی طرح ہلتی ہوئی نیلم مسلسل ایک ہی دعا کی گردان کیئے جا رہی تھی۔ اور باقی تینوں سے اب اپنی ہنسی پر قابو پانا بہت مشکل ہو گیا تھا۔

ان کا رزلٹ ڈسپلے ہونا تھا۔ جو کالج ایگزامز میں پاس ہو گا اس کا ہی اس سمسٹر کے فائنل کے لئے ایڈمیشن بھیجا جائے گا۔ ان ایگزامز میں فیل ہونے والے طالبات کے والدین کو بلوا کر خاصی بے عزتی کی جاتی اور یہی ڈر نیلم کا خون خشک کر رہا تھا جبکہ وہ تینوں بالکل مطمئن تھیں۔

یہ چاروں بی ایس اونرز کی سٹوڈنٹس تھیں اور ولیہ اور سارہ کے سبجیکٹ سیم تھے ایڈمنسٹریشن اینڈ بزنس جبکہ زرغون سائیکولوجی اور نیلم انگلش ڈیپارٹمنٹ میں تھی۔

"چلو یار اب رزلٹ لگ بھی گیا ہو گا۔" زرغون ان سب کو اٹھنے پہ آمادہ کرتی رزلٹ دیکھنے چلی گئی تھی۔ ایک گھنٹے کی تگ و دو کے بعد رزلٹ معلوم ہو ہی گیا تھا اور ہمیشہ کی طرح سے اس بار ان کا رخ کینٹین کی طرف تھا کیونکہ سارہ کے شاندار رزلٹ پہ ٹریٹ تو بنتی ہی تھی۔

"اوے ولی! یہ ذرا کیچپ تو پکڑائی------واہ سارہ نے تو کمال ہی کر دیا۔" نیلم نے ناز سے سارہ کو دیکھا جس نے کلاس میں سب سے زیادہ مارکس لیے تھے۔

"ویسے ٹریٹ تو تمہاری طرف سے بنتی تھی نیلو۔۔۔" ولیہ نے کیچپ کی بوتل پکڑاتے ہوئے کہا۔

"ایہہ! مگر وہ کیوں؟" نیلم نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیونکہ تم ایک نمبر سے پاس ہوئی ہو۔" جواب زرغون نے دیا تھا اور ساتھ تینوں کا مشترکہ قہقہہ فضا میں بلند ہوا تھا۔

سارہ، ولیہ اور زرغون کے تو بہت اچھے مارکس آئے تھے البتہ نیلم بس گزارے لائق ہی نمبر لے سکی تھی اور ایک سبجیکٹ میں صرف ایک نمبر سے پاس ہوئی تھی۔

اب ان تینوں کو اس کا تو اڑانے کا خوب موقع مل گیا تھا۔

***

"یار یہ سارہ کہاں گئی ہے؟" زرغون کو احساس ہوا کہ جب سے کالج سے ہاسٹل آئی ہے اس نے سارہ کو نہیں دیکھا تھا۔

ہاں یار کالج کی ٹائمنگ کب کی ختم ہو چکی پھر یہ سارہ کہاں رہ گئی آج۔۔۔؟" نیلم بھی حیران تھی۔

اور اب دونوں نے سوالیہ نظروں سے ولیہ کی طرف دیکھا جو اپنا ماسک اتارنے میں مصروف تھی۔

وہ دراصل اس کے سر میں بہت درد تھا اور آئی سائٹ بھی ویک ہو گئی ہے شاید تو وہ ڈاکٹر کے پاس گئ ہے۔" ولیہ نے تولیہ سے چہرہ خشک کرتے ہوئے کہا۔

ٹھاہ۔۔۔۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر تینوں نے دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں سارہ اپنے چہرے پر عینک کے اضافے کے ساتھ موجود تھی۔ اس کے بعد ان تینوں سے اپنی ہنسی پر قابو پانا بہت مشکل ہو گیا تھا جبکہ سارہ رو دینے کو تھی۔

"ہاں تو میڈم۔ آخر آپ کو آپ کا شوق لے ہی ڈوبا۔" نیلم کو سارہ کا ہر وقت کتابوں سے چمٹے رہنا ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا تبھی طنز کیے بنا نا رہ سکی تھی جبکہ ولیہ نے بھی نصیحت پکڑتے ہوئے ڈائجسٹ کی طرف بڑھتا ہاتھ یکدم واپس کھینچ لیا تھا۔

"تو میڈم آپ بھی جو ہر وقت موبائل پہ لگی رہتی ہیں نا تو اس کے نتائج بھی کچھ خاص اچھے نہیں ہونے۔" سارہ کو اپنے پسندیدہ مشغلے پہ اس کی فقرہ بازی کسی طور قبول نہیں تھی لہذا فوراً حساب بے باک کیا تھا۔

اور اب یہ سلسلہ کچھ دیر تک تو جاری رہنا ہی تھا۔

***

"یار زرغون میرا اسکرب نہیں مل رہا ہے۔" ولیہ نے ماسک اور کلینزنگ ملک کی بوتلیں بیگ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں یار یہی کہی ہو نگا۔" زرغون بھی بیگ میں کپڑے رکھنے میں مصروف تھی۔

"سارہ تمہیں کچھ پتہ ہے یار؟" "اب وہ درازوں میں بوتل ڈھونڈ رہی تھی۔

"پتہ نہیں مجھے بھی۔" سارہ وہ کتابیں بیگ میں رکھنے میں مصروف تھی جو اسے ساتھ لے کر جانی تھیں۔

"نیلم کہاں ہو تم؟" زرعون کو احساس ہوا کہ ابھی تک نیلم نے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔

"مجھے لگتا ہے کہ یہ لڑکی ہمیں وارڈن سے زلیل کروائے بغیر نہیں رہ سکتی۔" سارہ کو اچھی طرح یاد تھا کہ نیلم کی وجہ سے ہمیشہ زلیل ہونا پڑتا تھا۔ وہ کبھی وقت پر تیار نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ یہ بات تو ان تینوں کو ہی اچھی طرح معلوم تھی۔

"پچھلی دفعہ تو پرنسپل نے وارن کر دیا تھا کہ اب اتنی دیر سے آئے تو ہمیں چھوڑ کر چلی جائے گیں۔"

زرغون کو پرنسپل کی دھمکی ایک سال بعد بھی یاد تھی۔

"نو بجنے میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں کہی اس نیلم کی بچی کی وجہ سے پرنسپل ہمیں چھوڑ کر نہ چلی جائیں اور ساری کی ساری تیاری دھری رہ جائے۔" ولیہ کو اپنے چمکتے دمکتے حسن کی فکرستائی جس کے لئے وہ رات کافی دیر تک محنت کرتی رہی تھی۔

"ارے ڈونٹ وری یاروں۔ میں نے اپنا سارا سامان رات کو ہی پیک کر دیا تھا۔" نیلم نے چہکتی آواز کے ساتھ ان تینوں کو تسلی دی اور زرغون کو تو گویا نئی زندگی دی تھی۔

ان تینوں نے گہری نظر سے نیلم کا جائزہ لیا۔ کمر پر پھیلے گیلے لمبے بال جنہیں سلجھانے اور سکھانے کے لئے پندرہ منٹ بہت کم تھے۔ اور چہرہ لال تھا جیسے کسی چیز سے خوب رگڑا ہو۔

"اوہ یہ تمہارے پاس تھا میں کب سے ڈھونڈ رہی تھی۔"

ولیہ کی نظر جیسے ہی اس کے ہاتھ میں پکڑی بوتل پہ پڑی تو اسے اور طیش آگیا۔

"خواہ مخواہ اس کو ڈھونڈنے میں اتنا وقت ضائع کیا۔ اتنے میں میک اپ ہو جاتا میرا۔" ولیہ نے منہ بناتے ہوئے بوتل بیگ میں رکھی۔

"ہاں یار بہت کمال کی چیز ہے یہ۔ دیکھو میری رنگت کتنی دمک رہی ہے۔" نیلم نے ایک ادا سے کہا۔

"دمک تو نہیں رہی البتہ کوئلہ کی طرح دہک ضرور رہی ہے۔" ولیہ نے اس کے چہرے پر تازہ نمودار لال دھبوں کی طرف اشارہ کیا۔ بہت زیادہ رگڑنے کے باعث شاید الرجی سی ہو گئی تھی۔

"ہائے میں مر گئی۔" نیلم نے جیسے ہی آئینہ دیکھا صدمے سے چور آواز سنائی دی۔

"اوہووووو۔۔۔۔۔۔۔۔ڈونٹ وری۔ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا۔" ولیہ نے اسے تسلی دی مبادا افسوس میں وہ مزید وقت ناضائع کر دے۔

"آر یو شیور۔" نیلم بے یقینی سی دیکھائی دے رہی تھی۔

"ہاں ہاں۔۔۔۔۔لیکن پلیز جلدی کرو۔" ولیہ نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

ان تینوں کو ہی نیلم کی سست روی پر شدید تاؤ آ رہا تھا۔

******

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

https://www.facebook.com/Adab-K-Likhari-1493895740719572/

***

"اوہ چاچا کیوں اس عمر میں اتنی محنت کرتے ہو؟ اب تو تمہاری زمینیں بھی محنت کا صحیح حق ادا نہیں کرتی۔" یہ سجاول تھا گاؤں کا سب بدمعاش اور نکھٹو لڑکا اور نعیم حسین کے سگے بھائی کا بیٹا تھا۔

"تو اور کیا جو تو نے اتنا خرچہ کر کے اپنی بیٹی کو شہر پڑھنے کے لئے بھیجا ہے وہ دے گی نا کما کما کے۔"

سجاول کا دوست تاج اس سے بھی دو ہاتھ آگے تھا۔یہ دونوں نعیم حسین کی کمزوری جانتے تھے۔اس لئے کوئی موقع زچ کرنے کا نہ جانے دیتے۔

"ارے وہ تو چاچے کا بیٹا ہے بیٹا۔بڑا دکھ تھا چاچے کو کہ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔کوئی بڑھاپے کا سہارا نہیں۔اب قصور چاچے کا بھی نہیں ہے نا تاج آخر حق بنتا ہے اس کا بیٹی کی کمائی پر۔"

سجاول کے لہجے میں حقارت بھری ہوئی تھی۔اس کو وہ وقت نہیں بھولتا تھا جب چاچے نے اس کا رشتہ ٹھکرا کر خود راجے کے ساتھ رشتہ جوڑ دیا تھا۔

"ہاں تو تیرا ابھی تو سگا چاچا تھا نہ تو بن کے دکھاتا بیٹا۔آخر کو تیرے ماں باپ کی جگہ ہی خیال رکھتا رہا ہے تیرا۔تیرے ماں باپ تو تجھے آوارہ بنا کے چھوڑ گئے تھے اس کے سر پر۔"

گاوں میں صرف ایک معین ستار کی حمایت حاصل تھی نعیم حسین کو۔اس کا پرانا سچا یار اور اب تو جب سے راجے کا رشتہ نیلم سے طے ہوا تھا یہ رشتہ اور گہرا ہو گیا تھا۔

بہت پرانا ساتھ تھا ان کا اس لئے اس نے مطمئن ہو کر رشتے کا فیصلہ کیا تھا۔

"ارے چھوڑو میں نے تو بہت کہا کہ مجھے اپنا بیٹا بنا لو مگر چاچے کو بیٹی کی کمائی عزیز تھی اور اس نے رشتہ بھی اپنے جیسے انسان سے جوڑا۔ اگر مجھ سے کرتا تو میں کبھی پڑھنے کی اجازت نہ دیتا۔ سجاول نے وہی پرانا حربہ آزمایا تھا۔"

"کیوں راجے ڈھونڈی تو نے اپنے ساتھ اپنی منگ کے لئے بھی کوئی نوکری؟ مل کے کمائے گیں دونوں تو ہی گزارا ہو گا نہ۔ ورنہ تو کلا تو نہیں دو گھروں کا بوجھ اٹھا سکتا نہ۔"

سجاول کی توپوں کا رخ راجے کی طرف ہوا تھا جو کافی دیر سے مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا اور ضبط سے اس کا چہرہ

سرخ پڑ گیا تھا۔

"بس بہت ہو گیا۔" راجے کے ضبط کی انتہا ختم ہو گئی تھی۔

"چل چھوڑ پتر تو چھوڑ ہمیں کیا ضرورت ہے ان لوگوں کے منہ لگنے کی۔" نعیم حسین نے معاملہ کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بات سنبھالی۔

"واہ چاچا بڑا گرم خون ہے داماد کا۔ سمجھا کے رکھا کر زرا۔" تاج نے جلتی پر تیل ڈالتے ھوئے کہا۔

"چل تاجی ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" سجاول نے انکھ کے اشارے سے سمجھایا اور دونوں کے قدم چاندنی بیگم کے کوٹھے کی طرف اٹھ گئے۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

https://www.facebook.com/Adab-K-Likhari-1493895740719572/

"یہ تو نے کیا ضد لگائی ہوئی ہے؟ اب تو میں بھی نعیم کے سامنے شرمندہ ہو جاتا ہوں۔" معین صاحب شرمسار لہجے میں بولے۔

"کیوں ابا کیا ہوا؟" کتابوں میں سر کھپاتے راجے نے حیرانگی سے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ ہر ویک اینڈ پہ گاوں آتا تھا۔ پہلے پہل

وہ نیلم کو بھی ساتھ لاتا تھا مگر پھر گاوں والوں کی باتوں کی وجہ سے لانا چھوڑ دیا تھا۔

"او ویکھ پتر کی ملنا تجھے نیلم پتر کو پڑھا کر۔ ہیں؟ او ہم نے کوئی کمائیاں تھوڑا نہ کھانی اس کی۔" معین نے بیٹے کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"ابا ہم یہاں نہیں رہے گیں۔ یہاں اب رہ ہی کیا گیا ہے؟ اب تو زمینیں بھی کچھ نہیں دیتی۔ دن بدن آمدنی کم ہی ہوتی جا رہی ہے۔ ہم شہر جا کے رہے گیں اور ابا شہر میں عورت کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے۔" اس نے بہت مان سے باپ کی طرف دیکھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اووووو--- بڑا آیا شہر جانے والا پہلے نوکری تو ڈھونڈ لے شہر میں۔" معین ستار نے راجے کو آئینہ دکھایا تھا، جوابا وہ نظریں چرا گیا۔ اسے اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ شہر میں نوکری ڈھونڈنا آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ ہی شہر کی زندگی اتنی حسین ہے جتنا وہ سوچتا تھا۔ رشوت سفارش جیسی بہت سی چیزیں شہر میں ہر قدم پر موجود تھیں۔

***

"زرغون چلو سیلفی لیتے ہیں۔" ولیہ نے موبائل کا کیمرہ آن کرتے ہوئے کہا۔

"افففففف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تم کیا فضول کتابوں میں وقت برباد کر رہی ہو یہ دیکھو باہر کتنے حسین منظر ہیں۔" نیلم نے سارہ کو کہنی مار کے بس کی کھڑکی سے نظر آتے حسین منظر کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"اوہو! میں اتنی اچھی بک پڑھ رہی ہوں۔ پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو۔" سارہ کو نیلم کا ٹوکنا بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

بس کردو ولیہ، چلتی بس میں سیلفی بلر ہی آئے گی۔" زرغون نے چوتھی بار سیلفی لیتی ولیہ کو جنجھلا کے روکا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

کالج ٹرپ ایک ہفتے کے لئے مری جا رہا تھا اور وہ چاروں دوستیں کچھ حسین یادیں اکھٹی کرنے جا رہی تھیں۔یہی بے فکری کی عمر تھی اس کے بعد تو کون جانے کون کہاں ہو اور زندگی کیا رنگ دکھائے۔اور اس عمر میں تو لگتا ہے قسمت بھی بہت مہربان ہوتی ہے انجوائمنٹ کے نئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

***

اسلام و علیکم !"جواد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بہت مئودب انداز میں سلام کیا تھا۔

وعلیکم السلام۔آپ کا نام ؟"سامنے بیٹھے ہوئے شخص نے بھی بہت شائستگی سے پوچھا تھا۔جواد بھی دل ہی دل میں اسکی شخصیت سے متاثر ہو گیا تھا۔

"جی میرا نام جواد ہے۔جواد ستار۔"بظاہر ایسا نہیں لگتا کہ یہ بھی رشوت سفارش کی بات کرے گا۔پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا انسان لگتا ہے۔کاش یہاں بات بن جائے۔جواد نے اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے سوچا۔

"جی جواد آپ اپنی سی وی ساتھ لائے ہیں اور ڈوکیومینٹس وغیرہ۔"

"جی سر بالکل"جواد نے فائنل سے سی وی اور دوسرے کاغذات نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔

"جی جواد تو بات کچھ یوں ہے کہ فی الحال اس کمپنی میں کوئی ویکنسی نہیں ہے۔ یہاں پر نیو ایمپلائز کو ہائر کرنے کی اتھارٹی میرے پاس ہے تو یہ"۔۔۔۔۔۔

اس نے بات ادھوری چھوڑی اور یوں ظاہر کیا جیسے کوئی تجویز سوچ رہا ہو۔۔۔۔۔۔۔" ہممممم۔۔۔۔میں یہ کہہ رہا تھا کہ کوئی حل سوچ سکتا ہوں۔ مطلب کوئی ویکنسی وغیرہ نکال لیتا ہوں آپ کے لئے۔ مگر۔۔۔۔۔۔" جواد نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر ایک کمینی سی مسکراہٹ آگئی اس کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

"مگر میں آپ کے ساتھ یہ نیکی کیوں کروں آخر؟ ویسے ہی یہ سوال میرے ذہن میں آیا" کمینی سی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔

جواد کو ایسا لگا جیسے دیوار سے کسی نے خوبصورت سینری اتار دی ہو اور اس سینری کے پیچھے چھپی ساری بدنمائی ظاہر ہو گئی ہو۔ دیوار پر لگی کائیوں کی تہہ اس کے سامنے آگئی ہو۔

"اچھا تو آپ رشوت کی بات کر رہے ہیں۔" جواد نے بہت ضبط سے جواب دیا تھا۔

"ارے واہ بھئی! آپ تو بہت جلد ہی سمجھ گئے۔ مگر جسے آپ جیسے بیک ورڈ لوگ رشوت کا نام دے رہے ہیں وہ آج کل کی ڈکشنریوں میں احسان کا بدلہ احسان کے نام سے متعارف ہو چکی ہے۔"

اس کی آنکھوں میں چمکتی پیسوں کی ہوس صاف نظر آ رہی تھی۔

"مگر بات یہ ہے کہ مجھے اپنی قابلیت کی بناء پر نوکری چاہیئے جو کہ مجھے انشاءاللہ بہت جلد مل جائے گی۔نائس میٹنگ یو۔خداحافظ۔"اس کے لئے مزید وہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا اس لئے اس نے اجازت چاہی۔

"اچھا میں تو تمہیں کچھ سمجھدار ہی سمجھا تھا مگر لگتا ہے ابھی کچھ زیادہ ٹھوکریں کھائی نہیں تم نے۔ چلو ٹھیک ہے ابھی تم بھی کچھ آٹے دال کے بھاؤ معلوم کر لو۔"اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ سامنے میز پر رکھے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

جواد نے تاصف بھری نظر سے اسے دیکھا اور باہر نکل گیا۔

"آہ!آج کی پانچویں جاب۔ہر جگہ رشوت اور سفارش۔ شخصیت کتنی بارعب اور کردار ہو نہ ہو۔"

اس نے گردن جھٹکی اور کوشش کی کہ اس خیال کو بھی ذہن سے جھٹک دے مگر ناکام رہا۔بس آنے میں ایک منٹ باقی رہ گیا تھا۔

"کہی سے نہیں لگتا تھا کہ اسے پیسوں کی ضرورت ہو۔شاندار آفس برانڈڈ کپڑے پھر بھی رشوت کی ڈیمانڈ"

بس بس سٹاپ پہ آچکی تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"کیااس ملک میں ٹیلینٹ کی کوئی قدر نہیں۔ صرف پیسہ ہی سب سے اہم ہے؟ آپ کا قابل ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا آپ کا امیر ہونا سب سے ضروری ہے۔"

اپنی سوچوں میں گم وہ کب بس پر سوار ہوا کب سیٹ پر بیٹھا اسے پتا ہی نہ چلا۔

"جو لوگ ان کو اتھارٹی دیتے ہیں اور مڑ کر نہیں دیکھتے کہ جائز استعمال بھی ہوتا ہے اس اتھارٹی کا کہ نہیں، اصل مجرم تو وہ ہیں۔" اس نے اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا اور آنکھیں بند کر لیں۔

بس اپنی منزل پر رواں دواں تھی اور اس شخص کی بارعب شخصیت کی تصویر اس کی آنکھوں میں گھوم رہی تھی۔ جتنی رفتار سے بس کا پہیہ سڑک پر گھوم رہا تھا اسی رفتار سے اس کا دماغ گھوم رہا تھا۔

وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا بے چین ہوتا جا رہا تھا۔

"ایک دن میں پانچ انٹرویو اور پانچوں انٹرویوز میں ایک ہی بات۔" اسے لگا صرف اندھیرا ہو اور کوئی راستہ نہ ہو۔ اتنا بے بس اس نے خود کو زندگی میں کبھی بھی محسوس نہیں کیا تھا۔

اپنے تعلیمی کیرئر میں سب سے شاندار انسان جسے ہمیشہ سراہا گیا۔ اتنے اچھے گریڈز لینے والا مگر آج سب سے ناکام محسوس کر رہا تھا۔

"یا خدا اب تو ہی کوئی سبب بنا دے کوئی معجزہ ہی دکھا دے۔ ابھی بھی اس دنیا میں اچھے لوگ موجود ہونگے"

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

اور یہ وہی امید ہے جب انسان تھک ہار جاتا ہے، بے بسی کی انتہا پر ہوتا ہے تو خود کو دلاتا ہے کہ خدا موجود ہے کچھ اچھا کر دے گا اس نے بھی اپنے آپ کو دلائی تھی۔

لیکن اگر یہی امید جو انسان سب سے آخر میں خود کو دلاتا ہے سب سے شروع میں خود کو دلا دے تو پھر شاید اتنا ٹوٹ کے بکھرنے کی نوبت نہ آئے۔

ایک اور بس کا پہیہ بھی اسی طرح سڑک پر دوڑ رہا تھا مگر اس کے مسافر بہت خوش تھے۔بس منزل پر پہنچنے والی تھی۔مسافر نئی یادیں رقم کرنے کو تیار تو تھے مگر لمبے سفر سے تھک گئے تھے۔

اس لئے منظر بھی قدرے بدل چکا تھا۔

ولیہ نے تھک ہار کر تسلیم کر لیا تھا کہ چلتی بس میں سیلفی نہیں لے سکتی تبھی بیگ سے چپس کا پیکٹ نکال کر کھانا شروع ہو گئی تھی۔

سارہ کی آنکھیں بھی مسلسل کتاب پڑھنے کی وجہ سے تھک چکی تھی بلکہ عنقریب سونے ہی والی تھی۔

جبکہ نیلم اور زرغون کو باہر کے دوڑتے منظر سے نظر آنے والی گرینری (ہریالی) اپنے اپنے ماضی میں لے گئی تھی۔

نیلم کو اس کا گاوں جبکہ زرغون کو اس کا کشمیر یاد آگیا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنے قصے سنانے کے پسندیدہ مشغلے میں مصروف ہو گئی تھیں۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

***

"کیا بنا تیری نوکری کا؟ ملی پھر تجھے کوئی نوکری۔" معین نے بیٹے سے پوچھا جو اس کے سامنے چارپائی پر منہ لٹکا کے بیٹھا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات صاف کہانی سنا رہے تھے پھر بھی انہوں نے پوچھ لیا کہ اس کی دل کی بھڑاس نکل سکے۔

"سب پیسے مانگتے ہیں ابا۔ رشوت کے بغیر کوئی نوکری نہیں مل رہی۔"

" ہمممم! تو پھر اب تیری کیا مرضی ہے؟" معین صاحب نے اس کی مرضی جاننا چاہی۔

"میرا دل نہیں مانتا رشوت دینے کو۔ اور پھر زمینیں بیچ کے ہم نے شہر سیٹل ہونا ہے اب رشوت کے پیسے کدھر سے لاوں۔" وہ جیسے شہر جانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"تو شہر جانا بہت ضروری ہے کیا؟" معین صاحب نے ایک آخری کوشش کرنا چاہی جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بیٹا جو ٹھان لے وہ کر کے ہی رہے گا۔

"ہاں ابا شہر جانا بہت ضروری ہے۔ بہت زیادہ ضروری۔ روکھی سوکھی میں گزارہ کر لیں گیں مگر یہاں گاوں میں نہیں رہے گیں۔" وہ بھی ہنوز اپنی بات پر قائم تھا۔

"ایک عمر گزاری ہم نے یہاں۔ گھر بنایا، زمینیں بنائیں اور سود کھ سکھ کے ساتھی ہیں یہاں ہمارے۔ ٹھیک ہے بہت زیادہ نہیں مگر گزارا تو ہو جاتا ہے ہمارا یہاں کی آمدنی سے۔ اب اس بڑھاپے میں کیوں باپ کو شہر لے جا کر رولنا چاہتا ہے تو۔ نہ نوکری نہ گھر نہ جان نہ پہچان کسی سے۔"

خود کو بارہا سمجھانے کے باوجود ان کا دل گاوں چھوڑنے کو نہیں مان رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے ابا تم ہی نہیں چاہتے تبھی ایک کے بعد ایک روکاوٹ آجاتی ہے کام میں۔" جواد کے تیور بھی کچھ بگڑنے لگے تھے۔

"ٹھیک ہے بھئی تو کر لے اپنے شوق پورے۔ اپنی من مانیاں کر لے۔ رول دے باپ کے بڑھاپے کو شہر کی سڑکوں پر۔ بہت گزر گئی تے ہن تھوڑی جئی رہ گئی ہے پتر۔" وہ دونوں گھٹنوں پر زور ڈال کر اٹھتے ہوئے بولا۔

آخر جوان اولاد تھی، بڑھاپے کا آخری سہارا۔

اس عمر میں انسان اولاد کا محتاج ہو جاتا ہے تبھی بنا کے رکھنی پڑتی ہے۔ تبھی اپنے دل کو مارنا پڑتا ہے ان کی بات سننی پڑتی ہے۔

ماں باپ کی جوانی اولاد کی خواہشوں پر اپنی خواہشوں کو قربان کرتے گزر جاتی ہے۔ آخر اولاد سے محبت جو اتنی شدید ہوتی ہے اور بڑھاپہ وہ اولاد کے سامنے بے بس ہو کر گزارتا ہے۔ البتہ اب

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

وجہ محبت نہیں بلکہ خوف ہوتا ہے۔جب انسان والدین کے رتبہ پر پہنچتا ہے تو اس کی ذات صرف قربانی دینے کے لئے رہ جاتی ہے۔

***

سارے سفر کی تھکن اتارنے کے بعد سب نے کھانا کھایا اور اب وہ مری کے مال روڈ پر شاپنگ کر رہی تھیں۔

"یار دیکھو یہ پراندہ کتنا اچھا لگ رہا ہے نا۔۔۔"نیلم نے سب کو پراندے کی طرف متوجہ کیا۔

"ارے پگلی نیلو۔یہ پراندہ"۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے ہاتھ سے پراندے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس سے اچھا تو تمہیں تمہارے گاوں میں مل جائے گا۔یہاں آئی ہو تو کوئی ڈھنگ کی چیز لے لو جو تمہارے گاوں سے نہ ملے۔"ولیہ کو اس پر شدید تاو آیا۔

"سنو تم میں سے کسی کو یہاں کوئی بک سٹال نظر آرہا ہے؟"سارہ نے چاروں اطراف کا جائزہ لیا۔

"لو جی یک نہ شد دو شد۔جیسے کتابیں سب سے نایاب چیز ہو کسی اور جگہ سے تو ملنی ہی نہیں۔"ولیہ کا موڈ مزید آف ہوا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اچھابی بی پھر تم ہی بتادو کیا ہے ڈھنگ کی چیز۔" اب کی بار زرغون جل کر بولی۔ اسے ولیہ کا ہر بات میں اعتراض کرنا بلکل پسند نہیں تھا۔

"ایسا کرتے ہیں کہ سامنے جیولری شاپ پر چلتے ہیں۔" ولیہ کہتے ساتھ ہی شاپ کی طرف بڑھ گئی۔

چار و ناچار ان کو بھی پیچھے جانا پڑا۔

"ویسے میرا آئیڈیا اتنا برا بھی نہیں ہے۔ یہاں سے تم لوگ اپنے گھر والوں کے لئے گفٹس بھی تو لے سکتے ہو۔" ولیہ نے ان لوگوں کے اترے منہ دیکھ کر کہا۔

"ہمممم۔۔۔۔۔۔۔میں راجہ کے لئے جیولری خریدوں، ابا کے لئے یا چچا کے لئے؟" نیلم کا موڈ مزید خراب ہوا تھا۔

"اوہو نیلو تم اپنے لئے جیولری خریدو اور میں مرجان کے لئے کوئی گفٹ لے لیتی ہوں۔" زرغون ان کی لڑائیوں سے اکتاہٹ کا شکار ہونے لگی تھی۔

"ہاں تو اور کیا۔ بلکل ٹھیک کہا ہے زرغون نے تم خود کے لئے لے لو کوئی جیولری۔" ولیہ کو اتنی حمایت سے بھی بہت حوصلہ ہوا تھا۔

اور سارہ تم بھی اپنے لئے اور ماما کے لئے کچھ لے لو" ساتھ ہی اس نے سارہ کو بھی مشورہ دے دیا۔

جواباً سارہ نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

اس نے اپنی آنکھوں کی نمی چھپانے کے لئے ان تینوں کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔ سارہ کے پاس اس کی صرف ایک ماں ہی تھی۔ والد کی وفات جب سے ہوئی نائلہ بیگم (سارہ کی امی) کو ہر طرح کے بناؤ سنگھار سے نفرت ہو گئی تھی۔ نہ ہی انہیں میک اپ اچھا لگتا تھا اور نہ ہی جیولری۔ بلکہ وہ سارہ کو بھی ڈانٹ دیا کرتی تھیں تبھی سارہ نے بہت پہلے ہی ان چیزوں کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔

باپ کی وفات کے بعد اس کے چچا نے سارے تعلقات ختم کر دیے تھے اب نائلہ بیگم کو اپنے بھائی کا ہی آسرا تھا مگر ان کی بھابھی ان سے یہ آسرا بھی چھیننا چاہتی تھیں۔ ویسے تو بھائی خیال رکھنے کی کوشش کرتا تھا پھر بھی اکثر بیوی کی وجہ سے زیادتی کر جاتا تھا۔

نائلہ بیگم کی ایک ہی خواہش تھی کہ بیٹی کو اپنے پیروں پر کھڑا کر سکیں۔ کیونکہ بھائی ہی واحد رشتہ تھا اس لئے وہ پورا دن ان لوگوں کی خدمتوں میں لگی رہتی ہر جائز و ناجائز برداشت کر لیتی تھیں۔

سارہ کو بھی انہوں نے جان کے ہاسٹل بھجوا دیا تھا تاکہ وہ ڈسٹرب نہ ہو اور اس کی پڑھائی پر اثر نہ پڑے۔ انہوں نے اپنی اور سارہ کی زندگی سے تمام رنگ نکال پھینکے اور خود کو خدمتوں کے لئے وقف کر دیا جبکہ اس کو پڑھائی میں۔ اسلئے سارہ کو بھی ہر وقت کتابیں پڑھنے کی جیسے عادت پڑ گئی تھی۔

***

"بیٹا آخر تمہارا فیصلہ کیا ہے؟؟ سب حالات تمہارے سامنے ہیں۔ کچھ تو تم نے بھی سوچ رکھا ہو گا۔"
آج نعیم حسین خود جواد سے بات کرنے آئے تھے کیونکہ معین ستار کا خیال تھا کہ شاید ان کے سمجھانے پر ہی وہ اپنا فیصلہ بدل لے۔

"چچا کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا اللہ سب بہتر کرے گا۔" جواد نے انہیں تسلی دی تھی یا شاید خود کو۔

"میں تو ہر طرح سمجھا کے دیکھ چکا مگر کیا مجال ہے کہ اس کے کان پہ جوں بھی رینگتی ہو۔" معین ستار نے بے بسی سے کہا۔

"ابا آخر تمہیں اتنی پریشانی کیا ہے۔ تھوڑا صبر کر لو۔ کچھ نہ کچھ انتظام ہو ہی جائے گا۔" اس کے تیور پھر بگڑنے لگے تھے۔

"او کوئی نہیں پتہ کوئی نہیں۔ اپنا بیٹا بوت سمجھدار ہے یار او تو مینوں گل کرن دے۔" انہوں نے بات کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"راجے پتر سانوں تیرے فیصلے تے کوئی اعتراض نہیں پر گل نوں سمجھنے کی کوشش تے کر" نعیم حسین نے بہت پیار سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"جی چچا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اب کی باراس کالجہ بہت مودب تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"میں بس یہ کہہ رہاہوں کہ اتنی جلدی کیاہے۔ابا تو ہر وقت ایک ہی بات کرتا رہتاہے۔"اس نے خفگی سے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے شکائیتی لہجے میں کہا۔

"ویکھ پتر گل اے وے کہ دراصل ہن نیلم بیٹی کی پڑھائی بھی مکمل ہونے والی ہےاور گاوں والوں کی زبانیں بھی تیرے سامنے ہیں۔اسی چاہندے آکہ توچھیتی کوئی فیصلہ کر۔اک مہینہ دے وچ شہر رہن دابندوبست کر یا ایتھے گاوں داسنبھال۔اپنی زندگی نوں ایتھے دے ماحول وچ ڈھال۔"انہوں نے ساری بات صاف صاف کہہ دی تھی۔

"چاچاتم بھی یہی چاہتے ہو کے میں فورافیصلہ کرلوں۔مگر کیوں؟"اس نے حیرانگی سے دونوں کی طرف دیکھاجو اسے ذراسی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں تھے۔

"ویکھ پتر۔میں بس یہ چاہتاہوں کہ تواپناگھر سنبھالنے کی تیاری کر۔میری بیٹی اپنے گھر کی ہوتا کہ گاوں والوں کی زبانیں بند ہوں۔"ان کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ اسے مزید مہلت دینے کو تیار نہیں۔

"توبیٹھ کر چنگی طرح سوچ۔"انہوں نے اسکے کندھے تھپکےاور معین ستار کے ساتھ کھیتوں کی طرف چلے گئے۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

اب پیچھے صرف جوادرہ گیا تھااور اس کی پریشانیاں۔

"ہائے کاش مجھے نوکری ہی مل جاتی تو یہ سیاپا ہی مک جاتا۔اس گاوں میں زلیل ہورہے ہیں مگراباکو دکھ سکھ کے ساتھی نظر آتے ہیں۔ان کو لگتا ہے کہ شادی کے بعد سب کی زبانیں بند ہو جائے گی لیکن انھیں نہیں پتہ کہ جب تک ادھر رہے گیں باتیں سنتے ہی رہے گیں اور پھر نیلم سے وعدہ کیا تھا کہ شہر شفٹ ہو جائے گیں۔

نیلم کتنا خوش ہوگی مری جاکے۔مری کی سیر کی تو دیوانی ہے۔"

اس کا خیال آتے ہی خودبخود ساری پریشانیاں ذہن سے نکل گئی تھیں آنکھوں کے سامنے اس کی ہنستی مسکراتی تصویر جیسے ٹھہر گئی تھی۔اس کی خوشی محسوس کرکے اس کے اپنے ہونٹ بھی جیسے مسکرانے لگے تھے۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com

****

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"سارہ دیکھو کتنا خوبصورت بریسلیٹ ہے۔اچھا ہے نہ۔"ولیہ نے اپنا بازو سارہ کے سامنے لہراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بہت خوبصورت ہے ماشاءاللہ۔تمہاری کلائی میں بچ بھی خوب رہا ہے۔"سارہ نے خوش دلی سے تعریف کی۔

"سارہ تم نے کچھ بھی نہیں لیا؟" نیلم نے سارہ کے خالی ہاتھ دیکھ کر پوچھا تھا۔ کیونکہ وہ تینوں ہی کچھ نہ کچھ پسند کر چکی تھیں اور کاونٹر پر بل ادا کرنے جا رہی تھیں۔

"ہممممم۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تم لوگوں کو پتہ ہے کہ مجھے ان سب چیزوں کا بلکل شوق نہیں ہے۔"

سارہ نے سب سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

وہ ابھی تک کنفیوز تھی کہ ماں کی روک ٹوک کی وجہ پڑھائی تھی یا ماضی کی جڑی کوئی یاد۔ اسلئے وہ ابھی تک کچھ لینے سے ڈرتی تھی کہ کہی ماں کا کوئی زخم نہ ہرا ہو جائے۔ جب وہ چند ماہ کی تھی تو باپ کی ایک ایکسیڈینٹ میں ڈیتھ ہو گئی۔ اس نے تو اپنے باپ کو صرف تصویروں میں ہی دیکھا تھا۔ جب سے ہوش سنبھالا مامی سے یہی سنتی آئی تھی کہ تم دونوں ماں بیٹی ہم پہ بوجھ ہو۔ اس نے ساری زندگی ماں کو بوجھ کا قرض سود سمیت اتارتے دیکھا تھا مگر قرض اترنے کا نام نہ لیتا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

"میں فیصلہ کر چکا ہوں ابا۔ زمینیں بیچو اور شہر چلنے کی تیاری کرو۔" اس نے دوٹوک الفاظ میں فیصلہ سنایا۔

"اوووو پر کھائیں گیں کدھر سے؟ نوکری مل گئی؟" ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"ہاں مل گئی ایک کمپنی میں۔ ابھی چھوٹی جاب ہے۔ پندرہ ہزار تنخواہ۔ مگر زیادہ تنخواہ والی بھی مل جائے گی۔" اس کے لہجے میں آس تھی۔

"ہونہہ! پندرہ ہزار بس۔ کیا فائدہ ہوا تیری اتنی مہنگی پڑھائی کا۔ تجھ سے زیادہ ہم ان پڑھ کسان کما لیتے ہیں۔ جن کو تو کہتا ہے ابا زمینیں کچھ نہیں دیتی تیری کمائی سے زیادہ مل جاتا ہے۔ انھی نے تجھے پال پوس کر بڑا کیا۔ پڑھایا لکھایا۔ اوئے ابھی بھی وقت ہے عقل نوں ہتھ مار۔۔۔۔۔"

"ابا ان کو بیچ کر شہر میں گھر لوں گا چھوٹا سا۔ باقی پیسوں سے شادی کے خرچے پورے کریں گیں۔ اور پندرہ ہزار میں بھوکے نہیں مرتے ہم۔ تھوڑا کھا لیں گیں۔ اور پھر زیادہ تنخواہ والی نوکری بھی مل جائے گی۔ تیاری پکڑو۔" وہ ہر بات کو نظر انداز کرتا اپنا فیصلہ سنا کر باہر چلا گیا۔

پیچھے وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

***

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"یار میں یہ سوچ رہی تھی ہائے کاش کوئی امیر کبیر لڑکا آجائے زندگی میں۔ جو مجھے بھی سنبھالے اور ابا کے بزنس کو بھی۔ قسم سے جان ہی چھوٹ جائے ان پڑھائیوں سے۔ جان کا عذاب۔" ولیہ دکھی لہجے میں بولی۔

"ارے ولیہ یہ دیکھو ایف بی پر کیا پوسٹ ڈالی ہے کسی نے۔ لکھا ہے اگر آپ کی شادی نہیں ہو رہی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آپ کو دعاوں میں مانگ رہا ہے۔" نیلم نے اپنے موبائل سے پوسٹ پڑھتے ہوئے زرغون کو آنکھ ماری۔

سارہ اور زرغون نے اسکی شرارت سمجھتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کی۔

"ہائے! کون ہے یہ ڈیش انسان جو دعاوں میں مانگ رہا ہے۔ میرے سامنے آ کے مانگ لے۔" ولیہ اور تپ گئی تھی۔

"ڈیش نہیں ڈیشنگ ہو گا انشاءاللہ" سارہ نے دل سے دعا دی۔

"ولی اگر کوئی سچ میں سامنے آگیا تو تم واقعی شادی کر لو گی؟" زرغون نے معصومیت سے پوچھا۔

"دیکھوں گی اگر قابل ہوا کسی تو شادی بھی کر لوں گی۔" اس نے ایک ادا سے کہا۔

"اگر نہ ہوا تو۔۔۔؟" نیلم پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اگر نہ ہوا تو اس کے سامنے والے دانت توڑ دوں گی۔ خود ہی روتا ہوا گھر جائے گا اور دعائیں بھی نہیں مانگے گا۔" ولیہ نے ہاتھ کا مکا ہوا میں لہرایا۔

"اور اگر اس نے بددعائیں کیں کہ اتنی خطرناک لڑاکا لڑکی کی شادی کسی سے بھی نہ ہو تو پھر۔۔۔۔" زرغون نے سچویشن کو اور مزیدار بنانے کی کوشش کی۔

"ہائے یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔۔۔"

ولیہ کے چہرے پر پھیلتی مصنوعی پریشانی اور سنجیدگی دیکھ کر سب نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا تھا۔

دوستوں کے ساتھ ہنسی مذاق ایک طرف تھا مگر وہ حقیقتا کبھی بھی شادی نا کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی۔

بعض اوقات ماضی سے جڑی تلخ یادیں انسان کو ہمیشہ کے لیے ہر کسی سے بے اعتبار کر جاتیں ہیں۔

اور ایسا ہی کچھ ولیہ کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

***

آج صبح سے وہ لڑکی اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ پتہ نہیں کون تھی کہاں سے آئی تھی؟ مگر جب سے آئی تھی اس کا چین ساتھ ہی لے گئی تھی۔ ڈاکٹر شرجیل اپنے والدین کا اکلوتا چشم و چراغ۔ انکی بے پناہ دولت کا اکلوتا وارث، شاندار پرسنیلیٹی کا مالک جو

دوسروں کی طرف ایک نگاہ ڈالنا بھی اپنی توہین سمجھتا تھا۔اپنے آگے پیچھے منڈلانے والی لڑکیوں کو اتنی حقارت اور تکبر سے دیکھتا تھا کہ اس سے بڑا گناہ اس کے نزدیک کوئی نہیں تھا۔ایک کامیاب ہارٹ سرجن اپنا دل اس بری طرح ہار بیٹھا تھا اس کو یقین آنا مشکل تھا۔

ساتھ ساتھ اسے خود پہ بھی غصہ آرہا تھا کہ جو حرکت اسے گناہ کی طرح معیوب لگتی تھی وہ خود کر بیٹھا تھا۔پہلے اس نے خود کو سمجھانے کی کوشش کی مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تو خود کو تسلی دے دی کہ چلو وہ لڑکیاں تو میرے اسٹیٹس پر مرتی ہیں جبکہ میں تو سچی محبت کرتا ہوں۔

جب میرے جذبے خالص ہیں تو مجھے شرمندہ نہیں ہونا چاہیئے۔

ویسے تو شرجیل بائے پروفیشن ڈاکٹر تھا لیکن وہ اپنا خاندانی کاروبار بھی خود ہی سنبھال رہا تھا۔شرجیل کے والد امین کمال صاحب ایک مشہور ہاٹل "فوڈ لورز" کے مالک تھے۔ابھی بھی وہ مری کے مال روڈ پر موجود برانچ کے کچھ مینیجیریل ایشوز کے سلسلے میں آیا تھا۔

ویسے تو وہ اپنے فیملی بزنس سے اتنا کما لیتا تھا کہ ڈاکٹر کے پیشے سے منسلک رہنے کی اسے ضرورت نہیں تھی مگر یہ اس کا پیشن تھا۔اور پھر اکلوتا ہونے کے باعث اسے اپنے والد کا کاروبار بھی خود سنبھالنا پڑتا تھا۔

آدھا دن اپنے پیشن کو pursue

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

کرنا اور باقی وقت بزنس کو لک آفٹر کرنا غرض

اس مصروف زندگی میں محبت جیسی خرافات کے لئے کوئی وقت نہ تھا۔اور پھر آگے پیچھے منڈلاتی لڑکیاں۔ان کی محبت اسے دکھاوا لگتی۔اسلئے وہ سب کو یہی کہتا تھا کہ محبت جیسی کسی چیز پر اس کو کوئی یقین نہیں ہے۔

مگر اب جب یہ محبت اس کے سامنے اپنا آپ منوانے کیلیۓ آگئی تھی تو اس کی انا اور دل کے درمیان ایک جنگ چھڑ گئی تھی۔

اپنے ہوٹل سے نکل کے اپنی شاندار گاڑی کو ان لاک کرتا دروازہ کھول کے گاڑی میں بیٹھنے ہی والا تھا کہ اسے وہ نظر آئی۔اس کے ہوٹل سے باہر نکلتی سیدھی وہ اس کے دل میں اتری تھی۔گاڑی کے کھلے ہوئے دروازے پر ہاتھ رکھے وہ تو جیسے آگے بڑھنا ہی بھول گیا تھا یا شاید پلکیں جھپکنا بھی یا شاید سانس لینا بھی۔

زرغون وہ دیکھو لڑکا تمہیں کیسے گھور رہا ہے"۔پاس سے گزرتے ہوئے اس کی ایک دوست نے اسکی توجہ شرجیل کی طرف کروانا چاہی مگر اس نے ایک نظر بھی ڈالنا گوارہ نہیں کی۔چہرے پر ناگواری کے تاثرات لئے پاس سے گزرتی چلی گئی گویا وہ انا کے معاملے میں شرجیل کی بھی استاد تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

****

زرغون وہ دیکھو لڑکا تمہیں کیسے گھور رہا ہے۔" ولیہ نے زرغون کی توجہ ہونق بن کے کھڑے لڑکے کی طرف مبذول کروائی جو مسلسل اسے گھور رہا تھا۔

"مجھے پتہ ہے ولیہ۔اور پلیز تمہیں اس کی طرف دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔سیدھی چلو بس۔" اس نے آہستہ آواز میں ولیہ کو کہا اور سیدھا دیکھتی آگے چلتی رہی۔اسے ولیہ پر بھی شدید غصہ تھا جس نے اونچا بول کر اگنور کرنے کی کوشش کو خاک میں ملانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

"اوہ! کم آن یار ایک بار دیکھ تو لیتی کتنا ہینڈسم تھا۔اگر میں ہوتی نہ تمہاری جگہ تو فوراً ریسپانس دیتی اور امیر کتنا تھا۔تم تو بے وقوف ہو۔" ولیہ نے بظاہر افسوس سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا البتہ آنکھوں سے شرارت ٹپک رہی تھی۔

"تو بی بی مجھے بے وقوف ہی رہنے دو۔" زرغون نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر تیز تیز چلتی ان سے آگے نکل گئی۔

"ارے اس کو اتنا غصہ کیوں چڑھا۔" ولیہ نے حیرت سے اس کو جاتے دیکھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"تو تم بھی نہ ولیہ۔ دیکھ لیا کرو ذرا۔ اگر بندہ چڑ رہا ہو کسی بات سے تو اس بات کا پیچھا چھوڑ دیا کرو۔" نیلم نے ولیہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔

***

شرجیل ایوبیہ میں اپنے کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا مگر ان کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ "یہ کونسا حسین اتفاق ہے۔ کیا قسمت بھی یہی چاہتی ہے۔ چلو پھر ٹھیک ہے یونہی سہی"۔۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے اپنے سیکرٹری کی توجہ اس لڑکی کی طرف مبذول کروائی۔

"اس لڑکی کو دیکھ رہے ہو۔ مجھے اس کا سارا بائیوڈیٹا آج شام تک چاہیئے۔ اور ہاں یہ میٹنگ بھی کینسل کر دو۔" حکم صادر کرتا وہ ان لوگوں کے پیچھے گیا تھا۔ اس کا ارادہ اب حقیقتاً انکو فالو کرنے کا تھا۔ جبکہ سیکریٹری حکم کی تعمیل کی کوشش شروع کر چکا تھا

"ارے یہ تو واقعی ہمارے پیچھے آنا شروع ہو گیا ہے۔" تھوڑی دیر بعد نیلم کی گھبرائی ہوئی آواز پر سب نے مڑ کر دیکھا۔ وہ ان لوگوں کی طرف ہی آتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"میرا خیال ہے کہ ہمیں فوراً سے باقی گروپس کے پاس چلے جانا چاہیے۔اول تو اتنے کراوڈ میں ایسی ویسی کوئی حرکت کرے گا نہیں اور اگر کی تو اپنی حالت کا خود زمہ دار ہو گا۔" سارہ کی تجویز سب کو پسند آئی تھی تبھی جلدی جلدی گروپس کی طرف جانے لگی۔

"آخر میں نے انکو کھا تو نہیں

جانا تھا افففف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

واٹ دا ہیل۔"

کیا تھا جو میری دو منٹ کے لئے بات ہی سن لیتی" جب سے وہ وہاں سے واپس آیا تھا رہ رہ کے یہ بات اسے غصہ دلا رہی تھی۔

اسے ان کا کراءوڈ میں جانا بہت برا لگا تھا۔لاکھ کوششوں کے باوجود وہ ان سے بات نہیں کر سکا تھا۔ اتنی خواری کے باوجود کچھ حاصل نہیں ہوا تھا اور میٹنگ بھی کینسل ہو گئ تھی۔اب بابا کی کال آئے گی تو کیا بہانہ بناو گا۔" اسکے فون کی رنگ ٹون نے اس کو سوچوں کے محور سے باہر نکالا۔

"افففف۔۔۔یقیناً بابا کی کال ہو گی۔اب کیا بہانہ بناو۔" موبائل کی سکرین پر سیکریٹری کا نمبر دیکھ کر اس کی کچھ جان میں جان آئی تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"ہیلو۔اچھا. آریو شیور۔اوکے ڈیٹس گریٹ۔اوکے۔ بائے۔"فون کال کاٹتے ہوئے اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ آ ٹھہری تھی۔

***

"ہیلو جواد کیسے ہو ؟اور ہمارے ہٹلرز کا کیا حال ہے ؟ نیلم نے شرارتی لہجے میں پوچھا۔

"ہممم۔۔۔خود تو تم وہاں مزے کر رہی ہو اور مجھے یہاں پھنسایا ہوا ہے۔دونوں نے مل کے میری جان کھالی ہے جواد نے لہجے میں اکتاہٹ ظاہر کی۔

"کیا مطلب۔۔۔۔اچھا تو مشن اسٹل امپاسبل ہے۔۔ٹھیک ہے جواد ایک چھوٹا سا کام بھی نہ ہو سکا تم سے ہونہہ۔۔۔۔دیکھ لیے تمہارے دعوے۔"نیلم کی ناراض سی آواز موبائل کے اسپیکر پر ابھری۔۔

"اچھا اچھا بس اب خفا ہونے کی ضرورت نہیں ہے زیادہ۔کر دیا ہے تمہارا چھوٹا سا کام۔"اسے خفا ہوتے دیکھ کر اس نے فوراً ہار مان لی تھی۔ایک تو وہ اسکی ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتا تھا دوسرا وہ خفا ہو جائے تو آسانی سے مانتی بھی نہیں تھی۔

"اچھا تو مجھے ستانا بہت ضروری ہوتا ہے۔۔"لہجے میں ناراضگی ابھی بھی جھلک رہی۔

"اچھانہ سوری میں مذاق کر رہا تھا۔ چلو بتاو واپسی کب کی ہے؟"۔ جواد نے ٹاپک چینج کرنے کی کوشش کی۔

"اوہ یس۔ یہی بتانے کے لئے فون کیا تھا کے آج شام نکلنا ہے۔ اچھا چلو اب فون بند کرو مجھے پیکنگ کرنی ہے۔ بائے"

ہممم بائے۔" اف شکر اسکا موڈ تو ٹھیک ہوا۔" جواد نے شکرادا کیا۔

***

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اچھا تو آج شام تک یہ ٹرپ واپس چلا جائے گا۔ ہمم۔۔۔۔اور یہ گرلز ہاسٹل میں رہتی ہیں"

شرجیل نے سیکریڑی کی دی ہوئی معلومات کو دوہرایا۔

"جی سر مجھے بس یہی انفارمیشن ملی ہے۔ باقی اس لڑکی کی پرسنل ڈیٹیل زیادہ نہیں مل سکی۔"

"ٹھیک ہے اب تم جاو اور باقی میں خود ہی سنبھال لوں گا۔ اور ہاں آج کی سیٹس بھی بک کروادو۔"

"سر آج کی؟" اس نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ہمم۔کیوں آج کوئی مسئلہ ہے کیا؟"شرجیل نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"نہیں سر وہ تو میں بس میٹنگ کا۔۔۔۔"

"مجھے پتہ ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔آپ کو جتنا کہا ہے بس وہ ہی کریں۔یو مے گو ناؤ۔"اب کی بار وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"ہیلو جی بابا۔جی میں آپ کو آکر ساری ڈیٹیلز دیتا ہوں۔جی میں ابھی اسلام آباد کے لئے نکل رہا ہوں ہاں جی میں آج شام کی فلائٹ سے واپس آرہا ہوں۔نہیں نہیں کوئی ایمرجنسی نہیں ہے آپ بلکل پریشان مت ہوں۔جی میری طبیعت بھی ٹھیک ہے۔آکر بات کرتا ہوں۔اوکے حافظ۔۔۔۔۔خدا

ابھی تو اس مسئلے کا بھی کوئی حل ڈھونڈنا پڑے گا۔کچھ تو بہانہ بنانا پڑے گا۔اتنے آرام سے تو جان نہیں چھوڑتے وہ میری۔۔۔۔۔۔شرجیل سر پکڑ کر بیٹھا مسلسل خود کلامی میں مصروف تھا۔

اوہ۔۔پہلے کیوں نہیں سوچا میں نے۔۔سب سے بیسٹ رہے گا۔اب اسکے چہرے پر سکون تھا۔

اسے اپنے مسئلے کا آخر کار حل سمجھ آہی گیا تھا۔

***

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اُفف تھینک گاڈ۔ ہم واپس جارہے ہیں۔ مجھے تو بہت یار آرہی تھی امی کی اور تمہیں پتہ بہت بور بھی ہوگئی تھی میں۔اس بک کو دوبار تو پڑھ چکی ہوں۔"۔سارہ کو واپس جانے کی سب سے زیادہ خوشی تھی۔

"اخ۔دوبار سارہ۔۔۔" ولیہ نے سارہ زور دو پر ڈالا تھا۔

"ویسے اگر تم اس بک کو دوبارہ نہ پڑھتی تو آج بور نہ ہورہی ہوتی۔" نیلم کو اسکی بک ریڈنگ کی عادت سے سخت چڑ تھی۔ تبھی کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھی۔

"اُفف میں بھی شکر ادا کررہی ہوں کہ ہم واپس جارہے ہیں۔اس چیپ انسان سے بھی جان چھوٹی۔ ہمیں فالو ہی کرنے لگ گیا تھا۔اسٹوپڈ۔" زرغون نے بھی شکر کا کلمہ پڑھا۔

"خیر چیپ انسان تو نہیں تھا۔حال حلیے سے تو کچھ ایکسپینسو ہی لگ رہا تھا اور جتنا وہ دیوانہ تھا مجھے تو جان مشکل ہی چھوٹتی نظر آرہی ہے۔کیا پتہ وہ فالو کرتے ہوئے وہاں بھی۔۔۔۔۔۔"

"اُفف خدا کا واسطہ ہے ولیہ چپ ہوجاؤ۔" زرغون کا سکون غارت ہونے میں چند سیکنڈ لگے تھے ۔اب وہ بلکل بھی خوش اور مطمئن نظر نہیں آرہی تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

***

"ادھر رکھ دو سامان سارا۔" ایک ہفتے سے جواد گھر کی سیٹنگ میں لگا ہوا تھا۔اس کی کوشش تھی کے نیلم کے مری سے آنے سے پہلے وہ سب سیٹنگ کر لیں۔

ہیلو۔اسلام و علیکم ابا۔ہاں جی ساری سیٹنگ ہو گئی۔ تم لوگ بس شام تک پہنچ جاو۔ارے ابا کہا تو تھا تمہیں کہ سارا نیا سامان ڈلوایا ہے گھر میں وہاں سے کچھ مت لانا۔

ابا ہر بات میں بحث۔افف دیکھ ابا یہاں سب ہے وہاں سے کچھ بھی لانے کی ضرورت نہیں ہے۔تو اب اگر سامان سے بھی یادیں جڑی ہیں تو میں اس گھر میں کباڑ نہیں بھر سکتا۔اوہ اچھا ٹھیک ہے نا۔ نہیں بیچنا تو مت بیچ۔

ویسے بھی بہت تھک گیا ہوں مزید سر نہیں کھپا سکتا۔تو اس سامان کو نیلم کے گھر رکھ، گھر کرایہ دار کے حوالے کر اور شہر آ جا۔ چل ٹھیک ہے میں بس اڈے پر لینے پہنچ جاوں گا تجھے۔اللہ حافظ۔"

جواد نے فل آف موڈ کے۔ساتھ فون بند کیا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

افف ابا بھی نہ کوئی بات میری سمجھتا ہی نہیں۔ہر بات پر جھگڑا ہر بات پر بحث۔ہر رنگ میں بھنگ ملانا اور بس۔اونہہ۔۔۔۔"جواد نے غصہ میں گردن جھٹکی۔

ماں باپ اولاد کے لئے کتنے دکھ برداشت کرتے ہیں۔ان کے سکھ کے لئے خوشی کے لئے کتنے جتن کرتے ہیں اور ایک میرا باپ ہے پہلے گاوں سے شہر آنے کو تیار نہیں تھا۔اب سامان وہاں چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔گھر نہیں بیچنے دیا اگر بیچ دیتا تو اس سے اچھا گھر بھی لے سکتا تھا۔شکر ہے کرائے پر دینے کو مان گیا جب تک اچھی نوکری نہیں ملتی گھر کا خرچہ تو چلتا رہے گا۔بھلا بیٹے کی خوشی سے زیادہ ضروری ہے مرے ہوئے لوگوں کی بوسیدہ یادیں۔کہہ رہا تھا کہ اچھی لکڑی سے بنا ہوا فرنیچر ہے۔اونہوں۔۔۔ہر انسان کو اپنی لائی ہوئی چیز قیمتی ہی لگتی ہے۔نیلم تو رنگ برنگے پلنگ اور پینڈؤں والا سامان دیکھ کر میری جان کو ہی آجاتی۔اور میرے یونیورسٹی کے دوست میرا کتنا مذاق اڑاتے۔پر ابا کو میری عزت کا کوئی خیال ہی نہیں ہے۔"جواد مسلسل خود کلامی میں مصروف تھا اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا وہ جب بھی ابا سے کسی موضوع پر بات کرتا تو اہستہ آہستہ معاملہ یونہی گرم ہو جاتا تھا۔بات بحث میں بدل جاتی اور پھر وہ یونہی ہر بات کو دہرا دہرا کر کڑتا رہتا جبکہ معین صاحب نعیم حسین کی طرف جا کر اپنا دل ہلکا کرتے۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

****

"اوہ آگیا یار تو۔ ویسے جس طرح آرہا ہے صاف لگ رہا ہے کہ اپنے بیٹے سے جھگڑ کر آرہا ہے۔ ہزار بار سمجھایا ہے کہ جوان خون گرم ہوتا ہے مت الجھا کر۔" نعیم حسین اس سب کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ ان کا چہرہ دیکھتے ہی سمجھ گئے تھے۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔جوان خون سے مت الجھا کر۔ تو بھی یوں ہی کہہ دیا کر مجھے۔ اوہ دشمن نہیں ہوں۔ باپ ہوں اس کا۔ نہیں برداشت ہوتا مجھ سے اس کا نقصان۔ بولنا پڑھتا ہے نہیں دیکھا جاتا۔" فی الحال وہ مزید تپ گئے تھے۔ پر یہ بھی ہمیشہ ہوتا ہے وہ اگر ذرا بھی سائیڈ لیں تو ستار صاحب اور تپ جاتے۔

"اوہ یار میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ کچھ لوگوں کو ٹھوکر کھا کر ہی سمجھ آتی ہے چل چھڈ اے دس کہ ہن کی کہانی بنی؟" انہوں نے ہڑ بڑا کر بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"واہ نعیم واہ۔ اوہ انج کیویں ٹھوکر کھانے دو میں اپنے پتر کو۔ اکلوتا پتر میرا۔ بن ماں کے پلا ہے۔ اوہ ماں باپ دونوں بن کے پالا۔ کتنی تکلیفیں اٹھائی۔ تجھے تو پتہ ہے سب۔ وہ تو جس رات اس دنیا میں

آیا تھا اسی رات ماں چلی گئی اسکی۔ایک پل بھی ماں کی ممتا نصیب نہ ہوئی اسے اور اس بدنصیب کو بھی تو اپنے بچے کی ایک جھلک تک دیکھنے کی مہلت نہ ملی۔پوری رات جاگتا تھا اس کے ساتھ۔ ماں بھی بنا اس کی باپ بھی بنا۔دوجاویاں بھی نہیں کیا کہ پتہ نہیں دوسری ماں بن کے پالے بھی یا سوتیلی ہی بنی رہے۔اور پھر اللہ بخشے بھرجائی (نیلم کی ماں) کو کیسے اس نے برے وقت میں ہمارا ساتھ دیا۔وہ سنبھالتی تھی تو میں کھیتوں میں جا کر جان مارتا۔اس کو کمی نہ آنے دی۔ گھر بنایا جائیدادیں زمینیں سب کیا اس کے لیے کہ اس کو کوئی تنگی نہ آئے۔ہڈیاں گلا دی اپنی جوانی ساڑدی وہ آج مجھے کہتا ہے ابا تمہیں سمجھ نہیں آتی۔جس چیز پر انگلی رکھی وہی دلوا دی بن کہے جس کی ہر بات سمجھی وہ مجھے آج کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔"آنسوؤں کا گولا اب گلے میں پھنسنے لگا تھا۔بات کرنا مشکل ہو رہی تھی۔ جتنی تیزی سے وہ جذبات کی رو میں بہہ رہے تھے اسی رفتار سے انکی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔بار بار آنسو پونچھتے مگر ہر بار آنکھیں نم ہو جاتی۔

"اوہ بس یار بس حوصلہ کر۔مجھے پتہ ہے۔آنکھوں کے سامنے پل کے جوان ہوا ہے مجھے سب پتہ ہے کے کیسے پالا تو نے اسے۔پر جب ساری محنت اس کے لئے کی ہے اس کی خوشی کے لئے تو آج

اس کی خوشی جس میں ہے تو بھی خوش ہو جا اس میں۔" انہوں نے تسلی دینے کے ساتھ سمجھانے کی بھی کوشش کی۔

"کیا کیا نہیں کیا اس کے لئے اسکی خوشی کے لئے اچھی تعلیم دی جس یونیورسٹی میں بولا اس نے میں نے پرواہ نہیں کی پیسے کی۔ اتنی بھاری فیسوں کو تو جانتا ہے نہ کہ کیسے پورا کیا میں نے۔ پھر شہر کا خرچہ۔ کیسے دل پر پتھر رکھ کر شہر بھیجا میں نے۔ ہر وقت شہر کے حالات دیکھ کر دل ڈرا رہتا تھا میرا۔ اوہ پا نعیم ایسا تو نہیں تھا میرا پت کتنا سمجھدار کتنا بیبا بچہ تھا دیکھ شہر کی ہوا نے خراب کر دیا اسے۔ کتنا منع کیا تھا میں نے پر تم دونوں نے نہیں سنی۔ آج کھیتی باڑی کرتا تو اس سے زیادہ کماتا۔ نہ شہر جاتا نہ یہ سب ہوتا۔ آرام سے اچھی بھلی زندگی گزر جاتی ہماری۔ یہ سب شہر کی وجہ سے ہوا لو تسی پڑھالوں کی فیدہ میلیاں اتنا پڑھن لکھن کا۔ بنتا تو کیا پڑھ لکھ کے بڑا آدمی۔ اس شہر کی فضا نے تو میرے پت سے تہذیب بھی چھین لی۔ بڑے چھوٹے کے ادب سے بھی گیا میرا فرمانبردار پت۔" حال کافی حد تک بہتر ہو گئے تھے آخر وہ باپ تھے نا بیٹے کی گستاخیوں کا سب الزام شہر کی فضا پر ڈال کر اپنے دل میں اسے سرخروں کر دیا تھا۔ دل کو بھی تو سمجھانا تھا جو بیٹے کی نافرمانیوں اور بد تہذیبوں سے دکھی ہو کر چھوٹے بچے کی طرح اداس ہو گیا تھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"او نہیں نہیں ایسے نہیں سوچ۔ کوئی خراب نہیں ہوا آج بھی اتنا ہی بیبا ہے بس تجھے پتہ ہے نہ کہ شہر کے حالات کی وجہ سے پریشان ہے وہ۔ اتنی محنت سے پڑھ لکھ کے اور نمبر بھی کتنے اچھے لئے تھے۔ پھر بھی ڈھنگ کی نوکری نہ ملی۔ رشوت سفارش اس کی محنت کو قابلیت کو مات دینے کے لئے سامنے کھڑی ہے۔ اپنی محنت ضائع ہوتے دیکھ رہا ہے پھر یہاں کے لوگ تیرے سامنے کتنا ذلیل کرتے ہیں انسان کو۔" انہوں نے ان کی توجہ اصل منظر کی طرف ڈالی۔

"اسلئے منع کرتا رہا تھا۔ اتنے کم پیسے مجھے کبھی کھیتی باڑی سے نہیں ملی جتنی اس کو خون جلا کے پڑھ لکھ کے مل رہے ہیں۔ کیا ملا کچھ بھی نہیں۔" ان کا دکھ اپنی جگہ ہی رہا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اوہو برا وقت ہے مگر گزر ہی جائے گا۔ خدا کسی کی محنت نہیں رکھتا۔ اسے بھی پھل ملے گا سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مشکل وقت میں ایک دوسرے کا سہارا بنو نا کے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ کر مشکل وقت کو اور مشکل بنا دو۔ اچھی نوکری ملے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے انھیں امید کی کرن تھمانے کی کوشش کی۔

"اوہ ٹھیک ہے تیری بات یار۔ میں بھی دن رات دعا کرتا ہوں خدا اس کی محنت کا صلہ دے۔ میرا بھی دل کڑھتا ہے۔ پر یار وہ دکھ اس بات کا ہے کہ وہ میری بات کو سمجھتا ہی نہیں۔ میں اس کے بھلے کی سوچتا ہوں۔ جذباتی ہو کر زندگی نہیں گزرتی۔ بہت سوچ سمجھ کے ہر قدم اٹھانا پڑتا ہے۔ اب تجھے یاد ہے گھر بیچنے کے لئے کتنا اتاولہ ہوئے جا رہا تھا۔ جو اس کی تنخواہ ہے اس میں خرچہ پورا ہونا تھا۔ چار لوگ ہیں ہم چھوٹے گھر میں گزارہ کر سکتے ہیں۔ بڑا گھر خرید لیتے تو پھر کھاتے پیتے کہاں سے؟ زمینیں بیچ دی اس سے شادی کا خرچہ کرنا ہے لاٹھ صاحب نے نیا سامان ڈلوانا ہے گھر میں پرانے سے شان گھٹتی تھی۔ کوئی جمع پونجی بھی نہیں تھی۔ شہر کے بہت خرچے ہوتے ہیں۔ چادر دیکھنی پڑتی ہے۔ صبر کے سہارے زندگی گزرتی ہے۔ اچھی نوکری تو پتہ نہیں کب ملے سب بیچ کے عالی شان محل تعمیر کر لیتے تو پوری عمر کھاتے کہاں سے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟؟" انھیں رہ رہ کے راجے کی سب گستاخیاں پھر سے یاد آرہی تھیں۔

"اوہ یار پر اس نے تیری گل من تولی ہے نہ۔ نا سمجھ ہے ابھی۔ جذباتی ہے۔"

"اوہ من لی ہے پر دکھ اس بات کا ہے کہ سمجھی نہیں ہے"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"میرے ویر تو پریشان مت ہو یہ جو زندگی ہے نہ بڑی ظالم ہے سب سبق پڑھا دیتی ہے۔"

"او۔۔۔آہو۔۔۔۔جی۔۔۔۔پر میں چاہتا ہوں میرا بیٹا میری زبان سے ہی سمجھ جائے۔اسے زندگی کی سختیاں دیکھنی ہی نہ پڑے۔تو اسے میری اپنے بیٹے سے دیوانہ وار محبت سمجھ لے چاہے۔"

"تو تیری ساری گلاں ٹھیک نیں پا نعیم مگر وہ سمجھ نہیں سکا تو اس کا مطلب ہے کہ تو سمجھا نہیں سکا۔پتہ نہیں تم اس کو حکم دے کے چاہتے ہو کہ وہ اس کو پورا کرے۔تیری ہر بات کے پیچھے چھپی ہر بات سمجھ جائے۔پر وہ انسان ہے اپنی سمجھ کے مطابق ہی سمجھ سکتا ہے۔اگر پیار سے بٹھا کے سمجھاتا تو وہ کیوں نہ سمجھتا۔بس ایک ہی رٹ تھی کہ گھر نہیں بیچنے دینا گھر نہیں بیچنے دینا۔یہ نہیں بتایا کے کیوں نہیں بیچنا۔"

"تو اس نے بھی کب آرام سے بات سنی۔میرا یہ کہنا کہ گھر نہیں بیچنا غضب ہی ہو گیا۔نواب صاحب ہتھے سے اکھڑ گئے پھر جو ہوا تیرے سامنے تھا۔"

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

مسئلہ یہ ہے کہ دونوں باپ بیٹا ہی جذباتی ہو اور حل یہ ہے کہ جو بات پہلے کہہ دی وہ آخر میں کہہ دیتے۔پہلے مسئلہ بتاتے کہ کم تنخواہ میں گزارہ کیسے کرو گے پھر حل بتا دیتے کے گھر نہیں بیچتے کرائے پہ دے دیتے ہیں-"انھوں نے ہمت کر کے آج شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال ہی دیا اور کچھ روشنی ان کی غلطیوں پر بھی ڈال دی۔

"تجھے بس میری غلطی میرا ہی قصور نظر آرہا ہے وہ کیسے بات کرتا ہے مجھ سے وہ سب ٹھیک ہے۔میں باپ ہوں اس کا اور میں پہلے سوچوں پھر بولوں وہ بیٹا ہے ذرا سی بات نہیں سمجھ سکتا۔چل بندہ صبر کر لے باپ نے کچھ اگر غلط کہہ بھی دیا تو۔"ان کو غلطی سمجھ تو آگئی تھی مگر ماننا مشکل تھی۔اور پھر کچھ باپ ہونے کے بھرم بھی تھے۔

"اوہ چل تو ساری پرانی گلاں چھڈ تے نیوی گل دس۔ہن کی کیتا اے۔"نعیم حسین نے ہی ہار مان لی تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"ہن وی اوہی کیتا ہے۔بس میں تے اپنا ہی اکھیاپت پر انا سامان رکھ لے۔ پھر تو پو چھو مت۔"اب کی بار آواز میں شر مندگی بھی ظاہر تھی۔

"ایک تو اپنے شہری بچوں کے ساتھ اردو بول بول کے ہم دونوں اردو اور پنجابی میں ہی پھنس گئے ہیں۔ہاہاہا۔"انہوں نے قہقہہ لگا کر اپنے شر مندگی کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی۔

یار تو پریشان مت ہو۔میں مانتا ہوں کے جذباتی ہے۔ گرم خون ہے مگر تم فکر نہیں کرو۔میں سمجھاؤں گا تو سمجھ جائے گا۔شر مندہ بھی ہو گا اور معافی بھی مانگے گا۔"آخر نعیم حسین نے وہ الفاظ ادا کر ہی دیئے تھے جو وہ سننا چاہتے تھے۔

ہاں ہن کیتی نا یاروں والی گل۔"معین ستار نے خوشی سے نعیم حسین کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

***

"اسلام و علیکم ماما۔اسلام و علیکم بابا۔کیا ہو رہا ہے؟۔"شر جیل ابھی گھر میں داخل ہی ہوا تھا کہ ان لوگوں کو لاؤنج میں بیٹھا دیکھ کے وہی آگیا تھا۔

"ارے آو بیٹا۔یقین مانو تمہارے بارے میں بہت ضروری ڈسکشن چل رہی ہے۔"ان کے انداز سے صاف ظاہر تھا کے بات کچھ خاص ہی تھی۔

"کیا مطلب میرے بارے میں خاص بات۔"اس نے باری باری دونوں کی طرف دیکھا۔

"ارے آپ بھی کمال کرتی ہیں۔وہ ابھی ابھی تو تھکا ہارا آیا ہے۔کچھ نہیں بیٹا تم جاوں چینج کرو آرام کرو۔کوئی اتنی بھی ضروری بات نہیں ہم بعد میں کرلیں۔"انھوں نے شرجیل کو تسلی دینے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے فصیحہ بیگم کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"چلیں جیسے آپ کی مرضی۔"وہ کندھے اچکاتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔اس کے پاس وقت ہی کب ہوتا ہے ہماری سننے کا۔اس طرح تو یہ بات کبھی نہیں ہو سکے گی۔تھکاوٹ اترے گی تو ہسپتال چلا جائے گا اس کے بعد آپ کا بزنس۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

میری زندگی تو لگتا ہے اسے آتا جاتا دیکھتے ہی گزر جائے گی۔ میں تو اپنے بچے کی شادی کا ارمان لئے ہی اس دنیا سے چلی جاؤں گی۔" ان کی آواز میں ناراضگی صاف ظاہر تھی۔اور کچھ انہیں ایمو شنل بلیک میل بھی کرنا پڑا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی اس کے بغیر کام ہونا ناممکن ہے۔

"افف۔۔۔ایک تو آپ بچوں کی طرح فورا ناراض ہو جایا کریں۔ ٹھیک ہے مانا کہ وہ ضرورت سے زیادہ ہی مصروف ہو گیا ہے اور بیٹے کی شادی کا ارمان میرے دل میں بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اپنے ارمان پورے کرنے کے لئے ہم خود غرض ہو جائے۔ اچھا چلیں میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آج کل میں ہی اس سے بات کروں گا۔" اپنی تقریر کے آخر تک وہ ہار مان چکے تھے۔

آخر پینتیس سال سے ان کی پریکٹس تھی بلیک میلینگ سے اپنی بات منوانے کی۔اب ان کے چہرے پر سارے جہاں کا سکون تھا۔وہ جانتی تھی اب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

***

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اسلام و علیکم چاچا۔ کیسا چل رہا ہے سب۔" جواد نے گھر میں داخل ہوتے ہوئے نعیم حسین کو سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام ارے میرا پتر آیا آج میرے گھر۔ میری تو آنکھیں ترس جاتی ہیں تم لوگوں کو دیکھنے کے لیے۔" جواد کو دیکھتے ہی ان کے چہرے سے خوشی ٹپکنے لگ جاتی۔ آخر ان دونوں کا رشتہ سگے باپ بیٹے جیسا تھا۔ نیلم سے پہلے ان کی گود میں آیا تھا اور انہوں نے اپنی ساری محبت اور شفقت اس پر لٹا دی تھی۔ جواد کو بھی جب کبھی ابا سے کوئی بات منوانی ہوتی وہ پہلے ان کے پاس ہی آتا اور ان کی ہی سفارش پہ اس کو اجازت ملتی تھی۔ بہت خوبصورت رشتہ تھا ان دونوں کا۔ دوستی، پیار و محبت، احترام اور اب نیلم کی وجہ سے اس رشتے کے رنگ اور بھی گہرے ہو گئے تھے۔ جواد کے دل میں ان کی محبت و احترام اور بڑھ گیا تھا البتہ وہ داماد کے رشتے کی وجہ سے تھوڑے محتاط رہنے لگے تھے۔

"جی چاچا ابا نے مجھے بتایا کہ تم مان ہی نہیں رہے اسلئے مجھے خود آنا پڑا۔ اسلئے کیونکہ مجھے پتہ ہے میری بات تو تم ٹال ہی نہیں سکتے۔" جواد کے لہجے میں مان جھلک رہا تھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اچھا کیا تم آ گئے مجھے بھی تم بہت باتیں کرنی تھی۔" انہوں نے خوبصورتی سے اس کی بات کو ٹال دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اسے انکار نہیں کر سکیں گیں اور وہ اس سے اسکے رویے کے حوالے سے بھی بات کرنا چاہتے تھے۔

"کہوں چچا کیا بات ہے۔ اتنے سنجیدہ ہو گئے ایک دم۔ کوئی پریشانی کی بات ہے کیا۔" وہ ان کے چہرے کی خاموشی دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔

"ہاں پتر پریشان نہیں بس تھوڑا اداس ہوں"۔ وہ کسی سوچ میں گم ہو گئے جیسے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہے ہوں۔

"کیا بات ہے چچا مجھ سے بات کرنے کے لئے اتنا سوچنا پڑ رہا ہے ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا۔" اسے ان کے رویے سے کچھ اجنبیت کا احساس ہو رہا تھا۔"

"پہلے تو داماد نہیں تھا نا۔" انہوں نے اصل وجہ بتا دی تھی۔

"داماد نہیں تھا مطلب۔ تو اتنی جلدی تم نے مجھے بیٹے سے داماد بنا لیا پر میں نے تو ایسا کبھی نہیں سوچا۔ رشتہ بے شک بدل گیا ہے پر میں تو نہیں بدلہ۔" اسے حقیقتاً دکھ ہوا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اچھا تو نے ایسا نہیں سوچا۔ چل ٹھیک ہے میں مان جاتا ہوں۔ پر یہ بھی سچ ہے راجے کے تو بدل گیا ہے۔" وہ آہستہ آہستہ پرانی ٹون میں واپس آنے لگے تھے۔ وہی باپ جو اپنے بیٹے سے بغیر کسی خوف کے ہر بات کہہ دیا کرتا تھے اور جواد آج بھی اتنی ہی تابعداری سے بیٹھا ان کی ہر بات سن رہا تھا۔

انہیں وہ چھوٹا سا جواد یاد آ گیا تھا جو اپنے ابا کی شکایتیں ان سے کرتا اور ان کے سمجھانے پر سب کچھ بھلا کے نارمل ہو جاتا تھا۔ مگر وقت اب بدل گیا تھا۔ وہ جواد اب بڑا ہو گیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اب ان کو اس جواد سے شکایتیں تھیں۔ وہ کسی کی شکایتیں لے کر آتا تو فوراً اس کو سمجھا دیتے پر اب انہیں سمجھانا مشکل لگ رہا تھا۔

"چچا تم جانتے ہو نہ کہ میں نے کبھی تمہاری کوئی بات نہیں ٹالی۔ ایسے کیوں کہہ رہے ہو کہ میں بدل گیا ہوں۔ تم حکم تو کرو۔" وہ ان کے رویے سے الجھ کے رہ گیا تھا۔

"مجھے تجھ سے یہ امید نہیں تھی راجے۔ کل تیرا اباپ آیا۔ تو جانتا ہے کہ اس نے کتنا مشکل وقت دیکھا ہے پر وہ آج تک کبھی نہیں رویا۔ پر کل وہ تجھ سے اتنا دکھی تھا کہ وہ رو پڑا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تو۔۔۔۔۔۔" انہوں نے جواد

کے شرمندگی سے جھکے سر کو دیکھ کے بات ادھوری چھوڑی۔ ان کا مقصد ہر گز بھی اسے شرمندہ کرنا نہیں

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

تھا۔انھیں خاموشی سے سر جھکائے شرمندہ بیٹھے جواد پر ڈھیروڈھیر پیار آنے لگا تھا۔

"دیکھ جواد پتر میری گودوں میں کھیل کے جوان ہوا ہے تو۔میں جانتا ہوں کہ میرا بیٹاایسا نہیں ہے۔ بہت خیال کرتا ہے تو ہم دونوں کا۔بہت عزت کرتا ہے بہت محبت کرتا ہے۔پر یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔بوڑھے باپ پہ اتنا غصہ کیوں آنے لگا ہے تجھے۔"اب کی بار وہ بولے تو سارے جہاں کی شفقت اسے ان کے لہجے میں محسوس ہوئی۔

"ایسی بات نہیں ہے چچا۔بس مجھے غصہ چڑھا ہے یہ دیکھ کر کہ ابا کو میرا احساس ہی نہیں ہے۔اس نے کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔بس ہمیشہ اپنا حکم صادر کر دیا اور یہی چاہا کہ میں مان لو۔کبھی یہ سمجھا ہی نہیں کہ مجھے کیا چاہئے۔"جواد نے بھی اپنی ساری شکووں کی پٹاری ہمیشہ کی طرح ان کے سامنے کھول دی تھی۔وہ واحد ہستی تھی اس کے پاس جن سے بچپن سے وہ اپنے دل کی ہر بات کہتا آیا تھا۔

"او ایسی بات نہیں ہے پتر اوے۔"انہوں نے اسی مخصوص انداز میں اسے سمجھانا شروع کیا۔"اچھا چل بتا تجھے اسی بات پر غصہ تھا نا کہ تیرے باپ نے گھر بیچنے دیا ہوتا تو شہر میں بڑا گھر لے لیتا پر تو نے

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

یہ سوچا کے تیری تنخواہ صرف پندرہ ہزار ہے ابھی۔اور وڈے گھر کے خرچے بھی بہت ہوتے ہیں۔تو کہاں سے پورا کرتا۔اب اگر گھر ہے تو اس کا کرایہ بھی تمہارے ہی کام آئے گا نا۔"

"پر چاچا تجھے بتایا تھا نا کے جب تک اچھی نوکری نہیں ملتی بس تب تک ہی یہ جاب کرنی ہے تو کہ ابا تھوڑا چپ ہو جائے۔ورنہ یہ نوکری تھوڑی کرنی ہے میں نے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے پتر پر اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔جب نوکری اچھی ملے گی تو یہ گھر بیچ کے بڑا لے لینا۔مگر تب تک گزارہ تو کرنا پڑے گا نا۔اور تبھی گھر میں نیا سامان بھی ڈال لیتے۔پر خیر اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔پر اک گل یاد رکھی پتر۔جب تک اولاد ماں باپ کا دل ٹھنڈا رکھتی ہے نا تو خدا بھی اپنی رحمت رکھتا ہے۔اس کے ہر کام میں اپنا کرم رکھتا ہے۔اسے وہاں سے نوازتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے اس کے چہرے پر پھیلی شرمندگی کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔یہی وقت تھا لوہا گرم تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"تو جس مقام پر پہنچنا چاہتا ہے نا جتنی بھی محنت کر لے۔جب تک باپ کا دل دکھاتا رہے گا تیرے حصے میں صرف خواریاں ہی آئے گی۔پر اگر اس کی خدمت کرے گا نرمی سے کام لے گا خدا تیرے معملات میں بھی نرمی کرے گا۔کیونکہ پتر ماں باپ کی دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔"

"چاچا مجھے بہت شرمندگی ہے میں آئندہ احتیاط کروں گا" اس نے ان کے ہاتھ پکڑ کر سچے دل سے اعتراف کیا تھا۔ اس کا انداز آج بھی اتنا ہی معصومانہ تھا جتنا بچپن میں اپنی کسی غلطی پر ہوا کرتا تھا۔

"مجھے پتہ ہے کہ اب واقعی تو دھیان کرے گا۔ کیونکہ تو نے کبھی میری بات نہیں ٹالی۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"ہمم چاچا نہ کبھی میں نے ٹالی اور نہ ہی کبھی تم نے میری بات ٹالی۔ اسلئے مجھے پتہ ہے کہ تم اب بھی ضد نہیں کرو گے اور نیلم کی شادی کے فوراً بعد ہمارے ساتھ رہوں گے۔" وہ بھی جواد تھا اپنی بات کہاں بھول سکتا تھا۔

"ویکھ پتر۔" جواد نے ان کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر اپنی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کی۔ وہ جانتا تھا کے وہ اس بات سے بچنا چاہتے تھے۔

"ویکھ چاچا۔"۔۔۔۔۔ جواد نے ان کی بات کاٹی کے مبادا وہ ہی نا اپنی بات منوا لیں۔۔۔۔۔۔ "ہم تجھے یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے اور اگر چھوڑ بھی دیں تو نہ ہی میں سکون سے رہوں گا نہ ہی ابا اور نہ ہی نیلم۔ اب ہماری خوشیاں اور سکون تمہارے ہاتھ میں ہے۔" جواد نے بڑی چالاکی سے گیند ان کے کورٹ میں ڈال دی تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اچھا ٹھیک ہے پر میری بھی ایک شرط ہے۔" آخر وہ بھی نعیم حسین تھے اتنی آسانی سے کہاں چھوڑ سکتے تھے۔

"ہے چاچا تم نے تو کبھی شرط نہیں رکھی۔ خیر بتاؤ کیا شرط ہے۔" جواد کو حیرت سے زیادہ تجسس نے آگھیرا۔

"ہاں۔۔۔ وہ میں تجھے وقت آنے پر بتاوں گا پر ابھی تو جا۔ تجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"ہاں چاچا دیر تو بہت ہو رہی ہے اوپر سے ابا کو بھی بے چینی لگی ہو گی کے تو مانا یا نہیں۔ پھر میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ۔۔"

"خدا حافظ پتر خیر نال جا۔"

اس کے جانے کے بعد کافی دیر تک وہ اپنی اور اسکی باتوں کے بارے میں سوچتے رہے۔

ستار کہتا ہے کہ شہر کی ہوا نے اسے بدل دیا۔ مگر اس کا تو انداز تک نہیں بدلہ۔ ماں باپ کتنے بے وقوف ہوتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ اولاد بدل جاتی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا۔ اولاد بدلتی نہیں ہے اسے بس ہر قدم پر ماں اور باپ کی شفقت سے بھری رہنمائی چاہیے ہوتی ہے جوان کی جوانی کی رو میں بھٹکتے قدم کو صحیح راستے پر رکھے۔ اور جو ماں باپ اولاد پر اسٹیمپ لگا دیتے ہیں کہ اب بڑی ہو گئی جوان ہو گئے اور

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

صرف ان کے بدلنے کا رونا روتے رہتے ہیں تو ان کی اولاد بھکتے بھکتے حقیقتاً اتنی دور چلی جاتی ہے کے واپسی ممکن نہیں رہتی۔

اپنی اولاد پر ٹیگ لگا دیتے ہیں کہ غصے والی ہے، نا سمجھ ہے نادان ہے مگر کبھی پیار سے اسے سمجھانے کی کوشش نہیں کرتے۔

خدا نے انسان کی نفسیات کو ایسا ہی بنایا ہے کہ جب بھی کوئی نصیحت یا بات اسے دلائل کے ساتھ سمجھائی جاتی ہے تو وہ نا صرف سمجھتا ہے بلکہ اس پر عمل بھی کرتا ہے بنسبت اس کے کہ اس پر اپنی مرضی تھوپ دی جائے۔ چاہے اس میں اس کا کتنا ہی فائدہ کیوں نہ ہو۔ اسلئے خدا نے قرآن میں بھی واضح دلیلیں دی ہیں کیونکہ وہ انسان کی نفسیات کو سمجھتا ہے۔ بہت غلط کرتے ہیں وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی غلطیوں پر انہیں چھوڑتے ہیں، ڈانٹتے ہیں، ایک ہنگامہ کھڑا کر دیتے ہیں حتی کہ انہیں زلیل بھی کر ڈالتے ہیں۔ مگر پیار سے سمجھانا گوارا نہیں کرتے۔ اس سب سے اولاد اپنی غلطی تو نہیں سمجھ پاتی مگر ماں باپ سے بد ظن ہوتی چلی جاتی ہے۔

***

"گڈ مارننگ مما بابا۔" شرجیل نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام بیٹا!۔" انھیں ہمیشہ سے اس کا گڈ مارننگ کہنا برا لگتا اور وہ ہمیشہ اسے احساس دلاتے مگر وہ بھی کیا کرتا اسے عادت پڑھ گئی تھی کیونکہ ہسپتال میں بھی ایسے ہی کہا جاتا تھا۔

فصیحہ بیگم کا سارا دھیان اسکی تیاریوں کی طرف تھا۔ جبکہ کمال صاحب کا سارا دھیان اخبار کی طرف۔

"ارے اس اخبار کو چھوڑے اور ایک نظر اپنے بیٹے پر بھی ڈالیں۔ ماشاءاللہ کتنا پیارا لگ رہا ہے۔" کافی دیر بے چینی سے پہلو بدلنے کے بعد جب ان سے رہا نہیں گیا تو انکی توجہ بھی شرجیل کی طرف کرائی جسکی تیاریاں قابل دید تھیں۔

"ہاں بھئی شرجیل۔ کہاں کی تیاریاں ہیں۔ آج تو تمہارا آف تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" کمال صاحب نے سادہ سے لہجے میں پوچھا۔

"اور ہم تو خوش ہو گئے تھے کہ چلو کافی عرصے بعد ہی صحیح مگر ہمارا بیٹا آج ہمارے ساتھ ٹائم سپینڈ کرے گا۔" ان کا سادا سا جملہ فصیحہ بیگم کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اسلئے اپنے طنزیہ لہجے اور الفاظ سے ان کی بات مکمل کی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"جی بس مجھے ایک کام تھا میں تھوڑی دیر کے بعد آجاوں گا اور باقی دن آپ لوگوں کے ساتھ ہی گزاروں گا۔" اسے اس بات کا بخوبی احساس تھا کہ وہ ماں باپ کو بلکل وقت نہیں دے پاتا اور یہ بھی کہ خاص طور پر فصیحہ بیگم کتنا ناراض تھیں اسلئے اس نے بہت پیار سے انہیں سمجھایا۔

"ہاں بیٹا نو ایشو تم سکوں سے جاوں۔"

"تھینک یو بابا میں بس۔۔۔۔۔" اس نے اپنی ماں کے غصہ سے لال پڑتے چہرے کو دیکھ کر بات ادھوری چھوڑی۔

"ارے واہ۔ اتنے آرام سے کہہ دیا نو ایشو۔" فصیحہ بیگم نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"تو وہ کہہ تو رہا ہے کہ تھوڑی دیر تک آجائے گا۔"۔۔۔۔۔۔۔ کمال صاحب نے انہیں نارمل کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اور تب تک میں آپ کو جیولرز کے لے جاوں گا۔" امین صاحب نے سوچا شاید یہ حربہ کام کر جائے مگر وہ آج کسی اور ہی موڈ میں تھیں۔

"اس کا جانا ایشو نہیں ہے آپ اس کی تیاریاں دیکھ رہے ہیں۔ آج تک یہ کبھی اتنی تیاریوں سے کہی نہیں گیا۔" وہ اصل بات کی طرف آئیں جو کافی دیر سے انہیں کھٹک رہی تھی۔ جبکہ شرجیل اپنی چوری پکڑے جانے پر پہلو بدل کے رہ گیا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"فصیحہ بیگم آپ کا بیٹا اب بچہ نہیں رہا کہ اس کی تیاریوں کو بھی آپ پوائنٹ آوٹ کرنے لگیں۔" امین صاحب نے انکی طرف ایسے دیکھا جیسے دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"ٹھیک ہے میں بھی اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ جہاں جانا ہے جائے اور جیسے مرضی جائے مگر آج جب تک ہماری بات نہیں ہو جاتی یہ کہی نہیں جا سکتا۔" انہوں نے اٹل لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

"واٹ آ چائلڈش بہیویر فصیحہ۔ آئی رئیلی کانٹ بیلیو دس۔" انہوں نے افسوس سے اپنی بیگم کی طرف دیکھا۔

"اوکے موم۔ آپ کو جو بھی بات کرنی ہے کیجیئے میں اس کے بعد ہی جاوں گا۔" آخر شرجیل کو ہی سرانڈر کرنا پڑا۔ ویسے بھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسکی وجہ سے اس کے پیرنٹس کے درمیان ایشوز ہوں۔

"بات یہی ہے کہ اب ہمیں تمہاری شادی کرنی ہے۔ اب تمہیں مزید وقت نہیں مل سکتا۔" انہوں نے اپنا دو ٹوک فیصلہ سنا دیا تھا۔

"ٹھیک ہے ماما۔ میں شادی کے لئے تیار ہوں۔ مگر مجھے آپ لوگ پلیز بس ایک سال دے دیجئے۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"ارے آپ تو یونہی پریشان رہتیں تھیں۔ وہ تو مان بھی گیا۔" وہ اپنے ہی جون میں کہتے رہے یہ دیکھے بغیر کہ ان کے چہرے کے رنگ اڑ گئے تھے۔ حیرت سے نہیں بلکہ اس بات کے خوف سے جو انہیں صبح محسوس ہو گئی تھی۔۔

"ہاں تو ٹھیک ہے نہ امین کمال صاحب۔ ہم کل ہی جا کر بات پکی کر آتے ہیں۔(وہ جب بھی انہیں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوتیں تھیں تو پورے نام سے پکارتی تھیں۔)شادی تو ایک سال بعد ہو جائے گی۔ کیوں بیٹا؟۔"انہوں نے اپنے شک کی تصدیق کرنا چاہی۔

"ایک سیکنڈ ایک سیکنڈ۔ میں نے شادی کے لئے ہاں کی ہے۔ مگر آپ کی پسند سے شادی کروں گا میں نے یہ تو نہیں کہا۔" کچھ کچھ بات وہ بھی سمجھ رہا تھا مگر کسی صورت کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ ابھی اسے بھی کوئی آسرا نہیں ملا تھا اسلئے وہ صاف صاف اپنی پسند کے بارے میں بتا بھی نہیں سکتا تھا۔

"تو کیا مطلب تم اپنی پسند سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"ان کو دھچکا تو بہت بڑا لگا تھا مگر انہوں نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"کیوں ماما کیا مجھے رائٹ نہیں ہے اپنی پسند کی شادی کیا؟"اس نے جواب میں الٹا سوال کر دیا تھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"بلکل کر سکتے ہو کیوں نہیں۔ مجھے پتہ ہے بیٹے کی چوائس کا۔اس کو ہمیشہ سٹینڈرڈ کی چیز ہی پسند آئی ہے۔ بہت اسٹیٹس کانشس ہے میرا بیٹا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ میری بہو بہت خوبصورت، پڑھی لکھی، اعلی خاندان کی ہو گی۔ ہماری برابری کی۔ جسے اپنی بہو بنانے میں فخر ہو گا۔"

"خوبصورت تو بہت ہے اور نخرہ تو اتنا ہے کہ بس۔۔۔۔۔۔" وہ محض سوچ کے ہی رہ گیا تھا۔

"اور ہاں۔۔۔" انہوں نے کھڑے ہوتے ہوئے پنی بات جاری رکھی۔" اگر تمہیں ابھی تک کوئی لڑکی پسند نہیں آئی تو ہمیں تمہارے لئے ایک لڑکی پسند ہے۔ جس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ہماری بہو میں ہونی چاہیئے۔ بہت کلوز فرینڈ کی اکلوتی بیٹی اور سارے کاروبار کی اکلوتی وارث۔ اگر تم ملنا چاہوں تو بتا دینا۔" اپنی بات مکمل کرتیں وہ کمرے میں چلی گئی تھیں۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

"اوہو۔ یہ اچانک کون ملنے آگیا زرغون بی بی آپ سے۔ دوسری بار نیچے سے دوبارہ بلانے کے لئے آ گئے ہیں۔" زرغون ابھی نہا کر واش روم سے باہر ہی آئی تھی کہ ولیہ نے چھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

"ہاں میں خود پریشان ہوں کیونکہ اتنی اچانک تو کبھی کوئی نہیں آیا۔اور بغیر بتائے تو کبھی بھی کوئی نہیں آیا۔"وہ اتناپریشان تھی کہ ولیہ کی باتوں کو نوٹس نہ کر سکی۔ورنہ اسکی بخشش ناممکن تھی۔

"پریشان مت ہو زرغون۔سب خیر ہی ہو گی۔تم جاو تو صحیح۔"سارہ نے اس کو پریشان دیکھ کر تسلی دی۔

"یار میرا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا ہے۔کہی کوئی ایمر جنسی۔۔۔۔۔"

"یار پلیز تم جا کے دیکھوں تو صحیح۔خوامخوہ میں فضول سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہو؟"نیلم نے اس کی حالت دیکھ کر تسلی دی جو بس گرنے کے قریب تھی۔

بمشکل سیڑھیاں اترتی وزیٹنگ روم تک آئی۔زرغون نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھولا۔کمرے سے لے کر وزیٹنگ روم تک وہ اپنے گھر والوں کی سلامتی کی دعائیں کرتی آئی تھی۔

ہاتھ پاوں خدشات کے باعث ٹھنڈے ہو چکے تھے اور ٹانگوں میں ہلکی ہلکی کپکپاہٹ بھی شروع ہو گئی تھی۔

اس سے پہلے کے وہ سامنے کھڑے شخص کو دیکھ پاتی۔اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنے لگا جو آہستہ آہستہ اتنا بڑھتا جا رہا تھا۔اسے اپنا جسم سن ہوتا محسوس ہوا اور تھوڑی دیر بعد وہ زمین پر تھی۔

بے حس و حرکت۔ٹھنڈا جسم اور پیلا رنگ۔۔۔۔۔۔۔۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

اپنے پیچھے کسی کے گرنے کی آواز پر بے ساختہ اس نے مڑ کر دیکھا۔

"یا خدایا۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کے وہ خود چکرا کر گر جاتا اسے خود کو سنبھالنا تھا۔

وہ کچھ بھی ایکسپیکٹ کر سکتا تھا مگر ایسا ہرگز بھی نہیں۔

حالانکہ وہ خود بھی ایک ڈاکٹر تھا مگر یہ سب کچھ اتنا غیر متوقع تھا کہ وہ خود بھی دم بخود رہ گیا تھا۔

اس نے اپنے ٹھنڈے ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہاسٹل انتظامیہ کو کال کی۔

ایک واحد تجویز جو اس کے سن ہوتے دماغ نے پیش کی تھی۔ کیونکہ وہ خود سے ایمبولینس کال نہیں کر سکتا تھا۔ جو بھی تھا وہ اب ہاسٹل انتظامیہ کو ہی دیکھنا تھا۔

اس کے کال کے تھوڑی دیر بعد ہاسٹل ڈسپنسری سے ایک نرس وہاں موجود تھی۔

"واٹ نرس۔۔۔" اس نے حیرت سے سامنے موجود نرس کو اس کا بی پی اور شوگر لیول چیک کرتے دیکھا

"ایکسکیوز می۔۔۔کیا آپ کی ڈسپنسری میں کوئی لیڈی ڈاکٹر نہیں ہیں۔۔۔" صبر کرنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔

"جی ڈاکٹر۔۔۔۔" ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے حیرت سے سامنے کھڑے شخص کا بغور معائنہ کیا پھر قہقہہ لگایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"بھلا یہاں ڈاکٹر کا کیا کام یہ ہاسٹل ہے ہاسپٹل نہیں ہے۔اور ویسے بھی یہاں پر اکثر لڑکیاں بھوکے مرنے کے بعد بے ہوش ہو کر گرتی رہتی ہیں۔اس کا بھی شوگر لیول لو ہو گیا ہے۔مگر آپ کون۔؟"اس نے سارا زور آپ پے ڈال کر تجسس سے بھرپور آواز میں پوچھا۔

"آپ کو جلد ہی پتہ لگ جائے گا کے میں کون ہوں۔"اس نے طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے موبائل سے کچھ نمبر پریس کیے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہاں ایک ڈاکٹر موجود تھیں۔

"جی ڈاکٹر۔۔۔۔" جیسے ہی ڈاکٹر اس کا چیک اپ کر کے ڈسپنسری سے باہر آئی وہ ان کی طرف لپکا تھا۔

"جی ان کو ڈرپ لگا دی ہے۔شوگر لیول لو ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔"

"مگر شوگر لیول اتنا لو ہو گیا اس کی کوئی ریزن۔۔۔۔۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس کی تسلی نہ ہوئی ہو اور ڈاکٹر نے بھی جواباً اس کو ایسے دیکھا جیسے اسکی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"دیکھیئے ان کے شوگر لیول لو ہونے کی وجہ ان کا کچھ نہ کھانا پینا اور بے ہوشی کی وجہ ان کی ویکنس ہے۔اب مجھے اجازت دیجئے شکریہ۔"

ڈاکٹر نے فوراً رخصت چاہی کہ اس سے مزید ڈاکٹر شرجیل کی غائب دماغی ہضم نہیں ہو رہی تھی جو خود ایک ڈاکٹر تھا وہ شوگر لیول لو ہونے کی وجہ پوچھ رہا تھا۔

شرجیل اپنی پریشانی میں تھا کہ اس کے طنزیہ لہجے پہ غور نہ کر سکا۔

"سر آپ ان سے ملنا چاہے گیں؟"ہاسٹل وارڈن نے آکر پوچھا تھا۔

"میں ہاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"۔۔۔۔۔۔۔"اگر ابھی ملا تو آل ریڈی شوگر لیول لو ہے اور مجھے دیکھتے ہی غصہ سے پاگل ہو جائے گی۔آج تو دن ہی خراب ہے کسی اور دن ٹرائی کروں گا۔۔۔۔۔۔"اس نے کوفت سے سوچا۔

"سر تو پھر آپ ملے گیں؟"

"جی۔۔۔؟"وارڈن کی آواز نے اسے سوچوں کے بھنور سے باہر نکالا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"جی نہیں۔ابھی انہیں ریسٹ کرنے دیں میں پھر کبھی آجاوں گا۔شکریہ"

"لیکن سر آپ نے ان کو بتانے سے منع کیا تھا تو اب انکو بتادیں کہ آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

وہ جو جانے کے لئے مڑ چکا تھا وارڈن کے مخاطب کرنے پر دوبارہ پلٹنا پڑا۔

"Obviously not"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس نے اسکی بات کاٹتے ہوئے سختی سے کہا۔

جوابا وارڈن کا حیرت کے مارے کھلا ہوا منہ دیکھ کہ اسے اپنا لہجہ تبدیل کرنا پڑا۔

"دیکھیئے آپ ان کو کہہ دیجئے گا کہ مس انڈرسٹینڈنگ ہو گئی تھی کسی اور کو کال کرنا تھا۔سوری۔میرا خیال ہے کہ آپ کے تمام سوالوں کا جواب آپ کو مل چکا ہو تو میں اب جا سکتا ہوں؟"

وارڈن جو سانس روکے اس کی بات سن رہی تھی اچانک سوال پوچھے جانے پر محض ڈرتے ڈرتے سر ہلا سکی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

اور وہ بھی اجازت نامہ ملتے ہی ایسے وہاں سے غائب ہوا کہ اسے ڈر تھا کہیں وارڈن دوبارہ نہ کوئی سوال پوچھ لے اور اسے رکنا پڑے۔

"افففف۔۔۔۔۔"اس کے جاتے ہی وارڈن نے اپنا رکا سانس بحال کیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔وہ ابھی تک سمجھنے سے قاصر تھی کہ اس کی غلطی کہاں تھی۔

۔"توبہ ہے نجانے خدا گھمنڈیوں کو ہی اتنی دولت کیوں دیتا ہے یا پھر دولت ملنے کے بعد ان میں گھمنڈ آجاتا ہے۔یہ لڑکی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہممممممم۔۔۔۔۔۔۔اس کا تو کوئی بھی رشتہ دار یہاں نہیں ہوتا۔مگر بھئی ان امیر زادوں کو کون پوچھ سکتا ہے۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس سب صورتحال کے بعد وہ محض اتنا ہی سوچ سکی تھی۔پھر سر جھٹکتی ہوئی اپنے کام میں مشغول ہوگئی تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

"ابا دیکھا نا کتنا شاندار گھر سیٹ کیا ہے میں نے۔دیکھا نا چاچا۔"جواد نے ستائشی نظروں سے پورے گھر کو دیکھا۔

"ہمم ماشاءاللہ بہت پیارا بہت سوہنا۔پت خدا تجھے ساری خوشیاں اور کامیابیاں دے آمین۔"انہوں نے دل سے دعا دی۔

"ابا تو کیوں اتنا خاموش ہے۔تجھے گھر پسند نہیں آیا؟"جواد ابا کی خاموشی میں چھپی ناراضی سمجھ سکتا تھا۔

"اونہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔گھر سیٹ کرنا کوئی بڑا کام نہیں ہوتا۔جب تو پندرہ ہزار تنخواہ سے اس کو چلا کے دکھائے گا تو مانوں گا۔"اپنے اس ایک جملے میں مکمل ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔

"دیکھ چاچا ابا ابھی تک ناراض ہے۔"اس کو سچ میں باپ کی ناراضگی کی فکر ستائی تھی۔

"تو بیٹا تو نے کونسا منایا یا معافیاں مانگی۔یا اسے یقین دلایا کہ تجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور کیا اب بھی تو ایسا نہیں کرے گا۔۔۔۔۔؟چل جا شاباش آج اپنے باپ کے سارے گلے شکوے دور کر دے۔"انہوں نے اس کا کندھے تھپکتے ہوئے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

جب وہ کمرے میں گیا تو وہ ایک کونے میں کھڑے اداسی سے اپنی اور اسکی تصویر کو دیکھ رہے تھے جو جواد نے فریم کر کے کمرے میں لگائی تھی۔وہ حقیقتاً اداس تھے اتنے خوشی کے موقع پر اپنے بیٹے کو

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

سینے سے لگانا چاہتے تھے اسکو مبارکباد دینا چاہتے تھے مگر اسکی گستاخیاں ایسی تھیں کہ کسی طور انہیں بھلا نہیں پا رہے تھے۔

"ابا۔۔۔۔۔۔"اس نے جیسے ہی پکارا خود بخود اس کی آواز میں نمی گھل گئی تھی۔

"ابا مجھ سے ابھی تک ناراض ہے؟؟ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میں نے بہت دل دکھایا ہے تیرا۔ پتہ نہیں مجھے اتنا غصہ کیوں آجاتا تھا۔ پر اب ایسا نہیں ہو گا میں وعدہ کرتا ہوں۔"

انہوں نے کچھ بھی کہے بغیر فوراً اسے اپنے سینے سے لگالیا تھا جو بھی تھا مگر وہ اپنے بیٹے کو اتنا پریشان بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com

***

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اسلام و علیکم! آپ زرغون کی فرینڈ ہیں نا؟؟"اس نے انتہائی انجان بننے کی کوشش کی جیسے اچانک ملاقات ہوئی ہو۔ وہ کسی طور اسے ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ کافی ٹائم سے اسے فالو کر رہا ہے اور بہت مشکل سے یہ نادر موقع اس کے ہاتھ آیا ہے۔

"آہ۔۔ہ۔ہ۔۔۔۔اور آپ وہ ہی ہیں نا جو سارے کالج ٹرپ میں ہمیں فالو کرتے رہے تھے۔۔" وہ حقیقتاً اسے اچانک سامنے دیکھ کے کنفیوز ہو گئی تھی۔

"**اور ہمیں یہاں بھی ڈھونڈ نکالا۔**" یہ جملہ اس نے منہ میں ہی ادا کیا تھا۔

"جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟" وہ غالباً اس کی منمناہٹ سن چکا تھا۔

"جی نہیں کچھ نہیں۔بتائیں کوئی کام ہے آپ کو ہم سے۔۔۔۔۔۔"

"جی میرا نام شرجیل ہے اور بائے پروفیشن میں ایک ڈاکٹر ہوں ویسے ہمارا اپنا اچھا خاصا کاروبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ایکسکیوزمی مسٹر۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے سختی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے احساس دلایا کہ اسکی بائیو گرافی میں اسے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔

"میں چاہ رہا تھا کہ پوائنٹ پہ آنے سے پہلے ہمارا ڈیٹیل میں انٹروڈکشن ہو جائے۔۔۔۔۔" وہ اس کی رائے کا انتظار کرنے لگا۔

"میرا لئے اتنا کافی ہے جتنا آپ بتا چکے ہیں اور آپ کے لئے اتنا کافی ہے کہ میں زرغون کی فرینڈ ولیہ ہوں۔اب برائے مہربانی آپ پوائنٹ پر آئے میرے پاس زیادہ ٹائم نہیں ہے۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"دراصل مجھے آپ کی فرینڈ اچھی لگتی ہے اور میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اب کی بار وہ بلکل ہی اسٹریٹ فارورڈ ہوا۔

ولیہ نے حیرت کے مارے کھلے منہ کو بمشکل بند کیا۔

"تو یہ بات آپ کو اسے بتانی چاہیے۔ سوری اس سلسلے میں میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔" اپنی بات مکمل کرتی وہ تیزی سے وہاں سے چلی گئی تھی۔

"مگر میری بات تو۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے پکارتا ہی رہ گیا تھا۔

"یہ بات تو تہہ ہے مسٹر کہ تمہیں اپنی جنگ خود ہی لڑنی پڑے گی تاکہ اگر تم سیریئس ہو تو تمہاری محنت رنگ لے آئے ورنہ خود ہی جلد تھک کے ہار جاوں گے۔ مگر میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرنے والی۔" اس نے خود ہی دل ہی دل میں تہیہ کیا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

"یار میں ذرا صائمہ کے روم میں ہوں اور اس سے لاسٹ چیپٹر کے نوٹس لے کر آتی ہوں۔" زرغون کچھ نوٹس لینے اپنی کلاس فیلو کے روم تک گئی تھی۔ ایگزامز سر پر تھے تو خوب افراتفری مچی ہوئی تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اوئے اوئے بات سنو سب۔ بہت ضروری بات ہے۔" اس کے جاتے ہی ولیہ نے سب کو وہ بات بتانے کے لئے اکھٹا کیا۔ وہ کب سے اس موقع کی تلاش میں تھی اور مزید صبر کرنا مشکل تھا۔

"وہ لڑکا تم لوگوں کو یاد ہے جو کالج ٹرپ میں فل ٹائم ہمیں فالو کرتا رہا تھا۔ کل مجھے ملا۔ بلکہ مجھے تو لگتا ہے فالو کر رہا تھا مجھے اور پوز ایسے کر رہا تھا جیسے اچانک ملاقات ہوئی ہو۔"

"اچھا چھوڑوں نا یہ بتاوں کہ کہہ کیا رہا تھا؟" نیلم کو اصل بات جاننے کی بہت جلدی تھی۔

"وہ تو بہت ہی اسٹریٹ فارورڈ ہے بھئی۔۔۔۔" اس نے مزید سسپنس کریٹ کرنا چاہا۔

"ولیہ کی بچی میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔ جلدی سے صحیح بات بتاوں۔" نیلم کو اس کا باتوں کو ڈریگ کرنا بلکل پسند نہیں تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اچھا سنو۔۔۔۔۔۔۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ زرغون سے محبت کرتا ہے۔"

"ہیہ ییییں۔۔۔۔۔۔۔۔ اور پھر تم نے کیا کہا۔" تینوں نے ایک ساتھ پوچھا۔

"کچھ نہیں سمپل۔۔۔۔۔۔میں نے کہا محبت کرتے ہو تو اپنی جنگ خود ہی لڑو۔سچے ہوئے تو جیت جاوں گے اور نہیں تو خود ہی تھک کے بیٹھ جاوں گے مگر ہم میں سے کسی سے ہیلپ کی امید مت کرنا۔"اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ابھی بھی اس کے سامنے کھڑا ہوا اور وہ اسے ہی کہہ رہی ہو۔

"ہممم۔۔۔۔ صیح کہا تم نے محبت کا سمپل فارمولا ہے۔"سارہ نے شادی کسی اور کتاب میں بھی پڑھ رکھا تھا تبھی فوراتائید کی۔

تم نے اسے ایسے کہا؟"نیلم کے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

نہیں ایسے کہا تو نہیں۔۔۔۔۔۔ مگر مطلب میرا یہی تھا۔"

"اگر آپ کی محبت سچی ہے تو آپ کو ضرور ملے گی اور اگر نہ ملے تو سمجھ لیجئے گا کہ کہی کوئی کمی ضرور تھی۔"سارہ کی کھوئی ہوئی آواز ان دونوں کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔

"ایں۔۔۔۔یہ تمہیں بڑا پتہ ہے فارمولا۔"نیلم نے سارہ کو مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ظاہر ہے ہر وقت کتابوں میں جو گھسی رہتی ہے۔"ولیہ سارہ کی نالج کے ذرائع سے واقف تھی۔آفٹر آل وہ اسکے اس مشغلے میں پارٹنر تھی۔

"ہممم۔۔۔۔۔۔۔اور یہ بھی کسی ناول کا ہی ڈائیلاگ ہے۔"زرغون کی آواز پر تینوں اچھل کے پڑی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"ارے تم تینوں کے رنگ کیوں اڑے ہوئے ہیں؟؟اس نے حیرت سے تینوں کی طرف دیکھا جو حیرانگی کا مجسمہ بنی کھڑی تھیں۔

"ظاہر ہے جب کوئی اتنی اچانک ہمارے پیچھے بولے گا تو ایسا ہی ری ایکٹ کرے گیں۔"سارہ نے سچویشن کو سنبھالنے کی کوشش کی۔جبکہ ولیہ نے اس کی حاضر دماغی کو دل ہی دل میں خوب سراہا۔

"ویسے تم کب آئی؟"نیلم نے پوچھا۔

"ابھی جب یہ سارہ صاحبہ محبت کا فارمولا بتا رہی تھیں۔"

"اچھا۔۔۔۔۔۔۔۔شکر ہے۔"تینوں نے ایک ساتھ شکر کا کلمہ ادا کیا جس پر زرغون نے انہیں حیرت سے گھورا تھا۔جواباً تینوں مسکرا کے رہ گئی تھیں۔

"توبہ ہے میں کچھ دیر کے لیے کمرے سے باہر کیا چلی گئی ان تینوں کے تو لگتا ہے دماغ ہی الٹ گئے۔"

زرغون نے اس سب کو ان تینوں کا پاگل پن قرار دیا اور اپنے نوٹس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اسکی توجہ اتنے آرام سے ہٹ جانے پر ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں مبارک باد پیش کی اور اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئیں۔ ویسے بھی زرغون کو ایگزامز کی اتنی ٹینشن تھی وگرنہ کوئی اور موقع ہوتا تو ان تینوں کی جان اتنی آسانی سے نہ چھوٹتی۔

***

"ابھی ان لوگوں کے فائنل سمسٹر کا مڈ چل رہا ہے۔ مطلب مجھے جو بھی کرنا بس دو تین مہینوں میں ہی کرنا ہے۔

اس کے بعد وہ واپس لوٹ جائے گی اور میں یہاں خود کو کوستا ہی رہ جاؤں گا کہ کیوں نہ کچھ کر سکا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ میڈم رہتی کہاں ہیں۔"۔۔۔۔۔۔۔اس نے بے بسی سے دیوار پر مکا مارا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"مگر ابھی کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا۔ اس کے ایگزامز تک ویٹ کرنا ہی پڑے گا۔ اتنا سیلفش بھی نہیں ہوں کہ ایگزامز کے ڈیز میں اسکی ساری اٹینشن ڈائیورٹ کر دوں۔۔۔۔۔۔"

اس بات سے قطع نظر کہ اس کی اپنی سب اٹینشن ڈائیورٹ ہو چکی ہے وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اسکا بزنس اس کی امپورٹنٹ کیسز کی فائلز، اس کا پیشن سب ایک طرف تھا اور اظہار محبت

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

اور محبت کو حاصل کرنے کا مسئلہ اس کے سر پر سوار تھا۔البتہ میٹنگز وہ سب اٹینڈ کر ہی لیتا تھا مگر کسی بھی چیز میں اس کا دل ہی نہیں لگ رہا تھا۔وہ ہر صورت اپنے دل کا حال زرغون تک پہنچانا چاہتا تھا۔

"افففف کاش ایک دوافئیر ہی چلالئے ہوتے تو کچھ آسانی ہو جاتی۔"اس نے جلے دل سے سوچا تھا۔اسے اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کھیل کا وہ بلکل نیا کھلاڑی ہے۔

"میں کس سے ہیلپ لوں۔ولیہ نے بھی صاف کہہ دیا کہ ہے کہ وہ مدد نہیں کرے گی۔۔۔"جب وہ ٹہلتے ٹہلتے تھک گیا تو سر پکڑ کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

www.classicurdumaterial.com

***

support@classicurdumaterial.com

"افففففف۔۔۔کاش اس دنیا میں ایگزامز نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔"آج ان کا فرسٹ ایگزام تھا اور نیلم کی بیزاری پورے دس دن عروج پہ رہنی تھی۔

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

" صحیح کہہ رہی ہو یار۔۔۔یہ اتنا اسٹریس دینا۔۔۔کہاں ہیں ماہر نفسیات۔۔۔اس سب کو بین کیوں نہیں کر دیتے۔؟؟"ولیہ نے بھی نیلم کا ساتھ دیا جبکہ سارہ اپنے سارے نوٹس اس طرح رٹ رہی

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

تھی جیسے کوئی آخری ملاقات کرتا ہے۔ویسے بھی لاسٹ مومنٹ میں اپنا پورا سلیبس ریوائز کرنا اسکی پرانی عادت تھی۔ جبکہ زرغون بہت سکون سے ولیہ کی جذباتی تقریر سن رہی تھی۔

"اسلئے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر آپ ایمانداری سے اور پوری محنت سے ایگزامز کی پریپریشن کرلیں تو کوئی اسٹریس نہیں ہوتا۔"زرغون نے انہیں آئینہ دکھایا۔

"اے ے ے دنیا کی سب سے پر سکون لڑکی۔۔۔۔۔۔۔کوئی جتنا بھی ذہین فطین اور قابل کیوں نہ ہو ایگزامز والے دن اتنا پر سکون پھر بھی نہیں ہوتا۔"سارہ نے ایک نظر ارد گرد پریشان گھومتی تمام لڑکیوں پر ڈالی اور پھر زرغون کے مطمئن چہرے کو رشک سے دیکھا۔۔۔۔۔"یہ کوئی گاڈ گفٹڈ ٹیلینٹ ہی ہو سکتا ہے۔

"چلو یار اب ایگزامینیشن ہال پلیز۔اتنا کم ٹائم رہ گیا ہمیں اب وہی ہونا چاہیے۔"نیلم کی پریشان آواز پر ولیہ نے بھی بوکھلا کر ٹائم دیکھا۔

"ہاں یار پلیز اب چلو۔مجھے ڈر ہے کہ کہی سارہ اپنے ہینڈ آوٹس کھانا نہ شروع کردے یا گھول کے پینا شروع ہو جائے گی۔"زرغون نے انکی ٹینشن کم کرنے کی کوشش کی۔لیکن اس وقت کوئی بھی چیز انکی ٹینشن کم نہیں کر سکتی تھی۔

ایگیز مینیشن ہال کی طرف جاتے ہوئے بھی سارہ نے مسلسل نوٹس کا رٹہ لگانا جاری رکھا۔

***

سر آپ کو دس دنوں کے لیے اسلام آباد جانا ہے۔"اسکے پرسنل اسسٹنٹ نے اسے نئے اسکیجوئل سے مطلع کیا۔

"چلو اچھا ہے تب تک ان کے ایگزامز بھی ختم ہو جائے گیں۔"وہ اپنی ہی دھن میں بول گیا تھا۔

"جی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"جواباً اسے اسسٹنٹ کا کافی حیران اور لمبا"جی"سنائی دیا تھا۔

"سنو تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں کتنا بزی ہوں اور تم سے اتنی ڈیٹیلز نہیں سن رہا میں۔مجھے میل کردو میں فری ٹائم میں خود ہی دیکھ لوں گا۔تم جاو۔"اپنی بوکھلاہٹ چھپانے کے لئے اس نے اسی پر چڑھائی کر کے اسے وہاں سے آوٹ کر دیا تھا۔

جواباً وہ سر جھکاتا آفس سے نکلتا چلا گیا۔جبکہ وہ دل ہی دل میں اس بدلاو پہ حیران رہ گیا تھا۔

اسے جاب کرتے ہوئے تقریباً سات سال کا عرصہ بیت گیا تھا جبکہ ایسا تو پہلی بار ہی ہوا تھا۔یہ محبت بھی عجیب طرح سے شخصیت پہ اثرانداز ہوتی ہے۔ارد گرد کے لوگ بھی باخبر ہو ہی جاتے ہیں۔

***

"یار میں سوچ رہا ہوں کہ میں بھی اپنی زمین بیچ دوں۔اب اس کی پڑھائی بھی تین چار مہینوں میں ختم ہو جائے گی۔اس کے ویاں کے لیے پیسہ بھی تو چاہیئے ہو گا نہ۔۔۔۔۔۔۔۔"انہوں نے اپنی سادگی میں انہیں دوست کی حثیت سے مطلع کیا تھا مگران کا موڈ اچھا خاصا خراب ہو گیا تھا۔

"ہاں تو اور کیا۔تیری بیٹی تو ویسے بھی غیروں میں جا رہی ہے۔تجھے تو خوب پیسہ چاہیئے۔ایسا کر زمینیں ہی کیوں تو ساتھ مکان بھی بیچ دے۔اور کہی بکے تو یہ برسوں پرانی یاری بھی کہی بیچ دے۔۔۔۔۔۔۔۔"انکو شدید دکھ ہوا تھا اور انہوں نے اس کا خوب اظہار کیا تھا۔

"ہاں تو تو بس جذباتی ہو جایا کر۔میں کیا اپنی بیٹی کے ارمان نہ دیکھوں۔بچیوں کے سو ارمان ہوتے ہیں۔میکے سے ملنے والی چیزوں سے خاص لگاؤں ہوتا ہے انہیں۔"انہوں نے انکی ناراضگی کو چٹکیوں میں اڑا دی تھی۔

اس وقت وہ صرف ایک بیٹی کے باپ تھے

"ٹھیک ہے بھئی تیرا بیٹا جانے اور تو۔۔۔۔۔۔۔"وہ جانتے تھے کہ جواد خود منع کر دے گا۔جبکہ جواد کے نام پہ وہ بھی ٹھٹک کے انہیں دیکھنے لگے تھے۔

"تجھے جواد کو کچھ بھی کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔جب وقت آئے گا تو میں خود ہی دیکھ لوں گا۔"

ہونہہ۔۔۔۔"جوابا وہ سر جھٹکتے چلے گئے تھے جو کہ اس بات کا اشارہ تھا کہ یہ بات جواد کے علم میں ضرور لائیں گیں۔

***

وہ لوگ کالج کے کیفے ٹیریا میں بیٹھی اپنے لاسٹ پیپر کو ڈسکس کر رہی تھی۔

"چلو یار شکر ہے ایگزامز تو ختم ہوئے۔چلو جیسے بھی ہوئے مگر ایگزامز کے ختم ہونے کا بھی اپنا ہی مزا ہے۔"ولیہ کو جتنی ٹینشن ایگزامز سٹارٹ ہونے کی ہوتی تھی ان کے ختم ہونے کی اتنی ہی خوشی بھی ہوتی تھی۔

"ارے کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی تھی میں مس زرغون۔لو فائنلی تم سے ملاقات ہو ہی گئی۔"ان چاروں نے حیرانگی سے اس سٹائلش لڑکی کو مڑ کے دیکھا جسے وہ پہلی بار دیکھ رہیں تھیں۔مگر وہ زرغون سے ایسے مل رہی تھی جیسے بچپن سے جانتی ہو۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" زرغون نے بار بار ذہن پر زور دیا مگر انتہائی کوشش کے باوجود بھی وہ لڑکی اسکی یاداشت میں کہی محفوظ نہیں تھی۔

" ہمم۔۔۔۔ صحیح کہہ رہی ہو تم نے مجھے نہیں پہچانا ہو گا۔ مگر میں تمہیں پہچان گئی ہوں اور اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئی تو بہت جلد پورا کالج تمہیں پہچان جائے گا۔" اس کی آواز اور انداز نے زرغون کے ہوش تک اڑا دیئے تھے۔

وہ چاروں ایک ساتھ اٹھ کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئیں تھیں۔ ولیہ نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا جبکہ نیلم اسے گھورنے میں مصروف تھیں اور زرغون غصہ سے لال ہو چکی تھی۔

www.classicurdumaterial.com

"ایکسکیوزمی آپ ہیں کون اور آپ کا مسئلہ کیا ہے؟" نیلم اپنے مخصوص دیہاتی انداز میں آستینیں چڑھاتی سب سے پہلے میدان میں اتری۔

support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"میں شرجیل کی کزن ہوں۔ جو آج تک مجھ سے تو ملنے نہیں آیا مگر تم سے ملنے آگیا۔ پورے کالج کے سامنے جو تم پارسا بنی پھرتی ہو نہ۔ بتادوں ابھی تمہاری حقیقت تو ساری پارسائی سامنے آجائے۔" اس کے لہجے میں جھلکتا حسد صاف نظر آرہا تھا۔

کوئی شرجیل آیا مجھ سے ملنے۔" زرغون اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کا دماغ ہی چل گیا ہو۔

"ہاں اور اب اگر تم مجھے اس کے آگے پیچھے بھی نظر آئی تو پورے کالج کے سامنے تمہاری اس پارسائی کی حقیقت لے آؤں گی۔" اپنی بات پوری کرتی وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

"اللہ یہ کیا تھا۔" زرغون انتہائی شاکڈ تھی۔

"اوہو۔۔۔۔۔۔زرغون تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ ہو گی وہ شرجیل کی فین۔ اور وہ نہیں منہ لگاتا ہو گا تبھی تم سے جیلس ہو گئی اور بس۔۔۔۔۔۔۔" نیلم نے اس کی پریشانی دور کرنا چاہی۔ جوابا زرغون جو انتہائی شاکڈ تھی اس کی بات پر بلکل ہی چکرا کر رہ گئی تھی۔

"تو اور کیا زرغون۔ تمہیں ایک بات بتاوں جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں اور ایک اور مزے کی بات۔ جو کتے بھونکتے ہیں نہ وہ کبھی کاٹتے نہیں کیونکہ وہ اپنی سب انرجی بھونکنے میں ضائع کر دیتے ہیں۔ یہ میرا ڈائیلاگ نہیں ہے سارہ کے ساتھ ناول پڑھتی ہوں نا تو اسی لئے۔ لیکن تم پریشان نہ ہو وہ ایسا کچھ نہیں کرے گی۔" ولیہ ماحول کو لائٹ کرنے میں اتنا مگن تھی کہ زرغون کے تاثرات نوٹ ہی نہیں کر سکی۔ جبکہ زرغون اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہو ولیہ تم۔ میں نے بہت شور مچانے والوں کو کچھ خاص کرتے نہیں دیکھا۔ البتہ جو بہت محبت چاہت سے آپ سے ملتے ہیں اور آپ کے اپنے بن کے آپ کے ساتھ زندگی گزار رہے

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

ہوتے ہیں اتنی خاموشی سے زہر گھولتے ہیں کہ آپ کو احساس تک نہیں ہوتا۔ بلکل جیسے آستین کے سانپ۔۔۔۔۔"سارہ کھوئی ہوئی آواز میں ایسے بول رہی تھی جیسے سب آستین کے سانپ اس کے سامنے ہوں۔ نجانے اس نے بھی کونسے وقت کی بھڑاس نکالی تھی۔

اس سے پہلے کہ سب سارہ کی آواز کی طرح اس کے دکھ میں کھو جاتے زرغون کی دھاڑتی آواز نے انہیں حواسوں میں آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کیا مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟آخر مطلب کیا ہے تم سب کا۔؟"اس نے باری باری سب کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔

"میں جو اس پریشانی میں بیٹھی ہوں کہ یہ لڑکی کون تھی اور یہ شرجیل کون ہے اور مجھ سے کب ملنے آیا تم لوگ مجھے تسلیاں دے رہے ہو کہ وہ کچھ نہیں کرے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اب کی بار شاکڈ ہونے کی باری ان تینوں کی تھی۔

"میری طرح تم لوگوں کے ذہن میں بھی پہلا سوال یہ کیوں نہ آیا کہ آخر یہ دونوں کون ہیں؟۔ کیوں تم لوگ اتنے مطمئین ہو اور مجھے بھی کرنے پہ لگے ہو؟ ایسا کیا ہے جو تم لوگ جانتے ہو اور میں

نہیں۔بولو ولیہ۔۔۔۔۔۔۔"وہ اچانک ولیہ کے بلکل سامنے کھڑی ہو گئی اور اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال پوچھ رہی تھی۔

جبکہ ولیہ دل ہی دل میں نیلم کو کوس رہی تھی جس نے بات ہی اتنی غلط شروع کی تھی۔اور پھر خود کو کوس رہی تھی کہ ذرا بھی خیال نہیں رہا کہ زرغون اس سب معاملے سے لاعلم تھی۔

"بولو نیلم۔۔۔۔۔"زرغون نے ولیہ کو خاموش دیکھ کے اپنا رخ نیلم کی طرف موڑ لیا تھا مگر وہاں بھی گہری خاموشی تھیں۔

"بولو اب تم تینوں کچھ۔اتنے دیر سے اتنا کچھ بول رہے تھے اب تم لوگوں کو سانپ کیوں سونگھ گئے۔؟؟؟بولوں۔۔۔۔۔۔"زرغون کی دھاڑتی آواز نے کیفے ٹیریا کے درو دیوار تک ہلا دیئے تھے۔وہاں موجود سب لڑکیوں نے زرغون کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

وہ ایک شخص جو کسی طور مل جاتا مجھے

مجھکو منظور تھے پھر جتنے خسارے ہوتے♥

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

وہ آفس میں کرسی پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں گم تھا۔سامنے میز پر خالی کاغذ اور کچھ فاصلے پر پین پڑا تھا۔

اپنے سامنے پڑے کاغذ پر کچھ سوچ کر اس نے یہ شعر تحریر کیا اور کافی دیر بلاوجہ اسے دیکھ کر مسکراتا رہا۔۔۔۔

کیا یار اس دن کے بعد سے ہمت ہی ہار بیٹھے۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بات خسارے کی کرتے ہو اور دوبارہ ملنے کی ہمت ہی نہیں کی۔۔۔"اس نے باآواز بلند اپنا مذاق اڑایا تھا۔اسکے ہونٹوں پر خود کے لیے ہی ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

"نہیں ڈاکٹر شرجیل نہیں"۔۔۔۔۔وہ میز پر زور سے ہاتھ مارتا کرسی سے کھڑا ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ایسے نہیں چلے گا کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"اسکے انداز سے صاف ظاہر تھا جیسے وہ کوئی فیصلہ کر چکا ہو۔

"لیکن اس گارڈ نے بھی مجھے کوئی انفارمیشن نہیں دی۔"کچھ سوچتے ہوئے اس نے موبائل نکالا اور گارڈ کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اچانک اسے ہاسٹل کے گارڈ کا خیال آیا تھا جو اسے ان لوگوں کے آنے جانے کی ساری معلومات فراہم کرتا تھا۔

***

"زرغون بات اتنی بڑی نہیں تم خوامخواہ ناراض ہو رہی ہو۔" نیلم جو اسے منانے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھی تھی اسکے گھورنے پر واپس بیٹھ گئی۔

"تم کہہ رہی ہو کوئی بات نہیں۔ تم لوگوں نے بات چھپائی ہے مجھ سے۔ تم سب نے۔۔۔۔۔۔"

"اوہو زرغون دیکھو ہم نے تم سے بات چھپائی نہیں ہے۔۔۔" نیلم نے دوبارہ بات شروع کی۔

"تو پھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

زرغون نے مزید غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

"بس بتائی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔" نیلم نے دانتوں تلے زبان دبائی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"کیا فضول کی بحث میں لگے ہوئے ہو تم لوگ۔۔۔۔"نیلم کی بے فائدہ بحث کو دیکھتے ہوئے آخر ولیہ کو ہی میدان میں اترنا پڑا تھا۔

"دیکھو زرغون دو گھنٹے سے تمہیں منا رہے ہیں مگر تم مان کے نہیں دے رہی۔سچ تو یہ ہے کہ ہمیں واقعی نہیں پتہ تھا کہ اس دن تم سے شرجیل ملنے آیا ہے۔

لیکن ہاں ہمیں شرجیل کا پتہ تھا اور ہمیں تم سے نہیں چھپانا چاہیے تھا۔اس کے لیے سوری۔۔۔۔۔"

تینوں اس کے سامنے چہرے پر زمانے بھر کی معصومیت

سجائے کان پکڑے کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہے مگر پہلے پرامس کرو کے آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔"آخر کار وہ مان ہی گئی تھی۔

"تھینک گاڈ فائنلی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ولیہ نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہاتھ جوڑے۔بلکہ ان دونوں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔آخر دو گھنٹے کی ان تھک محنت اور لگاتار معذرت کے بعد وہ مان ہی گئی تھی۔

"چلو یار اب ایگزامز ختم ہونے اور اس سے بڑھ کر ہماری جان چھوٹنے کی خوشی میں لنچ کسی اچھی جگہ ہونا چاہیے۔"

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

نیلم منامنا کے تھک چکی تھی اب اسے مسلسل بھوک ستا رہی تھی۔ تبھی سب کی توجہ سیلیبریشن کی طرف دلائی۔

"ہاں جی بلکل۔اور بل بھی آپ ہی پے کریں گیں نیلم میڈم۔آخر سب فساد آپ ہی کا پھیلایا ہوا ہے۔" ولیہ نے بڑی ہوشیاری سے سارا ملبہ نیلم پہ ڈال کر موقع سے فائدہ اٹھایا۔

"جی۔"نیلم نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے تینوں کو دیکھا تھا۔

"جی۔"تینوں نے ایک آواز میں بولتے ہوئے اپنی یکجہتی کا ثبوت دیا تھا۔

"اچھا چلو ٹھیک ہے۔"اس کو ماننتے ہی بنی۔

"کیونکہ مین آف دی میچ میں ہوں آج تو وینیو اور مینیو بھی میں ہی ڈیسائیڈ کروں گی۔"زرغون مزید پھیلی تھی۔جواباً نیلم نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"اوہو یہ سب راستے میں بھی ڈیسائیڈ ہو جائے گا ابھی چلنے کی تیاری پکڑوں۔"

سارہ نے دونوں کو جلدی جلدی وہاں سے ہٹا دیا مبادا کوئی اور نہ جنگ چھڑ جائے۔

***

تقریباآدھے گھنٹے کے بعد وہ تینوں ایک اچھے سے چائینیز ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔

راستے میں وینیو توڈیسائیڈ ہو گیا تھا مگر مینیو ڈیسائیڈ نہیں ہو سکا تھا۔

شدید گرمی اور پیاس کی وجہ سے ان لوگوں نے فوری طور پر جوس آرڈر کیئے تھے۔

اب زرغون اور نیلم کے درمیان مینیو کارڈ کو لے کر بحث جاری تھی۔

وہ چاروں ریسٹورنٹ کے بڑے سے ہال کے وسط میں رکھی ایک چوکور میز پر اس طرح بیٹھی تھی کہ نیلم اور زرغون ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں جبکہ سارہ اور ولیہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں۔

بحث مسلسل جاری تھی دیکھتے ہی دیکھتے نوبت مینیو کارڈ کی چھینا جھپٹی تک جا پہنچی تھیں۔ وہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ایک ہاتھ سے مینیو کارڈ کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔

جبکہ ولیہ اور سارہ اس سچویشن پہ بلکل شاکڈ تھیں اور ان کی نظریں مینیو کارڈ کے ساتھ ساتھ حرکت کرتی منتظر تھیں کے کب اس کے دو ٹکڑے ہوں۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

مگراس سے پہلے کے دو ٹکڑے ہوتے زرغون کی کہنی لگنے سے اس کی سائیڈ پر رکھا اسکا جوس کا گلاس زمین بوس ہو چکا تھا اور کچھ جوس اس کے دوپٹے اور تھوڑا سا قمیض کے دامن پر بھی گر چکا تھا جبکہ باقی کا محلول زمین پر بکھرا پڑا تھا۔ شکر کہ ڈیسپوزیبل گلاس تھا ورنہ محلول کے ساتھ ساتھ کانچ بھی بکھرا ہوتا۔

"لومرو۔"۔۔۔۔۔زرغون نے کارڈ نیلم کی طرف پھینکا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔جوس بھی حرام کر دیا میرا۔"

غصے میں اسے گھورتی، پھنکارتی اور پاوں زمین پر پٹختی وہ لیڈیز واش روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔

جبکہ اس کے غصے کو دیکھتے ہوئے کسی نے بھی اس کے ساتھ جانے کی ہمت نہیں کی تھی۔ البتہ اس کے جاتے ہی وہ دونوں نیلم کی کلاس لینا شروع ہو گئیں تھیں۔

"اوفوہ کیا مصیبت ہے۔۔۔۔۔" مسلسل بڑبڑاتی وہ اپنے دوپٹے کو سکھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ رہ رہ کر اسے نیلم پر غصہ آیا ہوا تھا کہ جوس کا تو ایک بھی سپ نہیں لے سکی تھی الٹا جان نئی مصیبت میں پڑ گئی تھی۔ (یہ جانے بغیر کے باہر ایک نئی مصیبت اس کی منتظر ہے) کافی حد تک ڈوپٹہ سوکھ چکا تھا تو قدم باہر کی جانب بڑھاتے ہوئے اس نے تشکر آمیز نظروں سے سامنے دیوار پر نصب ڈرائیر کو دیکھا جو اس آڑے وقت میں اسکے خوب کام آیا تھا اور باہر چلی گئی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"ہیلو مس زرغون کیسی ہیں آپ۔" اس سے پہلے کے وہ جانے کے لیے قدم بڑھاتی ایک خوش شکل نوجوان اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔

"اوہ نو۔ یہ تو وہی ہے مری والا۔" وہ اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گئی تھی۔

"شرجیل۔" اس نے خوش دلی سے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا۔

اس نے ایک غصیلی نظر اس پر ڈالی اور بمشکل سائیڈ سے جگہ بناتی تیزی سے نکلتی چلی گئی۔

"مگر کیا ہم صرف بات۔۔۔۔۔،" وہ اپنی ادھوری بات اور بڑھے ہوئے ہاتھ کے ساتھ اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا تھا۔

"کمال لڑکی ہے بات کرنے کیا سننے کی بھی روادار نہیں۔"

وہ حیرانگی سے جوں کا توں ہی کھڑا رہ گیا تھا۔

"ایسے تو یہ کبھی بھی میری بات نہیں سنے گی۔" اس نے پر سوچ نظروں سے اس ٹیبل کو دیکھا تھا۔

"چلو اٹھو چلو یہاں سے۔۔۔۔۔" اس نے ٹیبل پہ پہنچتے ساتھ ہی ان تینوں کو چلنے کا کہا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اوہ ہو۔۔۔۔۔سوری نہ زرغون ایسا بھی کیا غصہ لنچ تو کر لو۔بلکہ یہ لو مینیو کارڈ۔تم جو بھی آرڈر کرو گی میں کھا لو گی۔"نیلم کی لنچ کینسل ہوتا دیکھ کر جان پہ بن گئی تھی۔

"او کے فائن تم لوگ بیٹھوں لنچ کرو میں جا رہی ہوں۔"وہ تینوں کو وہی چھوڑتی باہر جانے لگی جبکہ نیلم کا مینیو کارڈ تھامے ہاتھ بھی ہوا میں معلق رہ گیا۔

"نہیں ہم بھی آرہی ہیں۔۔۔۔"اس کے خطرناک تیور دیکھ کر نیلم اور سارہ بھی اپنی چیزیں چھوڑ اس کے پیچھے بھاگی۔

جبکہ ولیہ کو ان سب کی چیزیں سمیٹنے میں تھوڑا ٹائم لگا۔

"میم آپ کا جوسز کا بل۔۔۔۔"شاید ان کو اس طرح نکلتا دیکھ کر ویٹر بھی متحرک ہو گیا تھا۔

"اوہ یس۔میں ابھی پے کرتی ہوں۔"اس نے سب کے بیگز واپس پٹخے اور شرمندہ سی اپنا کلچ کھولنے لگی۔

"ان کا بل میں پے کر دوں گا۔"جانی پہچانی سی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔۔۔"اوہ آئی سی"۔۔۔۔۔۔ساری سچویشن کو سمجھنے میں اسے ایک پل لگا تھا۔

"اوہ تو آپ کی وجہ سے ہمارا لنچ خراب ہوا۔"طنزیہ لہجے میں کہتی تمام چیزیں اٹھا کر وہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"توٹھیک ہے بل پھر آپ کو ہی پے کرنا چاہیے۔ کندھے اچکاتی وہ اطمینان سے ان تینوں کے پیچھے گئی تھی۔

"ہمممم۔۔۔۔۔۔۔ایک بات سننے کی روادار نہیں اور ایک اسکی دوست پٹر پٹر بولتی ہے۔ یہ میرے کچھ نہ کچھ کام آہی جائے گی۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے لنچ پیک کروایا اور گاڑی کو ان کے ہاسٹل کے راستے پر ڈال دیا۔

وہ تینوں بھوکی پیاسی واپس ہاسٹل کے کمرے میں موجود زرغون کے غصے کا سامنا کر رہی تھی۔

"واٹ دا ہل۔۔۔۔۔آج کا تو دن ہی منحوس ہے۔ بھوک کے مارے دم نکل رہا ہے میرا۔۔۔۔۔"

وہ مسلسل غصے میں بڑبڑاتی ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔

"ہم کچھ آرڈر کر لیتے ہیں۔" ولیہ نے ڈرتے ڈرتے تجویز پیش کی۔

مگر وہ اتنے غصے میں تھی کہ اس نے رسپانس تک نہیں دیا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ پہلے بھی سب یونہی چلتارہاہے ہمارے درمیان۔پھر آج زرغون کو اتنا(سارا زوراتناپہ تھا)غصہ کیوں چڑھ رہاہے۔؟؟"نیلم کافی دیر سے یہ سوچ سوچ کے پریشان تھیں کہے بغیر رہ نہ سکی۔

"واٹ۔۔۔یہ سب چلتارہتاہے۔"زرغون نے گھبرا کراس پہ ہی چڑھائی کردی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ مزیداس کی خبر گیری کرتی دروازے پہ دستک ہوئی۔

"جی۔۔"سارہ بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"ولیہ کو نیچے بلارہے ہیں۔"پی این نے مطلع کیا۔

"نیچے۔۔۔۔"ولیہ نے حیرت سے پی این کو دیکھا۔

"ریسپشن پہ۔۔۔"وہ آگاہ کرتاواپس پلٹ گیا۔

ولیہ ان سب کو حیران چھوڑتی دل میں ہزاروں سوال لیے ریسپشنیسٹ کے پاس گئی تھی۔

"جی ولیہ آپ وزٹینگ روم میں جائیں۔۔۔۔"ریسپشنیسٹ نے اسے دیکھتے ہی آگاہ کیااور دوبارہ اپنے کاموں میں مصروف ہوگئی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

ولیہ کو یہ مغرور سی ریسیپشنیسٹ بلکل پسند نہیں تھی۔اس لئے اس سے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے خود ہی وزیٹنگ روم میں چلی گئی تھی۔

"آپ۔۔۔"سامنے موجود شخص کو دیکھ کر اس کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا تھا کہ وہی شخص تو ذمہ دار تھا اوپر لگے تماشے کا اور ان کے بھوکے رہنے کا۔

"جی مس ولیہ آپ نے بولا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں آپ کے لنچ کے کینسل ہونے کا تو وہ معمولی سا بل پے کر کے مجھے لگا ازالہ نہیں ہوا اسلئے آپ لوگوں کا لنچ لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔"

"خیر ازالہ تو آپ نہیں کر سکتے لیکن خوشی ہوئی یہ جان کر کہ کچھ تو احساس ذمہ داری ہے آپ میں۔"

www.classicurdumaterial.com

ولیہ کا اس کے ہاتھ میں پکڑے شاپرز دیکھ کے موڈ کچھ بہتر ہوا۔(بلکل ٹھیک یہی فرض ہونا چاہیے تھا اس کا۔۔۔۔)

support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اس نے پورے حق کے ساتھ شاپرز وصول کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"چلیں شکر ہے میری کوئی خوبی تو آپ کے سامنے بھی آئی۔پھر ایسے ذمہ دار اور اصول پسند انسان کو آپ کی دوست کا ہم سفر کیوں نہیں ہونا چاہیئے۔سوچئے گا ضرور اس بارے میں۔۔۔"اس کے ہاتھ میں شاپرز تھماتا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

" صحیح تو کہہ رہا ہے۔اچھا خاصا ہے۔بلکہ اچھا خاصا ہی امیر ہے اور زرغون وہ تو پاگل ہے۔یہ گولڈن چانس زندگی میں بار بار نہیں ملتے۔اس کو ایسا چاہنے والا پڑھا لکھا امیر شخص کہاں ملے گا اور اس کے خاندان میں تو ایک بھی اس کی ٹکر کا نہیں ہے۔زرغون کو سوچنا چاہیئے۔"

"آوہ۔۔۔سوری۔۔۔"اپنی سوچ میں گم سیڑھیاں چڑھتے بےدھیانی میں اوپر سے آتی لڑکی سے ٹکرا گئی تھی۔

سوچوں کے بھنور سے باہر آئی تو اسے احساس ہوا کہ اس کے ذرا سوچنے گا کو وہ زیادہ ہی سیر ئیسلی لے چکی ہے۔

افففف۔۔۔ابھی تو ان پر بھی عدالت لگے گی۔۔"ہاتھ میں پکڑے شاپرز پر نظر پڑتے ہی خیال آیا تھا۔

آرے ہاں۔۔۔"کسی خیال کے تحت اسکی آنکھیں چمکی تھیں۔منٹوں میں کہانی بنا کے اس کے دماغ نے پیش کردی تھی۔

"اوہ یہ ڈیش انسان تو مجھے مروا ہی چکا تھا۔"ایسے ہی نگاہ شاپرز میں ڈالی تو اوپر ہی پڑا اسکا کارڈ نظر آیا۔

جلدی سے کارڈ کلچ میں ڈالا اور تیز تیز قدم اٹھاتی روم کی طرف بڑھ گئی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"یہ لوں مت مرو۔اور کھالواب سکون سے۔"اس نے روم میں جاتے ہی شاپرز زرغون اور نیلم کے سامنے رکھے تھے۔

"مگر یہ آیا کہاں سے۔"نیلم جو بھوکوں کی طرح کھانے پہ ٹوٹ پڑی تھی زرغون کے اچانک سوال پہ سب بھول کے تجسس بھری نگاہوں سے ولیہ کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا مطلب کہاں سے آیا۔میں نے آرڈر کیا تھا اور وہی لینے گئی تھی۔اب تم پوچھوں گی کب۔؟ہیں نہ۔۔تو یاد کرو میں ریسٹورنٹ سے لیٹ آئی تھی۔آرڈر ہی کر رہی تھی۔

اب بہت بھوک لگ رہی ہے مزید کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی پلیز اب کھانا کھالو۔"اس نے ساری بات کو ایک ہی دفعہ میں نمٹایا تھا کہ کہیں سوال جواب کا سیشن نہ شروع ہو جائے۔

"اچھا وہ ایسے بھی ڈیلیور کرتے ہیں مجھے پتہ نہیں تھا۔"نیلم نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ولیہ کو گھورا تھا۔

ولیہ بظاہر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھتی رہی لیکن شدید تاو آرہا تھا کہ ویسے تو اس کا دماغ چلتا نہیں تھا مگر اس وقت خوب چلا تھا۔

شکر ہے کہ زرغون اور سارہ نے اس کی بات پہ دھیان نہیں دیا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اب کیادونوں ایک دوسرے کو گھور رہی ہو کھاتی کیوں نہیں۔"سارہ کی ڈانٹ پر وہ دونوں فورا کھانے میں مشغول ہو گئی تھیں۔

***

"ہیلو مس ولیہ۔آپکے فون کا کافی انتظار کیا مگر مجھے مجبورا خود ہی کال کرنی پڑی۔۔"ولیہ نے نامعلوم نمبر سے کال ریسیو کی تھی۔اتنی فرینکنس کی توقع نہیں تھی۔

"جی کون۔۔۔۔؟"۔اس نے حیران سی آواز میں پوچھا۔

"ارے اتنی جلدی بھول گئی آپ۔چلیں خیر چھوڑیں میں شرجیل بات کر رہا ہوں۔۔۔"کمال اطمینان سے آگاہ کیا گیا تھا یہ جانے بغیر کے سننے والے کا تمام اطمینان رخصت ہو چکا ہے۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے شاکی نظروں سے ایسے موبائل کو دیکھا جیسے موبائل کسی اور کا ہو یا آواز اس موبائل سے نہ آرہی ہو۔"آپ۔۔آپ کو یہ نمبر کہاں سے ملا میرا؟۔"اب کی بار وہ انتہائی سٹپٹائی آواز میں گویا ہوئی۔

"خیر اب کسی کا نمبر نکلوانا اتنا بھی مشکل کام نہیں رہا۔جتنا آپ حیران ہو رہی ہیں۔"فخریہ لہجے میں مطلع کیا گیا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"مگر پھر بھی۔۔۔۔" وہ بضد تھی اس جاسوس کا نام جاننے کے لیے۔

"مس ولیہ آپکی سوئی تو اس بات پہ اٹک ہی گئی۔ دیکھئے مس انسان کے ریفرنس ہونا تو کوئی بھی باآسانی آپ کا یہ کام کر سکتا ہے۔" اس نے اب کی بار بھی گول مول سا جواب دیا۔

"اووہ آئی سی۔۔۔ تو اتنے ریفرنس بنا کیسے لیتے ہیں آپ۔" ولیہ نے بات کو ڈریگ کرنا چاہا کہ شاید کوئی کلیو ہاتھ لگ جائے۔

"اففف۔۔۔۔ آپ تو خاصی نان سینس ہیں۔ ظاہر ہے کہ پیسوں سے آسانی کے ساتھ ریفرنس بنائے جا سکتے ہیں" اس نے اب کی بار چڑ کے جواب دیا۔ وہ بات کیا کرنا چاہتا تھا اور وہ ابھی وہی اٹکی ہوئی تھی۔

"اچھا۔۔۔۔۔ تو آپ کو کوئی ضرورت نہیں ہے ایک نان سینس کو کال کرنے کی"۔۔۔۔۔ (اپنی بھڑاس نکال کر اس نے کال کاٹ دی)۔۔۔۔۔۔ "اونہہ۔۔۔۔ آیا بڑا نان سینس۔۔۔۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔۔ بدتمیز۔۔۔۔ اب کال کرے گا تو وہ سناوں گی کہ یاد رہے گا کہ کسی کو نان سینس بولا تھا۔"

وہ اچھا خاصا برا منا گئی تھی۔ وارڈن کے ڈر سے جلدی سے موبائل کو کلچ میں ڈالا تھا۔

"اوہو شٹ۔۔۔۔ کم از کم یہ ناراض نہ ہوتی۔۔۔۔۔ مجھے کچھ تو کنٹرول کرنا چاہیے تھا اپنے غصے پر۔۔۔۔ کتنا کام آسکتی تھی یہ میرے۔۔۔۔۔۔" وہاں شرجیل اپنی جلد بازی پہ سر پکڑ کر بیٹھا تھا۔ اکثر اپنی جلد باز اور غصیلی طبعیت کے پیش نظر وہ نقصان اٹھاتا تھا۔

***

"جوادپتر میں سوچ رہا ہوں کہ پڑھائی تو ہوتی ہی رہے گی۔ نیلم بیٹی کو رخصت کر کے لے آتے۔ اور پھر بے چاری ہاسٹل میں رہتی ہے۔" انہیں گھر کے ہوتے ہوئے نیلم کا ہاسٹل رہنا کچھ نامناسب سا لگ رہا تھا۔

"نہیں ابا ابھی تھوڑا اور صبر کر لو۔ اس کی پڑھائی ختم ہونے ہی والی ہے اور ویسے بھی میں بھی چاہ رہا تھا کہ شادی سے پہلے کوئی ڈھنگ کی نوکری مل جاتی۔۔۔۔" جواد اس نئی فرمائش پہ دل ہی دل میں خوب سیخ پا ہوا مگر بظاہر خود کو نارمل رکھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اچھا چل ٹھیک ہے جیسے تیری مرضی۔میں تو بس نیلم بیٹی کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ گھر کے ہوتے ہاسٹل میں رہتی ہے۔" وہ بھی سمجھ گئے تھے کہ جواد کی مرضی نہیں ہے اس لیے معاملہ بگڑنے سے پہلے ہی بات سمیٹ دی تھی۔

"ہاں تو ابا اسے گھر لے آو مگر شادی کے لیے ابھی نہیں۔کم از کم اسکی تعلیم جب تک مکمل نہیں ہو جاتی۔" جواد کے دل پہ پچھلی نصیحتوں
کا اثر ابھی بھی باقی تھا۔

"پر بیٹا تجھے پتہ ہے کہ تیرے چاچے کو بھی مناسب نہیں لگے گا کہ وہ شادی سے پہلے یہاں رہے۔اور وہ تو گاوں میں رہتا ہے۔لوگ اسے ابھی بھی طرح طرح کی باتیں سناتے ہیں۔خاص طور پہ اس کا بھتیج تاج۔"

"چچ۔۔۔۔یہ گاوں والے۔۔اور یہ تاج۔۔۔۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔چچا کو بولا بھی تھا یہاں آ کر رہ لے مگر۔۔۔۔۔۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

اور ابا تو پریشان نہ ہو میری فون پہ بات ہوئی تھی اس سے۔ وہ ٹھیک ہے وہاں۔ اپنی دوستوں کے ساتھ خوش رہتی ہے اور ویسے بھی اسے شروع سے عادت ہے ہاسٹل میں رہنے کی اور پھر کچھ مہینوں کی تو بات ہے پڑھائی ختم ہو جائے گی۔

بس تو دعا کر ابا کے اس سے پہلے مجھے اچھی نوکری مل جائے۔" وہ چارپائی کے پاس ان کے گھٹنے پکڑے بیٹھا اتنی آس سے بول رہا تھا جیسے باپ کے دعا کرتے ہی نوکری مل جائے گی۔

انسان کو اپنے ماں باپ کی دعاوں کا بہت آسرا ہوتا ہے اور حقیقتاً انسان کو ملنے والی راحتیں اور کامیابیاں انکی دعاوں کا ہی صلہ ہوتا ہے۔ جیسے کڑی دھوپ میں اچانک آجانے والے بادل کی طرح۔ زندگی کی سختیوں میں اچانک ملنے والے راحت کے لمحات۔ ماں باپ اپنی دعاوں کے ذریعے بھی انسان کو بہت کچھ دے رہے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

support@classicurdumaterial.com

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

***

"زرغون میرے ساتھ پلیز چلو۔ کچھ بکس لینی ہیں۔" ولیہ نے اپنے بیگ میں پیسے رکھتے ہوئے کہا۔

"اررررے تم خود ہی لے آو پلیز۔۔۔۔"

زرغون شدید بیزار دکھائی دی۔

"میں اکیلی بلکل بور ہو جاوں گی۔اٹھو نہ اتنے نخرے کیوں دکھا رہی ہو۔"۔۔۔۔۔اس نے پہلے کبھی انکار نہیں کیا تھا اسلئے اس کا انداز ولیہ کو کچھ الجھا گیا۔۔۔۔۔۔"اور کچھ پریشان ہو کیا۔؟"اس نے سوالیہ نظروں سے زرغون کی طرف دیکھا۔

"ہمممم۔۔۔۔وہ ہمیں فالو کرتا ہے اور اس دن بھی پرابلم ہو گئی تھی۔۔۔ولیہ اب میرا باہر جانے کو بلکل بھی دل ہی نہیں کرتا۔تم پلیز اکیلی چلی جاوں۔"ان چاروں کی دوستی اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ دل کی ہر بات آرام سے شیئر کر لیتی تھیں۔

"واٹ ؟۔۔۔واٹ نان سینس۔۔۔۔تم اس فضول انسان سے ڈر کے چھپ کے بیٹھ جاوں گی۔آنا جانا ہی چھوڑ دو گی؟آئی کانٹ بیلیو دس یار۔۔۔۔۔۔۔۔"ولیہ نے سن کر سر ہی پکڑ لیا تھا۔

"نہیں ولیہ ڈر نہیں رہی۔بس میں کچھ بھی پرابلم نہیں چاہتی۔ تھوڑا وقت ہی رہ گیا ہے اب یہاں پہ ہمارا، جتنا اچھے طریقے سے گزر جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس نے رسان سے سمجھانا چاہا۔جانتی تھی کہ ولیہ کبھی نہیں مانے گی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اوہ کم آن زرغون۔(اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے پیار سے سمجھانے لگی تھی)میری جان یہ بزدلی ہے۔ تمہیں اس سب کو فیس کرنا چاہیے۔ہمت اور بہادری سے۔اس طرح چھپ چھپ کر زندگیاں نہیں گزرتی۔۔۔۔"

"تم ایسا کہہ سکتی ہو ولیہ۔ایسا سوچ سکتی ہو۔کیونکہ یہ سب کانفیڈینس تمہارے فادر کا دیا ہوا ہے۔انہوں نے بہت اسٹرانگ بنایا ہے تمہیں۔۔۔۔پر میں۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔میں ایسے نہیں سوچ سکتی۔یو نو جس فیملی سے میں بلانگ کرتی ہو۔۔۔۔۔(وہ اتنی ایموشنل ہو گئی تھی کہ بات تک کرنا مشکل ہو رہی تھی)مجھے کتنی مشکل سے پرمیشن ملی اس سٹڈی کے لیے۔یہ میں ہی جانتی ہوں۔

ہمارا یہاں یہ نہیں دیکھا جاتا کہ قصور کس کا تھا۔جب تماشہ لگتا ہے نہ تو لڑکی ہی قصوروار گردانی جاتی ہے اور سزا بھی وہی بھگتی ہے۔نجانے لڑکے اپنی بہنوں کی دفعہ اتنی غیرت مندی کا مظاہرہ کرتے ہیں جبکہ جب بات دوسری لڑکیوں کی ہوتی ہے تو خود کو کتنا لبرل بنا لیتے ہیں۔"اس کی آواز میں دنیا جہاں کی افسردگی آسموئی۔

جبکہ ولیہ سوچ رہی تھی کہ زرغون صحیح کہہ رہی ہے۔جتنا ٹف ٹائم اسے اپنے فادر کی طرف سے ملا ہے اسے اسٹرانگ بنا گیا۔وہ ہمیشہ سے ہی قریشی صاحب کے بارے میں اتنی نفرت سے سوچتی تھی۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"اچھا پلیز تم رونا بند کرو۔ پلیز۔ اور دیکھوں میں ہو نہ تمہارے ساتھ۔ میں خود ہی اس سے نمٹ لوں گی۔ بیلیو می۔ بٹ تمہیں یوں اس طرح ہمت ہارتا نہیں دیکھ سکتی، چھپ کر بیٹھ جاو، آنا جانا ہی چھوڑ دو۔ میں بلکل یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ اب بس اٹھو اور چلو میرے ساتھ یہ کوئی طریقہ نہیں ہوتا۔" ولیہ یہ برداشت کر ہی نہیں سکتی تھی کہ زرغون خوف کا شکار ہو کر اپنی ذات میں ہی سمٹ کر رہ جائے اس لیے وہ کسی صورت جان نا چھوڑتی جب تک کہ زرغون ساتھ چلنے کی حامی نا بھر لیتی۔

***

"سر آپکی ایک امپورٹنٹ میٹنگ ہے آدھے گھنٹے کے بعد۔۔۔۔۔۔" شرجیل اپنے آفس میں بیٹھا ایک ضروری فائل سٹڈی کر رہا تھا جبکہ پرسنل سیکریٹری پاس کھڑی سارے دن کا سکیجوئل ریوائیس کروا رہی تھی کہ اس کے فون بجنے پہ اسے خاموش ہونا پڑا۔

فون کی رنگٹون سن کر اس نے فائل سے سر اٹھایا اور موبائل کو دیکھا۔ سکرین پہ گارڈ کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔۔ ہمممم اچھا۔۔۔۔۔ اوکے۔ فائن۔ اوکے۔۔۔۔۔۔

آپ ایسا کریں کہ میٹنگ کینسل کر دیں۔ مجھے ارجنٹ کال آگئی ہے۔۔۔ آئی ہیو ٹو گو۔۔۔ اٹس ویری ارجنٹ۔"

اپنی بات سے آگاہ کرتا وہ تیزی سے باہر نکلا تھا۔

"یار تم نے اور کتنی دیر لگانی ہے۔؟" اس نے انتہائی جھنجھلاہٹ میں ولیہ کو کہا تھا۔ وہ ابھی تک اس خوف سے باہر نہیں نکلی تھی۔ اسے لگتا تھا وہ کہی نہ کہی سے برآمد ہو ہی جائے گا۔

"ہاں اپنی میں سب بکس لے چکی ہوں لیکن وہ سارہ کا ناول نہیں مل رہا۔۔۔" اس نے دوبارہ سے بکس ریک چھاننا شروع کیا۔

"ہیلو مس ولیہ۔ بتائیں میں آپ کی ہیلپ کر دیتا ہوں۔ کیا ڈھونڈ رہی ہیں آپ۔"

مخصوص انداز سن کر جہاں ولیہ اچھلی تھی وہی زرغون کی سانسیں بھی سینے میں اٹک کے رہ گئیں تھیں۔

"ایکسیوز می۔ مجھے آپکی یا آپ جیسے فضول انسان کی ہیلپ کی قطعی ضرورت نہیں۔" فوری طور پر خود کو سنبھالتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولی تھی۔

"اور ہاں ہم سے خوامخواہ میں فرینک مت ہوا کرے۔ (انتہائی غصے میں اسے انگلی اٹھائے وارن کرتی وہ بہت مضبوط لڑکی نظر آرہی تھی۔) اور ہاں ہمیں ایسے ایرے غیرے سے بات کرنے کا کوئی شوق نہیں تو اسلئے مسٹر تم اپنا راستہ ناپوں اور ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ ازاٹ کلیئر؟" اس نے بہت سخت لہجے میں وارن کیا تھا۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

"آپ تو ایسے بی ہیو کر رہی ہیں جیسے میں گلی میں کھڑے آوارہ لڑکوں کی طرح آپ کو چھیڑ رہا ہوں یا غنڈوں کی طرح سے غنڈہ گردی کر رہا ہوں۔ جبکہ آپ اچھی طرح واقف ہیں کہ میری انٹینشنز کیا ہیں۔" وہ جو زرغون کا ہاتھ تھامے وہاں سے جانے ہی والی تھی اس کی بات پہ رک گئی۔

"دیکھوں سمجھ جاوا چھی طرح کہ تمہاری انٹینشنز سے ہمارا کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔" اب کی بار وہ ذرا اونچی آواز میں بولی۔

"بس کر وولیہ پلیز چلو یہاں سے۔" زرغون کو لگا کہ اب وہاں پورا ڈرامہ کریٹ ہو جائے گا۔ وہ اپنے آنے پہ پچھتائی تھی۔

"مجھے صرف ایک بار بس ایک بار زرغون سے بات کرنی ہے پلیز۔۔۔۔" اس نے منت بھرے لہجے میں التجا کی۔

"دیکھو اس کی طرف۔۔۔۔ جو تمہاری یہاں موجودگی سے ہی اتنا گھبرا رہی ہے تمہیں کیا لگتا ہے کہ اتنے آرام سے تمہاری بات سننے کا حوصلہ رکھتی ہوگی؟" اس نے اسے بازو سے پکڑ کر آگے کی طرف کھینچا جس سے وہ اور شرجیل کے قریب ہو گئی تھی۔ زرغون مزید گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی جبکہ شرجیل نے اس کی اس حرکت کو دل کھول کے انجوائے کیا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"اوہ آئی سی۔ تو آپکی فرینڈ کا پرابلم یہ ہے کہ وہ بزدل ہیں۔ بیلیو می زرغون آپ ایک بار میرا ساتھ دے کر دیکھے آپ پر ایک آنچ نہیں آنے دوں گا۔ ڈھال بن جاؤں گا۔ پورے زمانے سے لڑ جاؤں گا آپ کے لیے اور آپ ہی مجھے بتائیں محبت کرنا کوئی جرم تو نہیں ہوتا۔" شرجیل بے خودی کے عالم میں مزید کچھ کہتا کہ ولیہ کی طیش بھری آواز اسے حواسوں میں واپس لائی۔

"اوہ ہیرو۔ تم کس قدر ڈھیٹ ہو۔ بند کرو ڈائیلاگ بازی۔ اور یہ محبت کرنے کا احسان تم لڑکے خوب جتاتے ہو۔ تو کیا ہم قدموں میں پڑ جائے تمہارے۔ کیوں؟ کیوں سنے آخر تمہارا محبت نامہ؟ محبت کرتے ہو تو مجبور کرو گے اسے کہ ساتھ دے وہ تمہارا۔"

"دیکھیے محترمہ۔ میں مجبور نہیں کر رہا لیکن کیونکہ محبت کرتا ہوں تو انہیں کنونس کرنے کا حق رکھتا ہوں میں۔ اسلئے پلیز مجھے ان سے بات کرنے دیجئے۔" اب کی بار اس کا لہجہ بھی سخت ہوا تھا۔

"ولیہ پلیز کیا چاہ رہی ہو کہ ایک تماشہ لگ جائے۔ آتے جاتے لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائے ہاں۔ اور آج کے بعد ہم جب بھی یہاں آئیں تو لوگ ہماری طرف انگلیاں اٹھا اٹھا کر دوسروں کو ہمارے قصے سنائے۔ دوسروں کو نہیں لیکن کم از کم تمہیں ہماری عزت کا خیال ہونا چاہیئے۔ پلیز اب چلو یہاں سے۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

وہ جو ولیہ مزید سخت سنانے والا تھا جو اتنی مشکل سے ملے نادر موقع کو بار بار بول کے ضائع کر رہی تھی۔

ایک چٹان کی طرح دونوں کے درمیان میں کھڑی ہوگئی تھی کہ اس کی کہی بات سن کر اور اسکے لہجے میں اپنے لئے حقارت دیکھ کر ششدر کھڑا رہ گیا یہاںتکہ اسے جانے سے بھی نہ روک سکا۔

شدید غصہ اور بے بسی جو وہ اس وقت محسوس کر رہا تھا۔

کسی نہ کسی طرح وہ ڈرائیو کر کے گھر تو پہنچ چکا تھا مگر خود کو کمرے میں قید کر لیا تھا۔

بار بار اس کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔وہ جو سوچتا تھا کہ ماما کو منانا ہی ایک مشکل کام ہوگا۔پہلا مرحلہ ہی انتہائی مشکل ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

www.classicurdumaterial.com

"وہ تو بات ہی سننے کی روادار نہیں۔کوئی انٹرسٹ نہیں اسے میری محبت میں۔میرے خالص جذبے کچھ بھی تو اہمیت نہیں رکھتے اس کے لیے۔"

support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

وہ شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتا مسلسل خود کلامی میں مصروف کہی سے بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔

"کوئی مجھے۔۔۔۔مجھے۔۔۔۔کامیاب سرجن۔۔۔۔۔ایک کامیاب بزنس مین کو۔۔۔۔۔۔۔شاندار پرسنیلٹی۔۔۔۔۔۔بے پناہ وجاہت کا مالک۔۔۔۔۔۔۔ماں باپ کا اکلوتا نازو پلا بیٹا۔۔۔۔۔آج ایک بک

سٹال میں کسی کے ہاتھوں ذلیل ہو کر آرہا ہے۔۔۔۔۔۔دھتکار دیا آج اسے بھی کسی نے جو دوسروں کو بہت غرور سے دھتکارا کرتا تھا۔۔۔۔ہاہاہا۔"(اس نے آئینہ میں نظر آتے عکس کا مذاق اڑایا تھا۔)

یہ کیسا طمانچہ تھا جو وقت نے اس کے منہ پہ دے مارا تھا

اچانک آئینہ میں نظر آتا منظر بدلا۔

وہ ہنستی مسکراتی اپنی دوستوں کے ہمراہ ہوٹل کی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔

وہ لمحہ جب دل نے اس کے ساتھ کی ضد کی تھی۔

اس وقت بھی اسے اگنور کرتی اس کے پاس سے گزرتی چلی گئی تھی۔

آہستہ آہستہ بہت دور۔۔۔

یہاںتکہ اس کی نظروں سے اوجھل۔۔۔۔۔

اسے لگا وہ حقیقت میں چلی گئی بہت دور چلی گئی۔۔۔۔۔۔

جیسے وہ کبھی تھی ہی نہیں۔۔۔۔۔۔

ہاں وہ کچھ بھی تو نہیں تھی۔ کہی بھی نہیں۔ کبھی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

وہ تو محض آئی ہی اسے سزا دینے تھے۔۔۔۔۔۔

اسکے غرور کی سزا دینے۔۔۔۔۔۔

اسے اسکی اوقات بتانے۔۔۔۔۔۔۔

کوئی ہے جو اسے بھی ریجیکٹ کر سکتا ہے۔کوئی سنے تو کبھی یقین نہ کرے۔

تو وہ چلی گئی۔۔۔۔۔

اپنا کام کر کے۔۔۔۔۔

مجھے سزا دے کر۔۔۔۔۔۔

مجھے ریجیکٹ کر کے۔میری محبت میرے جذبات،احساسات۔سب روندتی ہوئی۔۔۔۔۔۔

تو کیا میں اسے حاصل نہیں کر پاؤں گا۔۔۔۔۔۔۔

اسکے بغیر یہ زندگی کیسے گزرے گی۔کیسے ؟؟؟؟۔

نہیں۔"اسے اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئی۔

"نہیں۔۔۔۔" وہ حلق کے بل چلایا تھا۔

ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی ایک ایک چیز زمین بوس ہو چکی تھی۔

ایک سے ایک قیمتی ڈیکوریشن پیس سامنے دیوار سے ٹکراتا پاش پاش ہوتا زمین پہ آ گرا تھا۔

اندر داخل ہوتی فصیحہ بیگم نے خود کو بڑی مشکل سے کانچ کے گلدان سے بچایا اور نیچے بکھرے کانچ سے بچتی بچاتی وہ اس تک آئیں تھیں۔اپنے بیٹے کے جنون کو دیکھ کر وہ شاک ہی رہ گئی تھی مگر یہ وقت اسے سنبھالنے کا تھا۔اسلئے انہوں نے فوری طور پر خود کو سنبھالا اور اسے روکتی ہوئی سنبھالتی ہوئی بیڈ تک لے آنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔نڈھال سا وہ ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا تھا۔

"مما آپ کے بیٹے کو۔۔۔۔آپ کے بیٹے کو ریجیکٹ کر دیا اس نے ماما۔"

"ماما۔۔۔۔۔۔" اچانک ان کے گود سے سر اٹھا کر انہیں دونوں شانوں سے پکڑتا وہ تقریباً انہیں جھنجوڑ ہی چکا تھا۔

"ماما۔ماما مجھے بس وہ چاہیے۔ماما میں اس کے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔ماما میں نہیں جانتا کچھ بھی کریں آپ۔ کچھ بھی کریں۔میں مر جاوں گا ورنہ ماما آپ ایک بار زرغون کو کہیں کہ میرے ساتھ ایسا نہیں کرے۔ ماما۔۔۔۔۔۔۔"

ان کی آغوش میں منہ چھپائے وہ بلکل بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کے رونے لگا تھا۔

اسکی سسکیاں ان کا کلیجہ چھلنی کر رہی تھیں۔زندگی میں پہلی بار اس کی ناکامی دونوں کے لیے ہی ناقابل برداشت تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com

ان کے لیے اسے سنبھالنا بڑا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"میرے بچے بس چپ ہو جاوں۔بس۔میں وعدہ کرتی ہوں۔کچھ بھی کروں گی مگر اپنے بیٹے کو اس کی خوشی ضرور دوں گی۔"

وہ ماں تھی آخر کب تک اپنے بیٹے کو اس حال میں دیکھ سکتی تھی۔اور اتنا لاڈوں پلا بیٹا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ اس حال کو بھی پہنچ سکتا ہے۔

***

وہ اس وقت اکیلی کالج کے کیفے ٹیریا میں بیٹھی تھی۔اس کا دل پڑھائی میں بلکل نہیں لگ رہا تھا اسلئے آج کا لیکچر اس نے چھوڑ دیا۔ سر میں درد کی وجہ سے اکیلی کیفے ٹیریا آگئی تھی۔چائے کی سخت طلب محسوس ہو رہی تھی۔

بار بار اس کے محبت کے اظہار کی گردان اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔اس کے لہجے کی سچائی بار بار اس کے دل پہ دستک دینے پہنچ جاتی۔

جو بھی تھا مگر یہ تو سچ تھا کہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔اسکی محبت سچی تھی۔اس کے جذبے خالص تھے۔اس کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔اس سب کی گواہی تو اس کا اپنا دل دے چکا تھا۔

"نہیں اس کی محبت جتنی بھی سچی کیوں نہ ہو، جذبے چاہے کتنے ہی خالص کیوں نہ ہو لیکن میرے ماں باپ سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ان کی تئیس سال کی محبت اس کی چند ماہ کی محبت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پورے خاندان سے لڑ کر مجھے تعلیم دلوائی۔ مجھ پہ بھروسہ کیا۔ نہیں نہیں میں یہ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ کبھی بھی نہیں۔"

Do not copy or distribute without permission of the author
For More Novel Please Visit Our Website
www.classicurdumaterial.com

اپنے والدین کی محبت کا موازنہ جب اس نے اس کی محبت سے کیا تو اس کی محبت بہت چھوٹی نظر آئی تھی۔ ماں باپ کی محبت جیت گئی تھی۔

اس نے دل ہی دل میں مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ کسی صورت وہ کام نہیں کرے گی جس سے ماں باپ کو دکھ ملے، سر نیچا ہو یا بھروسہ ٹوٹے۔

"یا خدا پلیز یہ وقت بخیر و عافیت گزر جائے آمین۔" اس نے دل ہی دل میں خدا سے مدد طلب کی۔

"اتنے سکون سے تم چائے پہ چائے چڑھا رہی ہو نہ۔ اتنے سکون سے تمہیں رہنے نہیں دوں گی میں۔"

شرجیل کی کزن نے جارحانہ انداز میں میز پر ہاتھ مارا تھا۔ ٹیبل پر رکھے کپ سے تھوڑی چائے چھلک کے ٹیبل پہ گر گئی تھی۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com

"ایکسکیوز می۔۔۔۔۔۔" اس نے حیرانگی سے سامنے کھڑی بدتمیز لڑکی کی طرف دیکھا۔ انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو تمہاری بکواس کی میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں۔

https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"بہت لائٹ لے رہی ہو ابھی تم۔ مگر وارن کر رہی ہو میں تمہیں۔ دور رہوں شرجیل سے۔ اگر تم نے مجھ سے اسے چھیننے کی کوشش بھی کی نہ تو تمہارا وہ حشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"اوہ ہیلو۔۔۔خود کو اور اپنے شرجیل کو لے جاوں اٹھا کر یہاں سے۔مجھے اور میری جوتی کو بھی اس کی پرواہ تک نہیں۔آئی سمجھ ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سر جھٹکتی، سختی سے باور کرواتی وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

اگر وہ پلٹ کر دیکھتی تو اسے اندازہ ہوتا کہ اس کے پیچھے وہ حیرت کا بت بنی کھڑی تھی۔

"امپریسیو۔۔۔کوئی ہے اس دنیا میں جو شرجیل کو بھی ریجیکٹ کر سکتا ہے۔"اس کے ہونٹوں پہ طنزیہ ہنسی تھی۔جو بھی تھا لیکن دل کو یہ جان کے ہلکی سی خوشی ضرور ہوئی تھی کہ جو اسے ہر وقت اگنور کرتا رہا تھا۔کوئی تھا جو اب اسے اگنور کر رہا تھا۔۔

"واہ۔۔۔پھپھو آپ کے ڈیشنگ بیٹے کو بھی کسی نے ریجیکٹ کر دیا۔"

وہ دل ہی دل میں فصیحہ بیگم سے مخاطب تھی جو اس کی سگی پھپھو تو نہیں تھی بلکہ اس کے فادر کی خالہ زاد کزن تھیں لیکن ان کے امریکہ سے موو کرنے کے بعد اس کے فادر نے ہی فصیحہ بیگم کو سگے بھائی کی طرح سپورٹ کر کے اس رشتے کو بلکل خون کے رشتے سے بھی زیادہ گہرا کر دیا تھا۔

***

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"ڈاکٹر۔آج دوسرا دن ہے اس کا ٹمپریچر ہی کم نہیں ہو رہا۔" شرجیل اس دن سے شدید بخار میں مبتلا تھا۔اور ان کے لہجے میں اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے بے چینی صاف ظاہر تھی۔

"دیکھیے ان کو ڈپریشن ہے۔شدید ذہنی دباؤ۔آپ پلیز یہ میڈیسن باقاعدگی سے دیں۔انشاءاللہ بہتر ہو جائے گیں۔مگر پلیز دھیان رکھئے گا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہو جس سے یہ پریشان ہو۔ہر ممکن ان کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔"ڈاکٹر نے اپنے پروفیشنل انداز میں ہدایت دیتے ہوئے ایک نظر کلائی پہ بندھی گھڑی پہ دوڑائی۔

"میرے کلینک کا ٹائم ہو رہا ہے۔اب میں چلتا ہوں خدا حافظ۔۔"اس نے اجازت طلب نظروں سے فصیحہ بیگم کو دیکھا۔

"خدا حافظ۔۔۔۔۔۔۔۔"

ڈاکٹر کو سی آف کر تیں وہ دوبارہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی تھیں۔اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے وہ محبت سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔بلکل کملا کے رہ گیا تھا۔ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔

"ماما۔۔۔ماما۔۔۔ماما مجھے صرف زرغون چاہیے۔۔۔۔۔"

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

شاید دواوں کا اثر ختم ہو گیا تھا۔کافی دیر سے وہ انجیکشن اور دواوں کے زیر اثر سو رہا تھا۔ مگر اب ہوش میں آتے ہی اس پہ وہی دھن سوار ہو گئی تھی۔

"میرے بچے، میری جان۔بس ایک بار۔۔۔۔ایک بار آپ ٹھیک ہو جائیں۔۔۔۔میری جان وعدہ میں ہر خوشی لا کے دوں گی اپنے بچے کی۔بیٹا میں منالوں گی اسے۔بس آپ ٹھیک ہو جائیں۔" وہ انتہائی بے چینی سے گویا ہوئیں۔

"آپ سچ کہہ رہی ہیں ماما۔۔۔"اس نے بے یقینی سے ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں جس دن میرا بیٹا مکمل صحت یاب ہو گیا۔میں خود جاوں گی اس سے بات کرنے۔۔۔"انہوں نے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔وہ جانتی تھی کہ اسے کیسے ہینڈل کرنا ہے۔اور کس طرح واپس ٹریک پہ لانا ہے۔

"بس اب میرا بیٹا جلدی سے یہ سوپ ختم کرے گا اور پھر اپنی میڈیسنز لے گا۔۔۔" وہ اسے ایک بچے کی طرح بہلاتے ہوئے سوپ پینے پہ اسرار کرنے لگیں۔

---

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

"جی۔۔۔"اس نے جلدی جلدی سوپ پینا شروع کیا۔کیونکہ اب اسے بھی ٹھیک ہونے کی بہت جلدی تھی۔سوپ ختم کر کے پیالہ سائیڈ پہ رکھا۔خاموشی سے ان کے ہاتھ پہ رکھی میڈیسنز کھائی اور دوبارہ آنکھیں بند کیے لیٹ گیا۔

اس کے چہرے پہ پہلے کی نسبت اب بہت سکون تھا۔اس کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر انہیں اپنے دل میں سکون اترتا محسوس ہوا۔

اب وہ بھی جانتی تھی کہ یہ بخار جلد ہی اتر جائے گا،اور محبت کا بخار کیسے اتارنا ہے یہ انہیں بہت اچھے طریقے سے آتا تھا۔

www.classicurdumaterial.com
support@classicurdumaterial.com
https://www.facebook.com/ClassicUrduMaterial/

نیلم کو معین صاحب کے پر زور اصرار پر گھر شفٹ ہونا پڑا تھا جبکہ جواد کو دنیا کیا کہے گی کے ڈر سے گھر بدر کر دیا گیا تھا۔اب اسے شادی تک اپنے فرینڈ کے فلیٹ میں رہنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک تبدیلی ہاسٹل میں موجود ان کے روم میں بھی آئی تھی۔ نیلم کی جگہ اردو لٹریچر کی ایک طالبہ کو دے دی گئی تھی۔ جو دنیا کو اپنی ہی نظر سے دیکھتی اور ادبی انداز میں بیان کرتی تھی

ابھی بھی وہ پوری رات کا حوال سارہ کو اپنے مخصوص انداز میں سنانے میں مصروف تھی کیونکہ سارہ وہ واحد ہستی تھی جس نے پوری رات ہوش و خرد سے بیگانہ سو کر گزاری تھی جبکہ وہ تینوں یعنی ولیہ زرغون اور غزل (نام بھی شخصیت کی طرح ادبی تھا یا پھر شخصیت نام کی طرح بہر حال) انہوں نے کم و بیش رات جاگ کے ہی گزاری تھی۔

"تو سارہ ہوا کچھ یوں کہ رات دو گھنٹے تک مسلسل لائٹ غائب رہی۔اور جو ان کے حالات تھے افففف۔۔۔۔۔۔میں زندگی میں کبھی رات کے وقت اتنا نہیں ہنسی ہونگی۔اگر کوئی رات کے حالات دیکھتا تو کہتا کہ انتہائی بے عقل، بے صبرے اور شعور سے عاری اقبال کے شاہین کمرے میں آرام فرما ہیں۔(ایسی گاڑھی اردو میں شدید بے عزت کیے جانے پر ولیہ اور زرغون کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے

تھے)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"لائٹ جانے کے ٹھیک بیس منٹ بعد میرے دائیں جانب والے بیڈ پر لیٹی ولیہ نے تڑپنا شروع کیا۔ ہممم کیا ہے۔ جان عذاب ہو گئی۔ افففف۔۔۔۔۔۔ چچچ۔۔۔۔۔۔۔توبہ توبہ آج تو مار ہی دیا۔(غزل کی شاندار میمکری پر ولیہ برے منہ بنانے لگی تھی جبکہ سارہ کی ہنسی بریک لگنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔اور بیچاری زرغون خاموش بیٹھی اپنے بے عزت ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔) (اس نے پہلے ہی بے عزتی کو محسوس کرتے ہوئے منہ دوسری طرف پھیر لیا تھا) "تھوڑی دیر بعد اس نے بھی تڑپنا شروع کیا۔اس سے پہلے کے زرغون کی آہ وبکا کمرے میں گونجتی ولیہ کی تڑپ میں مزید ااضافہ ہوااور وہ ہائے وائے کرتی بیڈ سے اتر کر کمرے میں چکر پہ چکر کاٹنے لگی۔افففف۔۔۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔۔۔سارہ تم پوچھو مت ان کی حالتیں دیکھ کر میرا کیا حال ہوا ایسی تڑپ رہی تھیں یہ گرمی سے۔۔افففففف اللہ کی پناہ۔"ولیہ اور زرغون کا رنگ بے عزتی کے احساس سے لال ہو گیا تھا۔اتنا رج کے بے عزت تو کسی نے آج تک نہیں کیا تھا۔اوپر سے سارہ کا ہنسنا دونوں کو ہی زہر لگ رہا تھا۔

"ویسے سارہ تم بھی مجھے کچھ نارمل نہیں لگی (سارہ کے دانت خود بخود اندر چلے گئے تھے مگر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا) بھلا اتنی گرمی اور کمرے میں تن فن کرتی چکراتی پھرتی لڑکی

اور ساتھ والے بیڈ پہ آہ وبکا مچاتی لڑکی۔افففف کوئی اتنے برے حالات میں بھی کیسے بے خبر سو سکتا ہے۔"لہجہ اچانک انتہائی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"یہ کوئی نارمل بات نہیں ہے۔سیر ئیسلی۔"اپنی بکس سمیٹتی وہ کلاس لینے چلی گئی تھی جبکہ سارہ کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہ ہو البتہ زرغون اور ولیہ دل کھول کے ہنس رہی تھیں۔آخر بدلہ بھی تو پورا کرنا تھا۔۔

***

"کیسا ہے میرا بیٹا اب؟ماشااللہ آفس جا رہے ہو۔؟"انہوں نے اس کی تیاری دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا۔

"جی مام۔اب بہت بہتر ہو۔ان فیکٹ بلکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔اسلئے اب روٹین میں واپس آنا چاہتا ہوں۔"

"لیکن بیٹا پھر بھی ابھی تھوڑا ریسٹ۔۔۔"

"نہیں۔ماما مجھے آج ضروری جانا ہے۔"وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"اوکے مام۔مجھے دیر ہورہی ہے۔چلتا ہوں مگر آپ اپنا پرامس مت بھولیے گا پلیز۔"

ان کے ماتھے کو چوم کر وہ آفس کے لیے نکل گیا۔

"ہمم۔۔۔۔بیٹا مجھے یاد ہے۔ہونہہ۔۔۔کرتی ہوں کوئی پرمیننٹ علاج۔"غرور سے سر جھٹکتی وہ اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

***

"ولیہ۔۔۔"

ولیہ اس آواز کو لاکھوں میں پہچانتی تھی۔اپنے لیے شوز لینے مال آئی تھی۔آواز پہ بے زاری سے مڑ کر دیکھا۔

"یہ آپ ہر وقت ہر جگہ کیوں پائے جاتے ہیں۔بہت زیادہ ویلے ہیں آپ؟"
ولیہ نے انتہائی بیزار لہجہ میں طنز کیا تھا۔

"ظاہر ہے کہ آپ کی جاسوسی کا بندوبست کر رکھا ہے اور جیسے ہی مجھے مطلع کیا جاتا ہے سب ضروری میٹنگز چھوڑ کر آجاتا ہوں۔"کمال اطمینان سے جواب دیا گیا گویا بہت فخر کی بات ہو۔

"اچھا۔۔۔کافی دنوں بعد نظر آئے۔مجھے تو لگا کہ آپ شاید فوت ہو چکے۔۔۔۔۔۔۔۔۔"بات کاٹ دی گئی تھی۔

"آنہہ۔۔۔۔۔آپ کی فرینڈ سے شادی کیے بغیر نہیں مرتا میں۔"

اس نے اسی کے انداز میں جواب دیا۔

"اوہ اچھا۔آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جس بیک گراؤنڈ سے وہ تعلق رکھتی ہے آپ کی خواہش ان لوگوں تک پہنچ گئی تو اس خواہش کو دل میں لیے ہی دنیا سے رخصت ہو جائے گیں آپ۔"

وہ ہر وہ کوشش کرینا چاہتی تھی جو شرجیل کو پسپائی اختیار کرنے پہ مجبور کر دے۔

"وہ سب میرا مسئلہ ہے۔آپ سے مجھے صرف ایک فیور چاہیے۔۔۔۔۔"اس کا بیک گراؤنڈ اب جو بھی تھا شرجیل کسی صورت پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔

"فرمائیے۔۔۔۔۔"

لہجے کے ساتھ ساتھ چہرے سے بھی انتہا کی بیزاری چھلک رہی تھی

"صرف ایک ملاقات۔۔۔۔۔۔"

شرجیل کمال اطمینان سے گویا ہوا۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔" مارے حیرت کے اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں۔

"دیکھیں مس ولیہ پلیز۔مجھے ایک چانس تو ملنا ہی چاہیے۔پلیز۔اتنا حق تو میں رکھتا ہی ہوں۔"

"دیکھیں میں وعدہ نہیں کرتی۔لیکن میں کوشش کروں گی۔اوکے اب مجھے جانے دیں پلیز۔"اس نے اسے ٹالنا چاہا۔

"اوکے اور نمبر تو میرے پاس ہے ہی۔تو آپ کو یہ یاد کرواتا رہوں گا۔بائے۔" اسے تنبیہہ کرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"تھینک گاڈ ابھی تو جان چھوٹی۔اس نے تو ہمارا باہر نکلنا ہی مشکل کر دیا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ فی الحال جان چھوٹی مگر یہ محض اس کی خام خیالی تھی کیونکہ اس کے بعد سے اس نے مسلسل فون کر کے جان کھالی تھی۔

***

"کیا بات ہے۔ کونسی ایسی ضروری بات کرنی تھیں جو تم مجھے یہاں لے کر آئی ہو۔ ولیہ ہم ہر بات سارہ سے شیئر کرتے ہیں تو آج کیا ہوا۔؟" زرغون حیران تھی کیونکہ ولیہ آج تک کبھی زرغون کو بہانے سے باہر نہیں لائی تھی۔ بلکہ جو بھی بات ہوتی سب کے سامنے ہوتی تھی۔

"وہ اسلیئے کیونکہ اب مس غزل بھی کمرے میں موجود تھیں اور ان کے ہوتے ہوئے ہم تینوں نہ تو اکھٹے آ سکتے تھے اور نہ بات کر سکتے تھے۔"
ولیہ کو غزل کی موجودگی شدید کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"اوہو۔۔۔ صحیح کہہ رہی ہو یہ اب نئی مصیبت ہمارے گلے پڑ گئی ہے۔"
زرغون بھی اس کی آمد سے خوش نا تھی۔

"مصیبت تو میرے گلے پڑ گئی ہے۔" ولیہ محض سوچ کے رہ گئی۔ کچھ کہہ نہ سکی۔

"زرغون مجھے تم سے شرجیل کے بارے میں بات کرنی ہے۔ آئی تھنک کے وہ سیریس ہے۔ دیکھو اتنا ویل آف، ویل سیٹلڈ لائف پارٹنر تمہیں نہیں ملے گا۔ مجھے لگتا ہے قسمت تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ تمہیں سوچنا ضرور چاہیے۔ یہ

سب ہمیشہ نہیں ہوتا۔"

ولیہ اس کو سارے پلس پوائنٹ گنوانے لگی تھی۔

"ولیہ کیا گارنٹی ہے کہ قدرت نے اسی کو میرا اہم سفر بنایا ہو۔ ہو سکتا ہے قدرت نے میرے لئے کسی اور کا انتخاب کیا ہو۔ میرے پاس تو کوئی گارنٹی نہیں ہے پھر میں کسی کو کوئی امید کیوں دلاوں؟"

زرغون نے وہی لاجک بیان کی جو وہ ہمیشہ خود کو دیتی سمجھاتی آئی تھی۔

"مگر دیکھو۔ قدرت کے کچھ اشارے بھی تو سمجھو۔ تم واحد لڑکی ہو جسے یہاں آکر پڑھنے کی پرمیشن ملی۔ پھر اس کا یوں تمہاری زندگی میں آنا۔ یہ سب یونہی تو نہیں ہو سکتا نا۔"

ولیہ اس لاجک سے بلکل متفق نہیں تھی۔

"ولیہ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔ لازمی نہیں کہ ہر ملنے والا منزل ہی ہو۔ کچھ مسافر کی طرح بھی ہماری زندگی میں آتے ہیں۔ اگر ہم انہیں منزل سمجھ کے سفر روک دیں نہ تو زندگی بھی رک جاتی ہے۔ اور یہ ہماری بے وقوفی ہوتی ہے۔"

زرغون ابھی تک اپنی بات پہ قائم تھی۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ یہ ہی منزل ہو۔"

ولیہ نے قائل کرنا چاہا۔

"چلو مان لیا ولیہ ایسا ہے۔تب بھی مجھے کچھ کہنے اور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اگر قدرت نے اسے میرا ہم سفر بنایا ہے تو باقی سب بھی اسی کا کام ہے۔میرے والدین نے بہت اعتبار کر کے مجھے یہاں پڑھنے بھیجا ہے۔میں کیوں توڑ دوں ان کا بھروسہ۔نہیں کبھی بھی نہیں۔ہر گز بھی نہیں۔ولیہ وہ لوگ مجھے نہ پڑھاتے لکھاتے۔باقی خاندان والوں کی طرح مجھے بھی گھر بٹھا دیتے اس ڈر سے کہ کہی میں ان کی بدنامی کا باعث نہ بن جاوں۔انہوں نے مجھ پہ احسان کیا۔اور اگر میں احسان فراموش بن جاوں۔صرف اپنے برائٹ فیوچر کا سوچو تو پھر کبھی یہ احسان کوئی ماں باپ اپنی بیٹیوں پر نہیں کریں گیں۔"

وہ اتنی خود غرضی کبھی نہیں دکھا سکتی تھی۔

"زرغون یہ تمہارا رائٹ ہے یار۔تمہارا مذہب تمہیں اپنا ہم سفر چننے کی اجازت دیتا ہے۔اور تم جانتی ہو کہ تمہارے پیرنٹس کبھی بھی تمہیں اتنا اچھا لائف پارٹنر نہیں دے سکتے۔اور سب سے بڑھ کر وہ تم سے محبت کرتا ہے۔سچی محبت۔تمہیں صرف اس کا ساتھ دینا ہے اور بس۔وہ اتنا اسٹرانگ ہے کہ تمہارے لئے اسٹینڈ لے سکتا ہے۔

تمہیں تحفظ فراہم کر سکتا ہے۔"

ولیہنے کوشش جاری رکھی۔

"میں اس شخص کی چند دن کی محبت پہ اپنے والدین کی ساری عمر کی محبت چاہت قربان کر دوں۔؟ جانتی ہو میں اس کا ہاتھ تھام بھی لوں تب بھی میرے پیرنٹس کبھی ہاں نہیں کرے گیں۔ پھر۔۔۔۔ پھر کیا کروں گی میں؟ مجھ سے کہا جائے گا کہ کسی ایک کو چوز کرو۔ پیرنٹس کو چوز کرو گی تو وہ مجھے بے وفائی کا طعنہ دے گا۔اور اس کا انتخاب کروں گی تو ساری عمر میرے ماں باپ اس لمحے کو کوسیں گیں جب مجھ پہ اعتماد کر کے آزادی دی تھیں۔ تو میں کیوں اپنی زندگی کو اتنا مشکل بناوں۔ کیوں اپنے قدموں کو یہی پہ نہ روک لو میں؟

اور جہاں تک رہی اسلام کی بات تو جب کل اس سے وفاوں کے وعدے کر کے میں اپنے ماں باپ کے فیصلے پر ہار مان جاوں گی تو یہی مذہب میرے اور اس کے رشتے کو کیا نام دے گا؟ اس کی آہوں اور بدعاوں کو میرا خدا اگنور کر دے گا کیا؟ مجھے گناہ نہیں ملے گا؟ خوش رہ پاوں گی میں؟ اور اگر اس کو ماں باپ کی مرضی کے بغیر اپنانا چاہوں گی۔ اپنے ماں باپ کا دل دکھا کے۔۔۔۔ انکی عزت کا جنازہ نکال کے۔۔۔۔ان کی دعاوں کے بجائے ان کے آنسوؤں کے ساتھ رخصت ہو کر۔۔۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے

کہ میں اپنے حصہ کی خوشیاں حاصل کرلوں گی۔اور خدا میرے ماں باپ کا دل دکھانے پر، نافرمانی پر مجھے معاف کردے گا؟اور پیچھے رہ جانے والی خاندان کی وہ تمام لڑکیاں جو میرے کیے گناہ کا کفارہ ادا کرتی رہے گی ان کی بددعائیں ہمیشہ میرا پیچھا کرتی رہیں گی کہ میں ان کی راہ کھوٹی کر گئی۔"

زرغون سوال طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تو کیا کسی بھی ایسے کو اپنا ہم سفر بنالو گی جو تمہارے قابل نہیں ہوگا؟"ولیہ کے پاس اس کے سوال کا تو کوئی جواب نا تھا البتہ اس سوال کا جواب وہ ضرور جاننا چاہتی تھی۔

"ولیہ انسان کو وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔اور میرے خدا نے جس کو بھی میرا نصیب بنایا ہے پھر چاہے وہ شرجیل ہو کوئی بھی مجھے منظور ہے۔

میں ان بے وقوف لڑکیوں میں سے نہیں ہو جو اپنے نصیب کو بدلنے کے لیے ہر حد پار کر جاتی ہیں اور آخر میں ان کا لکھا نصیب ہی ان کا منتظر ہوتا ہے۔میں خوش ہو اس پر میرا رب جو بھی مجھے عطا کرے گا۔"

زرغون نے اس مشکل سوال کا جواب بھی انتہائی سکون سے دیا تھا۔

"تو تم اپنے خاندان کی فرسودہ روایات پر کسی کی خالص محبت کو قربان کردو گی۔"وہ ابھی بھی بے یقین تھی۔

"میں محرم رشتوں کی محبت پر ایک نامحرم کی محبت کو قربان کر چکی ہوں۔"

اس کے سکون میں تری برابر بھی فرق نا آیا تھا۔

"پھر چاہے تمہارے پیرنٹس کچھ بھی فیصلہ کریں تمہارے لئے؟" اسے انتظار تھا کہ کہی نا کہی زرغون بھی جواب دینے کی ہمت نا رکھ سکے گی۔

"وہ میرے ماں باپ ہیں۔ کچھ غلط نہیں سوچے گیں میرے بارے میں۔" اس کے لہجہ کا اعتماد اور خدا کی ذات پہ بھروسہ اتنا شدید تھا کہ ڈگمگانے کا تو سوال ہی پیدا نا ہوتا تھا۔

"بعض اوقات والدین خود غرض ہو جاتے ہیں اور والدین اولاد کی خوشیوں اور بھلائی پر خاندان کی فرسودہ روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہی سو کالڈ ہینٹلیٹی کہ خاندان کیا کہے گا برادری کیا کہے گی؟"

ولیہ کے سوالات تھے کہ ختم ہونے کا نام نا لے رہے تھے جبکہ اس کا حوصلہ بھی چٹان کی طرح مضبوط ثابت ہوا تھا۔

"اگر ایسا ہوا بھی تو وہ ہے نہ ستر ماوں سے زیادہ پیار کرنے والا، وہ میرے لیے بہترین کرے گا کیونکہ میں نے اس سے ہمیشہ اپنے لئے بہترین مانگا ہے اور کچھ نہیں تو میری قربانی کے صلہ میں ہی وہ اس فیصلے کو میرے حق میں بہترین کر دے گا۔ کیا تمہیں اس

کے کیے گئے فیصلوں پر بھی کوئی شک ہے؟"اب کی بار وہ ولیہ سے سوال پوچھ رہی تھی۔

وہ محض انکار میں ہی سر ہلا سکی۔اس کا اتنا پختہ یقین ولیہ کو حیران کر گیا تھا۔بہت سی باتوں نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔اس کی کہی کتنی باتیں تو اس نے اپنے ہی گھر میں سچ ہوتے دیکھی تھیں۔اب بحث کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں تھی۔

وہ دونوں خاموشی سے اٹھی اور واپس چلی گئی جبکہ پلر کے پیچھے چھپا وہ شخص اب سامنے آ گیا تھا۔ساری باتیں وہ سن چکا تھا اور اس لڑکی کو اپنے پختہ یقین کے ساتھ دور جاتا دیکھ رہا تھا۔

بلاشبہ وہ جس نظر سے ان معاملات کو دیکھتی تھی اپنی طرز کی شاید وہ ایک ہی تھی وہ انتہائی مرعوب نظر آ رہا تھا مگر جتنا اس کی باتوں سے تھا اتنا ہی اس کے یقین سے۔۔۔۔۔۔

واپسی پہ پورے راستہ ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھی۔زرغون کی باتوں نے ولیہ کو بہت کچھ یاد دلا دیا تھا۔

ولیہ کی امی نے بھی اپنے پیرنٹس کے اگینسٹ جا کے شادی کی تھی۔ان کو ایک شاندار بزنس مین کی صورت میں لگتا تھا کہ فیوچر سیکیور ہو گیا ہے۔ لیکن وہ کبھی بھی خوش نہیں رہ پائی تھیں۔سچ ہی تو کہہ رہی تھی زرغون بھلا ماں باپ کو دکھ دے کر بھی کوئی خوش رہ سکتا ہے؟

اور یہ وہ کہانی تھی جو وہ بچپن دوسروں کی زبانی سنتی آئی تھی۔البتہ حقیقت سے ناواقف تھی۔

***

"ہیلو۔جی شرجیل۔۔۔میں ولیہ بات کر رہی ہوں۔"

ولیہ نے کچھ سوچتے ہوئے اس کا نمبر ڈائل کیا تھا

"جی ولیہ خیریت۔آج تو آپ نے خود فون کر لیا۔آپ کے فون نے تو مجھے حیران ہی کر دیا ہے۔۔۔"وہ حقیقتاً حیران ہوا تھا۔

"حیران تو میں ہو گئی ہوں۔ارے عجیب آدمی ہیں آپ۔اس دن سے فون کر کے آپ نے جان کھائی ہوئی تھی۔اور جب میں نے ملاقات ارینج کر دی تو آپ آئے ہی

نہیں۔"

ولیہ کو اس شخص کی بلکل سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

"جی نہیں۔ میں آیا تھا۔ ان فیکٹ ان کی سب باتیں بھی سن لی۔ مجھے لگتا ہے کہ وہ ٹھیک ہی کہہ رہی ہیں۔ اور مجھے ان سے کوئی بھی عہد و پیما نہیں چاہیے۔ جب محبت میں نے کی ہے تو ان کو حاصل کرنا بھی میرا مسئلہ ہونا چاہیئے، نا کہ میں انہیں فورس کروں۔۔۔"

شرجیل نے اسے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

"ارے واہ آپ تو مجھے انتہائی معقول انسان لگتے ہیں اور آپ کی سوچ بھی مجھے اچھی لگی۔ کوئی بات نہیں اگر وہ آپ کا ساتھ نہیں بھی دیتی تو، مگر میں جتنا بھی ہو سکے گا آپ کے لیے اور زرغون کے لیے کروں گی۔۔۔"

وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کسی طور زرغون کو فرسودہ روایات کی بھینٹ چڑھنے نہیں دے گی۔ ٹھیک ہے زرغون خود کے لیے کچھ نا کرے مگر وہ شاید اس کے لیے کچھ نا کچھ کر سکے۔

"ارے تھینک یو سو مچ مس ولیہ۔۔۔" وہ تشکر آمیز لہجے میں گویا ہوا۔

" تھینکس کی کوئی ضرورت نہیں۔ چلیں آپ سے پھر بات ہوتی ہے۔اوکے اللہ حافظ۔"ہاسٹل وارڈ شاید راؤنڈ پہ تھی۔ ولیہ نے جلدی سے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔

***

"واقعی تم ان دونوں کی ملاقات کروانے والی تھیں۔ آئی کانٹ بیلیو دز۔" نیلم کو ولیہ نے اسپیشلی لنچ پہ بلایا تھا تاکہ اس سے ساری بات شیئر کرسکے۔

"تم جانتی ہو نہ ولیہ زرغون اس طرح کے معاملات میں کتنی اسٹرکٹ ہے۔ اس طرح تم لوگوں کی دوستی کو بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ میں تو تمہیں یہی ایڈوائس دوں گی کہ اس معاملے سے دور رہو۔"
نیلم زرغون کی فطرت سے واقف تھی۔

"نہیں یار تمہیں میں نے اس لئے نہیں بلایا ہے کہ تم مجھے بھی اس سب سے دور رہنے کا کہو، بلکہ تم میری ہیلپ کرو گی اوکے۔ اور شرجیل اچھا لڑکا ہے۔ بلکہ میں اس کو کال کرکے یہی بلا لیتی ہوں تم مل کے خود ہی فیصلہ کر لینا۔"
ولیہ کا کمال اطمینان سے کہا گیا جملہ نیلم کے لیے بم بلاسٹ ثابت ہوا تھا۔

"یار رہنے دو۔مجھے نہیں ملنا کسی سے بھی پلیز۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولی جبکہ جانتی تھی کہ ولیہ ٹھان لے تو کسی صورت پیچھے نہیں ہٹتی۔

"میں اس کو لوکیشن سینڈ کر چکی ہوں وہ پندرہ منٹ تک پہنچ جائے گا۔" ولیہ اس کی منتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔

"اف اس کی کیا ضرورت تھی ولیہ۔۔۔۔" نیلم کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے وہ آج تک کبھی کسی سے ایسے ریسٹورنٹ میں نہیں ملی تھی۔جو بھی تھا، تھا تو غیر ہی۔اور اگر کسی نے دیکھ لیا تو ویسے ہی اس کے لیے ایشو کھڑا کر دے گا

مگر یہ ولیہ کی بچی بھی نہ۔

"اوہ ہیلو کیا سوچ رہی ہو؟" ولیہ نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ لہرا کر سوچو سے باہر نکالا۔"اوہ کم آن یار کسی انسان کو ہی کال کی ہے تم تو ایسے ہی پریشان ہو رہی ہو جیسے پتہ نہیں کیا ہو جائے گا۔ چلو خیر چھوڑو۔یہ بتاو تمہاری شادی کا کیا ڈیسائیڈ ہوا؟" اس نے نیلم کا دھیان بٹانے کی کوشش کی۔

"کہاں یار۔۔۔جواد نے صاف منع کر دیا ہے کہ جب تک کوئی اچھی جاب نہیں مل جاتی وہ شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔گھر میں اتنی ٹینشن چل رہی ہے کہ بس پوچھو مت۔مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا کہ میری وجہ سے گھر سے باہر رہتا ہے اور چاچا

بھی مجھے ہاسٹل شفٹ نہیں ہونے دے رہے۔آئی ڈونٹ نو یہ سب کب تک چلے گا۔"
اس کے چہرے پر پریشانی صاف ظاہر تھی۔

"اچھا پلیز تم پریشان مت ہو اللہ سب بہتر کرے گا۔بلکہ میں بابا سے بات کرتی ہو۔ہو سکتا ہے ان کو ہماری ہی کمپنی میں کوئی اچھی پوسٹ مل جائے ورنہ بابا کے اتنے کنٹیکٹس ہیں وہ کہی اچھی جگہ ریفر کر دے گیں۔"اس نے محض نیلم کا دھیان بٹانے کے لیے کہا ورنہ وہ اپنے بابا سے کبھی بات کرتی بھی تو انتہائی مجبوری میں۔ورنہ ایک جنگ تھی سرد مہری کی جو ہر لمحہ ولیہ اٹھائے رکھتی تھی۔

"ہاں پلیز ولیہ۔اگر ایسا ہو جائے تو سارا مسئلہ حل ہو جائے۔تمہیں نہیں پتہ اس سب کو لے کر گھر میں کتنی ٹینشن چل رہی ہے۔۔۔"
نیلم کو اس کی تجویز خاصی پسند آئی تھی۔

"اسلام و علیکم ولیہ۔کیسی ہیں آپ؟"انٹرینس کے بلکل سامنے والی ٹیبل پہ وہ لوگ بیٹھے تھے کہ اینٹر ہوتے ہی سب سے پہلی نظر ان لوگوں پر پڑتی تھی اسلئے شرجیل کو انہیں ڈھونڈنا نہیں پڑا تھا۔

"ارے زبردست آپ تو پورے پندرہ منٹ میں آ گئے۔اس سے ملیے یہ ہے ہماری فرینڈ نیلم۔ہم دونوں آپ کی ہیلپ کرنا چاہتی ہیں۔"میز کے نیچے سے مارے گئے نیلم

کے پاؤں کو ولیہ نے مکمل طور پر اگنور کر دیا تھا۔۔۔۔۔۔"آپ لوگ بیٹھے میں آپ لوگوں کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں۔"

ولیہ میز بانی میز بانی کے اصول نبھانے کی غرض سے کچھ آرڈر کرنے گئی۔

"جی تو کیسی ہیں آپ؟"شرجیل نے بات کا آغاز کرنے کی غرض سے پوچھا۔

"میں بلکل ٹھیک اور آپ؟"

وہ خاصی نروس نظر آرہی تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔"جواد کی آواز بلکل اپنے سر پہ سن کر نیلم کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی۔

"اور یہ کون ہے۔؟"

جواد کی آنکھوں میں حیرانگی تھی جبکہ نیلم کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ سچویشن اتنی آکوارڈ بھی ہو سکتی ہے نیلم نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

***

"کون ہے یہ نیلم؟"جواد اس کے چہرے کی اڑتی ہوائیاں باخوبی دیکھ سکتا تھا۔

"مم۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ۔۔۔"اس نے کپکپاتی آواز میں جواب دیا۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔؟"جواباً جواد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"اسلام و علیکم جواد بھائی آپ کب آئے۔؟"ولیہ نے بات بگڑتے دیکھ لی تھی اور نیلم کی گھبراہٹ پر شدید غصہ آیا تھا۔

"جی میں یہاں فرینڈز کے ساتھ آیا تھا. نیلم کو دیکھا اور۔۔۔۔۔"اس نے شرجیل کو دیکھتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

"اوہ۔۔۔ان سے ملیے۔یہ ہیں میرے کزن شرجیل۔۔۔۔دراصل نیلم آپ کی جاب کو لے کر بہت پریشان تھی تو میں نے اسی سلسلے میں انھیں بلایا تھا۔ان کو بھی آپ جیسے قابل اور ایماندار ایمپلائے کی ضرورت ہے تو میں نے سوچا کیوں نہ آپ لوگوں کی ملاقات کروا دوں۔(اس نے نیلم کی گھوریوں کو مسلسل اگنور کر دیا تھا) کیوں شرجیل؟"اس نے آخر میں شرجیل سے تائید چاہی۔

وہ پہلے تو اس لمبی کہانی کو سن کے ہی سٹپٹا گیا تھا مگر پھر حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اور خاص طور پر ولیہ کے مسلسل گھورنے پہ بادل ناخواستہ ہاں کہنا ہی پڑی۔

"جی۔۔۔۔۔جی بالکل۔میں نے بہت تعریفیں سن رکھی ہیں آپ کی۔اور آج کل اتنے محنتی اور ایماندار ایمپلائی کہاں ملتے ہیں۔"
عجیب سٹپٹائی سے انداز میں گویا ہوا۔

"جی جی جواد بھائی۔ شرجیل بھائی تو میرے پیچھے پڑے ہوئے تھے اور دیکھے آج آپ سے اتفاق سے ملاقات بھی ہو گئی۔"

ولیہ نے بھی مزید تسلی کروانا چاہی جبکہ وہ اندازہ ہی نا لگا سکی کہ یہ بات سارے معاملے کو مزید مشکوک کر گئی ہے۔

"اچھا۔۔۔"جواد کا انداز ایسا تھا کہ جیسے اس کے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا ہو۔

"شرجیل تم جواد بھائی سے سارے معاملات سیٹ کرو میں اور نیلم ذرا ابھی آئے۔ ہممممم۔۔۔۔۔"شرجیل کو آنکھوں سے اشاروں میں سمجھاتی وہ نیلم کو لے کر سائیڈ پہ آ گئی تھی۔

"کیا پاگل ہو تم نیلم؟ ذرا جو بات سنبھالنی آتی ہو تمہیں۔ جواد بھائی نے نارملی تم سے پوچھا اور تمہارا جوری ایکشن تھا کہ اچھا بھلا بندہ کنفیوز ہو جائے۔"ولیہ کو نیلم پہ شدید تاو آرہا تھا۔

"اکسکیوز می۔ مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتا۔ اور شرجیل بھی کیا سوچ رہا ہو گا تمہاری کہانیاں گھڑنے پر۔"نیلم کا غصہ بھی عروج پہ تھا کہ اس نے کبھی جواد سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی۔

"واٹ ایور۔۔۔"ولیہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"اور ویسے بھی اس سب میں میرا تو کوئی پرسنل انٹرسٹ نہیں تھا۔جو بھی کیا تمہارے لئے کیا کہ انکی جاب لگے اور تمہاری شادی ہو۔اور جو بھی کر رہی ہوں زرغون کہ لیے، کیونکہ اس بے وقوف کو اس سے اچھا آپشن نہیں ملے گا۔ہونہہ۔۔۔۔۔بہت شوق ہے اسے خاندان کی روایات پہ قربان ہونے کا۔"اب کی بار ولیہ باقاعدہ ناراض ہوگئی تھی۔

اس سے پہلے کہ نیلم اسے کوئی جواب دیتی اس نے جواد کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"آئی تھنک اب ہمیں چلنا چاہیے۔کیوں نیلم؟ویسے بھی کافی دیر ہوگئی ہے اور اباجی بھی پریشان ہو رہے ہونگے۔"جواد نے نیلم کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"جی چلیں۔اللہ حافظ ولیہ میں تم سے بعد میں بات کروگی۔"نیلم نے جتنی جلدی سے خداحافظ کہا تھا اتنی ہی تیزی سے ریسٹورنٹ سے باہر آگئی تھی۔جواد بھی اس کی بوکھلاہٹ کو کافی دیر سے نوٹس کر رہا تھا۔

"چلو شاباش اب جلدی سے بتاو کہ یہ سب کیا ڈرامہ تھا؟"ریسٹورنٹ سے باہر آتے ہی جواد کی تفتیش شروع ہوگئی تھی۔

"ڈرامہ۔۔۔۔۔؟"اس نے بے اختیار جواد کی طرف دیکھا۔

"جی ڈرامہ۔۔۔۔ تم کیا سمجھتی ہو کہ میں اتنا بچہ ہوں کہ کوئی بھی کہانی سنائے گا اور میں اس پہ یقین کر لوں گا۔اس وقت تو میں تمہاری دوست کے سامنے کچھ نہیں بولا، لیکن میرا نام کوئی ورلڈ گینیز بک میں نہیں آیا ہوا کہ ایسے اتنا بڑا بزنس مین مجھے جاب دینے کو مرا جا رہا ہو۔ ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" آخر میں اسکا لہجہ خود بخود طنزیہ ہو گیا تھا۔

ادھر نیلم بھی سمجھ گئی تھی کہ اصل بات چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا،اور وہ خود بھی جواد سے جھوٹ بولنے کے حق میں نہیں تھی۔ لہذا مزید بحث کیے بغیر پوری روداد اس کے گوش گزارنے لگی۔

"واٹ۔۔۔۔" پوری بات سن کر جواد شاکڈ رہ گیا تھا۔" دیکھو نیلم تمہیں اس مسلئے میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی مجھے کسی ایسی جاب کی۔ ویسے بھی میں نے ایک دو جگہ اپلائی کیا ہوا ہے۔ آئی ایم سو ہوپ فل۔ دیکھنا انشاءاللہ مجھے ضرور پوزیٹو ریپلائے ملے گا۔۔۔۔"

جواد نے نرمی سے سمجھاتے ہوئے اس سب سے دور رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

"انشاءاللہ۔۔۔۔" نیلم نے پورے دل سے کہا تھا۔اس سے خود بھی جواد کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی تھی۔

***

"واٹ۔ تم کتنی بے وقوف ہو۔ کیا ضرورت تھی اتنا سچا بننے کی۔ کتنی مشکل سے میں نے سب سیٹ کیا تھا۔اور تم میری ہیلپ نہیں کروگی تو میں بلکل اکیلی ہو جاوں گی یار۔" ولیہ کو نیلم کا انکار سن کر سب کچھ ختم ہوتا نظر آرہا تھا۔

"دیکھو ولیہ تم ایسی بیوقوفی کیسے کر سکتی ہو؟ تمہارے اپنے گھر کے حالات ایک بہت بڑی مثال ہے تمہارے سامنے۔اور ایٹ لیسٹ میں زرغون کو لو میرج کے لیے فورس نہیں کروں گی۔ دیکھوں اب صرف چند مہینوں کا ساتھ ہے ہمارا۔ پلیز اپنی سٹڈیز پہ فوکس کرو اور ان سب سے دور رہوں۔"
نیلم خود بھی اس سب کے حق میں نہیں تھی۔

"لیکن نیلم۔۔۔۔۔"
اس نے کچھ کہنے کو منہ کھولا ہی تھا مگر نیلم اس کی کوئی بات سننے یا ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"لیکن ویکن کچھ نہیں ولیہ پلیز۔ اگر زرغون خود انکار نہ کرتی تو پھر بھی کوئی گنجائش نکلتی تھی مگر اب بلکل بھی نہیں۔" نیلم نے دوٹوک لہجے میں اپنا فیصلہ سنا کے فون رکھ دیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ اب کسی صورت اس کا ساتھ نہیں دینے والی۔

***

چار ماہ یونہی خاموشی سے گزر گئے اور ان کے فائنل سر پہ آ گئے۔ اس دوران ولیہ نے کئی بار زرغون کو کنونس کرنے کی کوشش کی مگر ہر بار اس کا موڈ اتنا خراب ہو جاتا کہ ولیہ کو ہی ٹاپک کلوز کرنا پڑتا۔ ہاں البتہ جواد کو بہر حال ایک اچھی جاب مل گئی تھی اس لئے ان کی شادی کی ڈیٹس بھی ایگزامز کے ایک مہینہ بعد کی فکس ہو گئی تھیں۔

جبکہ سارہ فائنل کی تیاری میں اتنا بزی تھی کہ اسے اپنا آپ بھی بھولا ہوا تھا۔ جب سے غزل روم میں شفٹ ہوئی تھی سارہ اپنا زیادہ تر وقت لائبریری میں گزارتی تھی کیونکہ اس کی موجودگی میں تو کوئی پڑھ نہیں سکتا تھا اسی وجہ سے اس کا سامنا ولیہ اور زرغون سے بھی کم کم ہونے لگا تھا اسلئے وہ ابھی تک ان کے درمیان کے ایشوز سے ناواقف تھی۔ جبکہ شرجیل بہت بار ولیہ سے کانٹیکٹ کر چکا تھا اور ہر بار جواب انکار میں سن کر خاموش ہو جاتا تھا۔

***

آج ان لوگوں کا لاسٹ پیپر تھا اور وہ سب اپنے اپنے گھر جانے کے لیے پیکنگ کر رہی تھیں اور غزل صد شکر کے جاچکی تھی۔ نیلم بھی آج ان کے ساتھ ہی ہاسٹل میں رک گئی تھی تاکہ ان کے ساتھ وقت گزار کر سکے۔ اور ان سب نے وعدہ کیا تھا کہ نیلم کی شادی پر لازمی آئیں گیں۔

"ارے نیلم تم پریشان مت ہو یار میں اور سارہ تو یہی ہیں اسی شہر میں۔ تمہاری ہیلپ کروادیں گیں سارہ اور میں خوب رونق لگائے گیں۔" ولیہ نے نیلم کو تسلی دی۔

"ہونہہ۔۔۔ میری مامی لگانے ہی نادیں رونق مجھے۔۔۔۔۔ یار تم لوگوں کو تو پتہ ہے ناماما کا۔ بٹ آئی پرامس میں پوری کوشش کروں گی کہ وہ مان جائیں۔" سارہ اپنی مجبوری بتاتے ہوئے بہت شرمندہ تھی۔

"ارررے دفع کرو تم مامی کو اور آنٹی سے میں خود بات کرلوں گیں۔" ولیہ نے مسئلہ کا حل پیش کیا۔

"اور وہ مان جائیں گیں۔" سارہ نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"تم مجھے اتنا انڈر اسٹیمیٹ کیوں کر رہی ہو۔ آنٹی کو منانا میرا کام ہے۔اور جہا تک بات رہی مامی کی۔۔۔۔۔آئی سوئیر۔۔۔۔۔مجھے بلکل سمجھ نہیں آتی۔ میں اپنے ابا حضور کی باتوں کو سیریز ئلی نہیں لیتی اور میڈم مامی کے کہے کو سر پہ سوار رکھتیں ہیں۔"
ولیہ نے اس کی مامی والی فکر چٹکیوں میں اڑائی تھی۔

"یار پلیز۔۔۔۔۔ولیہ۔۔۔۔۔۔اب تم بھی انکل کے ساتھ کچھ بہتر کرواپنا ریلیشن۔۔۔۔۔۔۔۔جب تم نے آگے نہیں پڑھنا تو اٹس مینز کے گھر پہ ہی رہنے والی ہو شادی تک۔

اس لیے پلیز جو بھی ایشوز ہیں ان کو سولو آوٹ کرو یار۔" زرغون نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں ولیہ ویسے بھی شادی کے بعد تم یہ سب مس کرو گی۔" سارہ نے بھی اسے ایموشنل بلیک میل کیا۔ وہ سب جانتی تھی کہ ولیہ اوراس کے فادر کے درمیان کی سرد مہری خود اسے کتنا تکلیف دیتی ہے۔

"تم ہم سے پرامس کرو کہ اب اپنی زندگی کو بھی کچھ نا کچھ فکس کرو گی۔" وہ سب اس سے باقاعدہ وعدے لینے لگیں تھیں۔

"اوکے۔۔۔۔۔اوکے۔۔۔۔اوکے۔۔۔۔آئی پرامس۔۔۔۔۔آئی ول ٹرائے۔۔۔۔۔ مگر پھر انہوں نے ہی منع کر دیا ناشادی میں جانے سے۔۔۔۔۔۔ تو میں اور سارہ نہیں آسکیں گیں۔۔۔۔۔"ولیہ نے شرارت سے نیلم کی طرف دیکھا۔

لو جی اب آہستہ آہستہ سب غائب ہو جائیں گیں۔"نیلم نے منہ بنایا۔

"اوفوہ۔۔۔۔ تم ٹینشن مت لو۔ میں مذاق کر رہی تھی۔ میں شادی کی سب تیاری کروا دوں گی اور یہ سب شادی پہ تو ہوں گی ہی۔۔۔۔؟"اس نے سب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آف کورس یار۔۔۔"سب نے فوراسے رضامندی ظاہر کی۔

"تھینک گاڈ۔۔۔۔۔"نیلم کو کچھ اطمینان ہوا۔

***

"آپ نے دیکھا ہے اپنے بیٹے کی حرکتوں کو۔؟ جب سے بیماری سے اٹھا ہے کیا مجال ہے جو اپنا خیال رکھتا ہو۔ نہ ڈھنگ سے کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ بلکل صحت خراب کر لی ہے اس نے اپنی۔ پتہ نہیں میرے بچے نے تو ہنسنا بولنا ہی چھوڑ دیا ہے۔"فصیحہ بیگم کافی دنوں سے سب نوٹ کر رہی تھیں آخر کار کہے بنا نہ رہ سکیں۔

" ہممممم۔۔۔۔۔ جانتا ہوں مجنوں بنے پھرتے ہیں برخوردار۔ مگر آپ مجھ سے کیوں شکایت کر رہی ہیں جبکہ اسکی خوشیاں اسے دلانے کا وعدہ آپ خود اس سے کر چکی ہیں۔"

وہ بھی تمام صورت حال سے خوب واقف تھے البتہ ہر معاملے میں خاموشی اختیار کر چکے تھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔۔ صرف اس کی خراب طبیعت کی غرض سے کہا تھا میں نے۔"

انہیں ان کا وعدہ یاد دلانا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"ڈونٹ ٹیل می۔۔۔۔۔ آپ نے اس سے جھوٹا وعدہ کیا تھا۔" وہ تاسف آمیز حیرانگی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"آپ جانتی بھی ہیں کہ کتنی ضدی طبیعت ہے اس کی۔ اور آپ پتہ نہیں کیا سوچ کے بیٹھی ہیں۔ بہر حال یہ تو آپ بھی جانتی ہیں کہ جو وہ ایک بار ٹھان لے تو پھر کر کے ہی رہتا ہے اور جہاں تک بات رہی آپ کے ارادوں کی تو نا صرف آپ ناکام ہو جائیں گیں بلکہ شاید اپنا بیٹا بھی کھو دیں۔ میرا آپ کو مشورہ یہی ہو گا کہ اپنا دل اور ظرف بڑا رکھیں۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"اور اگر واقعی میں ناکام ہو گئی؟ میرے بیٹے نے مجھے چھوڑ دیا تو؟"

وہ چلے تو گئے تھے مگر بہت سے سوالات اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے اور وہ نئی سوچ میں ڈوبی نئے سرے سے حساب کتاب میں مصروف ہو گئی تھیں۔

***

"ہیلو یار کیسے ہو تم لوگ؟؟" آج ان سب کو الگ ہوئے ایک ہفتہ گزر گیا تھا اسلئے ولیہ نے سب کو ایک ساتھ ویڈیو کال پہ لے لیا تھا۔

"سناؤ کیسی گزر رہی ہے میرے بغیر؟" ولیہ نے شرارتی انداز میں پوچھا مگر وہاں ہنوز سب کی شکلوں پہ بارہ بجے ہوئے تھے۔

"اوہ ہیلو کیا ہوا کچھ تو پھوٹو منہ سے"

ولیہ کو ان کی بجھی بجھی شکلیں دیکھ کر عجیب وحشت سی محسوس ہوئی۔

"ایک سیکنڈ سیکنڈ۔۔۔ پلیز یار باری باری۔" جواباً تینوں نے ایک ساتھ بولنا شروع کیا تو وہ پہلے تو گھبرا گئی لیکن پھر سب کو خاموش کروایا۔

"ایسا کرو پہلے نیلم تم بتاو کیونکہ آئی نو تمہارا ایشو اتنا بڑا نہیں ہو گا۔"

نیلم پریشان سے زیادہ ناراض لگ رہی تھی تبھی ولیہ نے پہلے اسے موقع دیا تھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی میری شادی کی تیاریاں کیسے ہو نگی۔ آخر کدھر ہیں وہ تمہارے نام نہاد دعوے۔ میں یہ کر دو گی میں وہ۔۔۔۔۔۔"

نیلم کا رونا وہی پرانا تھا۔

"بس بس مجھے سمجھ آ گیا تمہارا پرابلم۔ میں کل آؤں گی تمہاری طرف۔ اور مس سارہ آپ۔"

اس نے اچانک سے سارہ کو مخاطب کیا۔

مجھے پرمیشن نہں ملی۔ بہت انسسٹ کرنے پہ بس بارات کی پرمیشن ملی۔"

سارہ نے انتہائی بے چارگی اور معصومیت سے کہا۔

"واٹ۔۔۔۔ اوکے اوکے تم بھی پریشان مت ہو میں اور نیلم آئیں گیں تمہاری طرف کل اور آنٹی کو کنونس کرنے کی کوشش بھی کریں گیں انشاءاللہ"

ولیہ نے اسے تسلی دی۔

"اب آپ بتائیں میڈم۔آپ کو سب سے لاسٹ میں موقع اسلئے دیا کہ شکل سے ہی پتہ لگ رہاہے ابھی رودو گی۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے زرغون کی پریشان صورت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میرے لئے پرپوزل آیاہے ہماری ہی فیملی سے۔انتہائی پینڈو، جاہل،اجڈ، گنوار۔۔۔۔۔" غصہ اور غم کے ملے جلے تاثرات تھے۔اس کے لیے مزید بولنا مشکل ہوگیا۔کافی ضبط کے باوجود آنسو اس کے چہرے پہ بہنے لگے تھے۔

"واٹ۔۔۔۔" وہ تینوں ہی شاکڈ رہ گئی تھیں۔

***

"اسلام و علیکم ماما۔آپ آج ڈاکٹر کے گئی تھیں ؟اب کیسا ہے آپ کے سر کا درد ؟" فصیحہ بیگم کو کافی دنوں سے شدید سر درد کی شکایت تھیں۔پہلے تو وہ معمولی سمجھ کر اگنور کرتی رہیں پر جب کسی طور بھی آرام نہ آیا تو ڈاکٹر کے جانا ہی پڑا۔شرجیل بھی اسی وجہ سے ان کی خیریت معلوم کرنے ان کے کمرے میں آیا تھا۔

"ہاں بیٹا بس اس نے کچھ ٹیسٹ کروائے ہیں۔مگر میں جانتی ہوں جب تک میرے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں نہیں آجاتی میرے سر کا درد نہیں جانے والا۔" وہ انتہائی جذباتی دکھائیں دیں۔

"ارے ماما پلیز آپ میری ٹینشن لینا چھوڑ دیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ خوش ہوں۔ فار گاڈ سیک، خیال رکھے آپ اپنا۔"

شرجیل حقیقتاً پریشان ہوا۔

"اچھا مگر میں کیسے مان لوں یہ بات کہ میرا بیٹا ٹھیک ہے۔ نارمل روٹین لائف کی طرف واپس آگیا ہے۔؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔

"ماما میں کیسے یقین دلاوں آپ کو؟" اس نے بے بسی سے کہا۔

"ویل ایک کام ہو سکتا ہے جس سے مجھے یقین آجائے۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی حکم کیجیے۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر" اس نے خاصی تابعداری کا مظاہرہ کیا۔

"ہمم۔۔۔۔ تو ٹھیک ہے پھر۔ پرسوں میں اور تمہارے پاپا ان کے فرینڈ کے گھر انوائیٹڈ ہیں اور تمہیں ہمارے ساتھ جانا ہوگا لازمی۔"

اب کی بار وہ تحکمیہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"بس اتنی سی بات۔ یہ تو کوئی پرابلم ہی نہیں ہے۔ میں چلوں گا" اسکا ہرگز دل نہیں تھا مگر ان کی خوشی کے لیے جانا ہی تھا۔

"ڈن۔۔۔۔"انہوں نے بے یقینی سے شرجیل کو دیکھا۔

"ڈن۔۔۔۔"اس نے اپنا مضبوط ہاتھ ان کے ہاتھوں پہ رکھ کر یقین دہانی کرانا چاہی۔جواباان کے چہرے پہ سکون پھیلتا گیا۔ان کے چہرے کا سکون دیکھ کر اس نے اپنے دل میں بھی اطمینان اترتا محسوس کیا تھا۔

***

"یار نیلم میں آج نہیں آسکتی آئی ایم سوری تھوڑا گھر پہ بزی ہوں۔ بابا کے کچھ اسپیشل گیسٹ آنے ہیں بٹ آئی پرامس میں کل لازمی آجاوں گی اور پھر سارہ کے گھر بھی تو جانا ہے ہمیں۔"نیلم کو میسج سینڈ کر کے وہ زرغون کو کال کر رہی تھی۔ پھر اسے گیسٹ کے لیئے کچھ شام کی تیاری بھی دیکھنی تھی۔ یہ ان تینوں کی ہی کی ہوئی نصیحتوں کا اثر تھا کہ ولیہ نے تھوڑی لچک پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہیلو زرغون۔ کیسی ہو۔"زرغون کے کال ریسیو کرتے ہی وہ بولی تھی۔

"کیسی ہو سکتی ہوں"بہت افسردہ آواز میں جواب دیا گیا۔

"کیا تمہارے پیرنٹس نے ہاں کر دی ہے؟اور کوئی بھی تمہاری فیلنگز نہیں سمجھ رہا؟" ولیہ کو اس کے انداز سے یہی محسوس ہو رہا تھا۔

"نہیں ابھی تک تو نہیں۔ مگر پورے خاندان کا اتنا پریشر ہے کہ ان کو مجبوراً ہاں کرنی ہی پڑے گی۔ گھر میں سب اس رشتے کو لے کر بہت پریشان ہیں۔ کوئی بھی نہیں چاہتا کہ میری شادی کسی بھی ایسی جگہ ہو مگر ہماری فیملی میں کوئی اچھا رشتہ ہے ہی نہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ انہیں مجبوراً ہاں کرنی ہی پڑے گی اور میں ان کی مجبوری سمجھ بھی رہی ہوں مگر میں کیا کروں جب بھی سوچتی ہوں تو میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔" اس نے دوبارہ سے رونا شروع کر دیا تھا۔

"زرغون پلیز یار پلیز۔ تم رونا بند کرو پلیز۔ تم تو بہت باہمت لڑکی ہو نا۔ اتنی کمزور کیسے پڑھ گئی تم"

ولیہ کا دل بے چین ہو اٹھا تھا۔

"انسان خود کو جتنا بھی مضبوط کر لے رہتا تو انسان ہی ہے۔ ایک کمزور اور بے بس انسان۔" اس نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا اور اب بھی سمجھا رہی ہوں۔ وہ ہر طرح سے ساتھ دے گا تمہارا تم ایک بار اس کا ساتھ دے کر تو دیکھو۔ اور آئی تھنک یہی ایک لاسٹ آپشن بچا ہے تمہارے پاس۔"

ولیہ نے ایک بار پھر اسے قائل کرنے کی کوشش کی۔

"ولیہ پلیز میں ایسا کبھی نہیں کروں گی چاہے مجھے جتنا بھی رونا پڑے۔چاہے ساری زندگی بھی رونا پڑے۔اور کب تک روؤں گی میں۔آخر کو صبر آہی جائے گا اور صبر آہی جاتا ہے۔انسان اپنے نصیب کا لکھا قبول کر ہی لیتا ہے چاہے وہ کتنا ہی رویا ہو۔۔۔۔"

اب کی بار وہ خاصی مضبوط دکھائی دی۔

ولیہ کو لگا کہ جیسے اس کا دل کوئی مٹھی میں لے کر مسل رہا ہوں۔اسے زرغون پر شدید ترس آرہا تھا۔کاش میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی۔کاش۔۔۔۔۔۔۔"اس نے دل میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

***

زرغون ابھی ہاتھ میں پکڑی اس تصویر کو دیکھ رہی تھی جو اس لڑکے کی بہن بہت دھونس سے اسے پکڑا کر گئی تھی۔کتنا جاہلانہ انداز اور گھٹیا سوچ کی مالک تھی وہ کہ اس کا اندازہ زرغون کو پہلی ملاقات میں ہی ہو گیا تھا۔حالانکہ ابھی تک ان کی طرف سے ہاں نہیں کی گئی تھی لیکن پھر بھی وہ پورے حق سے اترا اترا کر جتا رہی تھی کہ وہ اس کی ہونے والی بھابھی ہے اور ساتھ ساتھ اس کے تعلیم یافتہ ہونے کا طعنہ دیتے ہوئے یہ بھی جتا گئی تھی کہ اس تعلیم کی ان کے گھر میں کوئی اہمیت نہیں ہو گی۔

زرغون کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔ "نہیں اگر سب کے مجبور کرنے پر گھر والوں نے ہاں کر دی تو وہ کس طرح مقابلہ کرے گی ان لوگوں کی جہالت کا۔"

یہ سوچ کر ہی اس کا دل خوف سے کانپنا شروع ہو گیا تھا۔

"کیا میں نے غلط کیا؟ کیا مجھے ولیہ کی بات مان لینی چاہیے تھی؟ واقعی اگر میں اس کا ہاتھ تھام لیتی تو وہ اتنے اسٹرانگ بیک گراؤنڈ سے تھا۔ کوئی میرا کیا بگاڑ لیتا۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔ اگر وہ میرے نصیب میں ہوتا تو مجھے یوں ہی مل جاتا اس کے لیے مجھے اپنے ماں باپ کا دل دکھانے کی، اپنی عزت خاک میں ملانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس طرح اسے حاصل کر کے بھی کچھ حاصل نہ ہو گا سوائے بدنامی کے اور کچھ میرے ہاتھ نہیں آئے گا۔

یا اللہ میں بھٹکنا نہیں چاہتی۔ میں ایسا کیوں سوچ رہی ہوں۔

اف میرے خدایا۔۔۔ میرے مالک۔۔۔ میرے لیے آسانیاں پیدا کر۔ کوئی راستہ نکال میرے مولا۔۔۔۔۔۔۔ مجھے اس آزمائش سے نکال میرے مالک۔" کافی دیر وہ جاہ نماز پہ بیٹھی اپنے خالق سے اپنا درد بیان کرتی رہی۔ مستقل رونے سے اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔

سر بھی شدید بھاری محسوس ہو رہا تھا۔اب وہ روتے روتے تھک گئی تھی یا پھر خدا کی طرف سے اس کے دل کو اطمینان نصیب ہوا تھا کہ وہ چپ ہو گئی تھی اور بستر پر آنکھیں بند کیے لیٹ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب بھلائے گہری نیند سو گئی تھی۔

اور ویسے بھی کہتے ہیں نا کہ حالات جتنے بھی برے کیوں نہ ہو جائیں لیکن انسان کو کبھی دعا مانگنی نہیں چھوڑنی چاہیے نجانے کون سی گھڑی قبولیت کی ہو۔اور اگر کسی کو وہ گھڑی نصیب ہو جائے تو ناممکن کا ممکن ہو جانا مشکل نہیں رہتا۔ مگر کیا خبر وہ گھڑی کب کس کو نصیب ہو جائے۔ کیا خبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔،

***

"اسلام و علیکم کیسی ہیں آپ؟ ولیہ نے مہمان خاتون اور ان کے شوہر کو ڈرائنگ روم میں لے جاتے ہوئے خوش اخلاقی سے پوچھا۔

"اللہ کا شکر ہے بیٹا۔اور آپ سناو آپ کیسی ہو کیا ہو رہا ہے آج کل۔؟" وہ جو صدقہ واری ہوتی نظروں سے مسلسل اسے دیکھ رہی تھیں ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔

"جی آنٹی ابھی ایگزامز دیئے ہیں بس رزلٹ کا ویٹ کر رہی ہوں اس کے بعد انشاءاللہ کسی اچھی یونیورسٹی سے ایم ایس کروں گی۔"

وہ انہیں آگے کے منصوبے سے آگاہ کرنے لگی۔

"ارے واہ واہ ماشااللہ۔ انشاءاللہ کیوں نہیں۔ تم تو مجھے ویسے بھی بہت ذہین اور پڑھا کو ٹائپ لگیں تھیں۔ اللہ تمہیں کامیاب کرے آمین۔" انہوں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعا دی۔

"اسلام و علیکم۔ کیسے ہیں آپ لوگ۔ آئی ایم ایکسٹریملی سوری مجھے آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔ مجھے بہت شرمندگی ہو رہی ہے۔ اصل میں بہت ضروری کال تھی مجھے اٹینڈ کرنا پڑی۔" قریشی صاحب نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے وقت اپنے دیر سے آنے کی وضاحت کی تھی۔

"ارے بھئی مجید بلکل بھی شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں آپکو۔ آخر میں بھی ایک دور میں یہ سب بھگت چکا ہوں اسلئے سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اب تو شکر ہے جب سے ہمارے صاحبزادے نے یہ زمہ داری سنبھالی ہے جان چھوٹ گئی ہے ہر وقت کی کالز سے۔" انہوں نے قریشی صاحب کے شرمندگی کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی۔

"جی جی ماشااللہ خوب ذمہ داری سے سنبھال رہا ہے وہ۔ بہت خوش نصیب ہیں آپ کہ اللہ نے آپ لوگوں کو اتنے قابل بیٹے سے نوازا ہے۔ آپ کہہ رہے تھے کہ اسے لے کے آئیں گیں۔ بھئی بہت اشتیاق ہے مجھے آپ کے ہونہار بیٹے سے ملنے کا۔" وہ بھی جواباً انتہائی خوشدلی سے گویا ہوئے۔

"جی بس وہ تھوڑی دیر میں آتا ہی ہو گا۔ اصل میں اسے ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی تھی۔ بس تھوڑی دیر میں آنے والا ہو گا انشاءاللہ۔

مجھے تو ویسے آپ کی بیٹی بھی بہت قابل لگی۔ اب آپ اس کو اپنے ساتھ بزنس میں انوالو کرے نا۔ اچھی بات ہے آپ کا بوجھ بھی کچھ کم ہو جائے گا۔" جواب مہمان خاتون کی طرف سے آیا تھا جو ولیہ پہ تقریباً فدا ہو چکی تھیں۔

"ارے ولیہ بیٹا پلیز جائیے نا آپ مہمانوں کے لیے کچھ بجھوائیں اور پلیز کھانے وغیرہ کے انتظامات بھی ضرور دیکھ لیجئے گا۔" انہیں اچانک احساس ہوا تھا کہ ابھی تک مہمانوں کو کچھ کھانے کے لیے پیش نہیں کیا تھا جبکہ وہ آج ویسے بھی جس خاص مقصد کے لئے آئے تھے بیٹی کا باپ ہونے کی حیثیت سے وہ بہت کانشئیس ہو گئے تھے ہر معاملے میں۔ ہر کام انہوں نے ولیہ کو اپنی نگرانی میں کروانے کو بولا تھا۔

اللہ کرے ولیہ کو یہ رشتہ پسند آجائے تو میں بھی اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔

اس دعا کو اپنے دل میں بارہا دہرا چکے تھے۔

"جی بابا میں تو کب سے جانا چاہ رہی تھی مگر یہ آنٹی میری جان چھوڑے تو تب نہ۔۔۔۔۔" وہ محض دل میں ہی کہہ سکی اور مسکراتے ہوئے "جی بابا" کہتی ڈرائنگ روم سے باہر آگئی۔

وہ ڈائننگ ہال سے گزرتی ہوئی کچن کی طرف جارہی تھی کہ اسے داخلی دروازے سے کوئی اندر آتا محسوس ہوا جس پر اس نے اچانک مڑ کے دیکھا مگر سامنے موجود شخص کو دیکھ کر وہ برف کا مجسمہ بن چکی تھی جو سانس تو لے رہا تھا مگر اس کے علاوہ کوئی اور حرکت محسوس نہیں کی جاسکتی تھی۔

سامنے موجود شخص کی نظر جب اس بت بنی کھڑی ولیہ پہ پڑی تو اس کی حالت بھی ولیہ سے کچھ جدا نہ تھی۔

"تم۔۔۔۔۔۔"

آخر کار اس برف کے مجسمے میں حرکت ہوئی۔

"شرجیل تم۔۔۔۔۔۔۔" اسے اپنی ہی حیران آواز کہیں دور سے آتی سنائی دی تھی۔ مگر اپنی آنکھوں پہ یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

***

"تم۔۔۔۔۔۔ تم آج گھر ہی پہنچ گئے۔" (مارے حیرت کے اس کا رنگ فق ہو گیا۔)

"نن۔۔۔ نہیں۔ میں تمہارے گھر نہیں آیا۔" (وہ سٹپٹا سا گیا تھا۔)

"واٹ۔۔۔۔۔۔ اوکے واٹ ایور"۔۔۔۔۔(اس نے ڈرائنگ روم کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا)۔۔۔۔۔"تم پلیز ابھی جاوں یہاں سے۔ ابھی مہمان آئیں ہوئے ہیں اور کوئی سین کریٹ کرنا نہیں چاہتی۔۔۔" مہمانوں کے ڈر سے وہ آہستہ آواز میں بولی۔

"مم۔۔۔ مگر میری بات تو سنو۔۔۔" اس نے خود کو تقریبا دھکے دیتی ولیہ کو روکنا چاہا مگر بے سود۔

"ہاں ہاں سنو گی سنو گی۔ کال کروں گی نا۔ پلیز ابھی جاوں۔" اس نے کہنی سے کھینچ کر شرجیل کو باہر نکالا اور دروازہ اندر سے لاک کر دیا کہ کہی وہ واپس ہی اندر نہ آ جائے۔ ایک نظر ڈرائنگ روم کے دروازے پہ ڈالی اور اطمینان کا سانس لیتی کچن میں چلی گئی۔

" باجی۔۔۔ صاحب کہہ رہے ہیں جوس لے کر آؤ۔ تھوڑی دیر بعد چکن کے دروازے پہ کھڑی ملازمہ نے اطلاع دی تھیں۔

"تم اتنی گبھرائی ہوئی کیوں ہو؟" اسے اس کا انداز خاصا عجیب عجلت بھرا لگا۔

" پتہ نہیں جی کسی نے دروازہ بند کر دیا تھا اور جی و (شرماتے ہوئے) باہر کھڑے رہے۔ بس پھر صاحب نے مجھے بہت ڈانٹا۔" جلدی سے ٹرے تھامتے بات مکمل کی۔

"ایک سیکنڈ۔۔۔ وہ کون؟" اس کے بھاگتے قدموں کو ولیہ کی آواز نے بریک لگائی اس نے حیرت سے ولیہ کی طرف دیکھا۔

"وہی جی دلہے میاں۔۔۔" اب کی بار اس نے صاحب کی ڈانٹ کے ڈر سے باقاعدہ دوڑ لگائی۔

"دولہے میاں۔۔۔۔۔۔۔۔اب یہ کون ہے؟؟؟ہونہہ۔۔۔۔۔کچھ زیادہ ہی ڈانٹ کا اثر ہو گیا اس کے دماغ پہ" سر جھٹکتی وہ دوبارہ تیاریوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ مطمئن سی ہر چیز کو دیکھتی وہ دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ گئی تھیں۔

" بابا کھانا ریڈی ہے۔ ٹیبل پہ لگا دوں؟۔"ڈرائنگ میں ہونے والے نئے اضافے سے بلکل بے خبر اس نے اطلاع دی۔

"ارے کھانا تو کھاتے ہی رہے گیں۔ابھی ادھر آو۔۔۔۔۔"

(ایک تو آنٹی ہر بات میں بولتی ہیں)وہ محض سوچ کر رہ گئی تھی۔

"میرے بیٹے سے تو ملو۔۔۔۔"وہی شیرینی لہجہ۔۔۔۔جس سے اسے الجھن محسوس ہو رہی تھی۔کوئی دکھاوا ہو جیسے۔

اس نے نظریں سامنے بیٹھے شخص کی طرف اٹھائی

۔۔۔"۔۔اوہ۔۔"۔۔۔۔۔

سامنے والے کے چہرے کے تاثرات بھی کچھ خاص مختلف نہ تھے۔دونوں کو لمحوں میں سارا معاملہ سمجھ آ گیا تھا۔

"واہ رے قسمت۔۔۔۔۔یہ کیوں بار بار ٹکر آئے جارہا ہے" ولیہ نے برا سامنہ بناتے ہوئے سوچا تھا۔

"ہاں بیٹا تم شرجیل کو باہر لان میں لے کر جاوں۔ باتیں واتیں کروں۔بے چارہ کب سے ہم لوگوں میں بیٹھا بور ہورہا ہے"۔۔۔قریشی صاحب نے ولیہ کو ایک اور امتحان میں ڈالا تھا۔۔۔۔۔"اور کھانے کی آپ فکر نہ کرو۔ وہ لگ جائے گا۔ جاو بیٹا آپ۔۔۔۔۔"

"بلکل بلکل بات چیت کرو۔آخر فیصلہ تو بچوں نے ہی کرنا ہے۔زندگی تو انہی کو ساتھ گزارنی ہے۔۔۔"کمال صاحب کا کمال اطمینان سے ادا کیا گیا یہ جملہ وہاں موجود چاروں نفوس پہ بجلیاں گرا گیا تھا۔ولیہ نے قریشی صاحب جبکہ شرجیل نے فصیحہ بیگم کو شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھا اور ڈرائنگ روم سے باہر نکل گئے۔جبکہ فصیحہ بیگم اور قریشی صاحب بے بسی سے بس ایک نظر کمال صاحب پہ ڈال کہ رہ گئے جوان دونوں کی بچوں کو بے خبر رکھنے کی سب پلاننگ پہ پانی ڈال کر اطمینان سے بیٹھے تھے جبکہ ان دونوں کا اطمینان رخصت ہو چکا تھا کیونکہ دونوں کو ابھی اپنے بچوں کے شدید رد عمل کا سامنا کرنا تھا۔

***

"ارے تم ہمارے پاس تو بیٹھوں نا۔ ادھر کھڑا کیوں ہے؟" ایسا ہی ایک ماحول دور پہاڑی علاقے کے گھر موجود ڈرائنگ روم کا بھی تھا۔ ایسا ہی شیرینی ٹپکاتا لہجہ۔ ایسے ہی زرغون کو بھی الجھن محسوس ہوتی تھیں۔

"ہم تو کب سے انتظار میں بیٹھا ہے کہ تم کو اپنا بیٹی بنا کے گھر لے جائے مگر یہ تمہارا آغا جان ہم کو ہاں ہی نہیں بولتا۔" اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے مخصوص لب و لہجے میں شکوہ کیا گیا۔

"بس بیٹی کا معاملہ ہے۔ تھوڑا وقت تو لے گا نا اس کا آغا جان اور لالا فیصلہ کرنے میں۔" اماں جان نے ہمیشہ کی طرح ان لوگوں کو پھر ٹالنا چاہا۔ "زرغونہ بچے تم جاؤ جا کہ ادھر کام وام دیکھو مرجان کے ساتھ۔ وہ بیچارہ کب سے اکیلا ہی لگا ہوا ہے۔" انہوں نے زرغون کو وہاں سے کھسک جانے کا اشارہ کیا۔

اور کچھ ایسی ہی صورتحال کا سامنا سارہ کو بھی تھا۔ اس کی مامی انتہائی گھسا پٹا رشتہ لے آئی تھیں کیونکہ اگلے مہینے ان کا بیٹا سلمان امریکہ سے آ رہا تھا اور وہ چاہتی تھیں کہ اس سے پہلے کسی بھی طرح وہ سارہ کو کسی ٹھکانے لگائیں۔ اس لیے جیسا بھی رشتہ ان کے ہاتھ لگا لے آئیں تھیں اور سارہ کی اور اس کی ماں کی جان عذاب میں آ چکی تھیں۔

"ارے بلوا تو لو۔ بھئی مل تو لو۔۔۔۔۔۔"

مسلسل ایک ہی فقرے کی گردان جاری تھی۔

"بھابھی مگر بھائی کو تو آنے دیں ان سے تو بات کر لینے دیں مجھے۔۔۔۔۔"

نائلہ بیگم نے حتی المقدور ٹالنے کی کوشش کی۔

"اوہ تو کیا میرا کوئی حق نہیں ہے سارہ پہ۔ کیا میرے کہنے پہ تم حامی نہیں بھر سکتی؟ صرف تمہارے بھائی نے ہی خرچہ نہیں اٹھایا، میں نے بھی خود پہ جبر کر کے اپنے بچوں کے حق کو مار کر تمہاری بیٹی کو دیا ہے۔ میرا ہی حوصلہ تھا۔ آج تم اور بھائی الگ بیٹھک لگا کہ مجھے درمیان سے نکال نہیں سکتے۔" انہوں نے سود سمیت وصول کرنے کا سوچا تھا۔

"بھابھی میں نے کب انکار کیا ہے کسی بھی بات سے۔ بلکل جو بھی فیصلہ ہو گا وہ آپ اور بھائی کی مرضی سے اور سارہ کی مرضی سے ہی ہو گا"۔۔۔۔ وہ جوان کی بات سن کر اطمینان سے مسکرا رہی تھیں آخری جملہ پہ جھٹکا کھا کر سیدھی ہوئی تھیں۔

"ہیییں۔۔۔۔۔۔ سارہ کی مرضی۔۔۔۔ یہ سارہ کی مرضی درمیان میں کہاں سے آگئی؟" مارے حیرت کے ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ظاہر ہے بھابھی زندگی تو اس کو ہی گزارنی ہے اور پھر ہمارا اسلام بھی تو۔۔۔۔۔۔۔۔"

انہوں نے اسلامی طور پر وضاحت دے کر بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"ارے بس بی بی بس۔۔۔۔ یہ اسلام تم مجھے نہ سکھاو۔ ہم بھی مسلمان گھرانے سے ہیں مگر کیا مجال ہے جو ماں باپ کے فیصلے کے آگے ایک لفظ بھی بولا یا ہم سے پوچھا گیا ہو۔ ہمیں تو کچھ معلوم بھی نہ تھا جدھر انہوں ہاں کی ادھر ہی بیاہ رچا لیا۔(ذرا سی دیر سانس لینے کو رکیں۔)اور مرضی کی بھی خوب کہی تم نے۔ ظاہر ہے کالج جاتی رہی ہے اور بھئی رہی بھی ہاسٹل میں۔ گھر ہوتے ہوئے بھی ہاسٹل میں رہی۔ آنکھوں کے سامنے ہوتی تو کوئی روک ٹوک بھی کرتے۔اب اتنی آزادی سے رہی ہے تو واقعی بھئی کوئی مرضی بھی ہو گی ہی اس کی۔ ہونہہ۔۔۔۔۔۔"سر جھٹکتی وہ تن فن کرتی وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں تھیں۔

جبکہ نائلہ بیگم ان کے پیچھے سر پکڑے بیٹھی تھیں کہ اچانک کیا افتاد ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ تو سمجھی تھیں کہ سارہ کو تعلیم دلوا کر ان کی زندگی میں کچھ سکون آ جائے گا۔۔۔۔۔۔ مگر اب ان کو اپنی بیٹی کی کردار کشی کو بھی سہنا پڑے گا کیا؟خود پہ لگائی گئی سب تہمتیں بہت صبر سے سہہ گئیں تھیں وہ۔ مگر اب اپنی بیٹی کے لیے یہ سب وہ کیسے

برداشت کر پائے گیں۔ وہ جو سمجھ رہی تھیں کہ اب صبر کا پھل کھانے کا وقت ہے مگر نہیں ابھی تو امتحان ختم ہی نہیں ہوا تھا۔ یہ زندگی ختم ہونے کو آئی تھی مگر اس کے امتحان ختم ہونے کو نہیں آ رہے تھے۔ نجانے کب انہیں بھی سکون کا لمحہ نصیب ہو۔ کب ان کی مراد بھی پوری ہو اور کب وہ بھی سکون سے جی سکیں یا کم از کم مر تو سکیں۔۔۔" آج کافی عرصے بعد وہ خدا سے شکوہ کناں ہوئیں تھی۔

***

مرجان نے پلٹ کے دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑی زرغون کو دیکھا جو بلکل رو دینے کو تھی۔

"ارے میرا بچہ "۔۔۔۔۔۔۔ انہوں نے آگے بڑھ کر فورا سے اسے اپنے ساتھ لپٹایا۔۔۔۔۔۔ "ہائے میرا بچہ تم کیوں روتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ ابھی تمہارا مرجان زندہ ہے۔ ہم کو بتاوں تمہیں کسی نے کچھ بولا ہے ؟؟؟ بتاوں ہم کو۔۔۔ ہم اس کو چھوڑے گا نہیں۔۔۔۔۔ بس۔۔۔۔۔۔ بس میرا بچہ تم رونا بند کرو۔۔۔۔۔۔ بند کرو رونا ورنہ دیکھو پھر تمہارا مرجان بھی رو پڑے گا۔" انہوں نے بمشکل اس کو چپ کروایا تھا۔

"مرجان کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ جیسے آپ کی شادی نہیں ہوئی ایسے میں بھی ساری زندگی۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ارے۔۔۔۔۔۔ارے بس بس چپ۔"

انہوں نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر مزید بولنے سے باز رکھا۔۔۔۔۔"خدا ایسا وقت پھر کبھی کسی لڑکی لوگ کی زندگی میں نہ لائے۔۔۔۔۔۔ہمارا تو اللہ سے دعا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی لڑکی صرف اس وجہ سے اپنا سارا زندگی اپنے لالا کے دروازے پہ گزار دے۔ جیسے ہم نے گزارا۔۔۔۔۔۔۔دیکھو زرغونہ بچے۔۔۔ حق ہا۔۔۔۔۔۔۔۔"انہوں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے افسوس سے ہاتھ ملے۔۔۔۔۔"اگر ہمارا شادی ٹھیک وقت پہ بنا ہوتا نا تو ہمارا بیٹی بلکل تمہارے جتنا ہوتا۔۔۔۔۔۔۔مگر ایسا تو نہیں ہوا نا۔۔۔۔۔لیکن ہم نے تم کو بلکل اپنی بیٹی کے جیسے پال پوس کے بڑا کیا۔۔۔۔۔ہمارے سامنے تم ایسے بولے گا تو ہم سہہ نہیں پائے گا۔۔۔۔۔"

زرغون کے الفاظ ان کے دل میں کئی نشتر چبھو گئے تھے۔

"اگر آپ کے منگیتر نے آپ سے منگنی توڑ کر اپنی مرضی سے خاندان سے باہر شادی نہ کی ہوتی تو آپ آج اس طرح سے زندگی نہ گزار رہی ہوتی۔۔۔"یہ واقعہ زرغون کی

پیدائش سے بہت پہلے کا تھا مگر پھر بھی اتنی بار دہرایا جا چکا تھا کہ اسے ازبر ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔"مرجان کیا وہ دوبارہ پھر کبھی آپ لوگوں سے ملنے نہیں آئے۔؟"

آج وہ پہلی بار مرجان سے اس ٹاپک پہ بات کر رہی تھی ورنہ اس کا کبھی حوصلہ نہیں ہوا تھا کہ ان کے زخم کرید کر انہیں دکھی کرتی۔ مرجان رشتے میں تو اس کی پھپھو تھیں اس کے آغا جان کی بہن۔۔۔ مگر ہمیشہ ہر لمحے اس نے انہیں اپنے ساتھ کھڑا پایا۔ ہر معاملے میں سفارش یہانتکہ شہر جا کر پڑھنے کی اجازت دلوانے میں بھی ان کا ہی ہاتھ تھا۔

"جب سے وہ ہم سے منگنی توڑ کر اپنی بہت پڑھی لکھی شہر کی لڑکی سے شادی بنایا نا تو سب رشتہ داروں نے اس سے اپنا واسطہ ختم کر دیا۔۔۔۔۔۔اب وہ یہاں کیا کرنے آتا۔۔۔۔اس کا سگا ماں باپ نے بھی اس کو چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔"
انہیں آج بھی ایک ایک بات ازبر تھی۔

"انہوں نے کیوں اپنی بھانجی کے لیے سگے بیٹے کو چھوڑ دیا مرجان۔۔۔۔۔۔۔۔؟"
اس نے حیرت اور معصومیت کے ملے جلے تاثرات لیے پوچھا تھا۔

"یہ جو برادری لوگ ہوتا ہے نا بہت ظالم لوگ ہوتا ہے۔ان کا رسم و رواج بھی اتنا ہی ظالم ہوتا ہے۔ برادری نے شرط رکھا تھا کہ وہ دوسری شادی یہاں ہم سے بنائے

گا۔۔۔۔ورنہ وہ کبھی یہاں کسے سے ملنے نہیں آئے گا۔۔۔۔۔ مگر اس کا بیوی بھی بڑا سخت عورت تھا۔اس نے اس کو اجازت ہی نہیں دیا۔۔۔۔۔اس کا باپ بھی اس دنیا سے یہ غم لے کر چلا گیا اور اس کو جنازہ میں شرکت کا اجازت بھی نہیں ملا۔اور اس کا ماں۔۔۔۔وہ بس اپنے اکلوتے بیٹے کو ایک بار دیکھنے کی آس میں زندہ بیٹھا ہے۔۔۔۔"

مرجان رحم آمیز لہجے میں بولیں۔

"کیا آپ کو اچھے لگتے تھے مرجان؟؟؟"اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"ہم۔۔۔۔ہم کو۔۔۔۔ہم نے اپنا پورا بچپن اس کے ساتھ کھیل کے گزارہ تھا۔جب ہماری ماں ہم کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلا گیا تب اس کی ماں نے ہی ہم کو بلکل اپنے بچے جیسا پالا۔ پھر وہ پڑھنے شہر سے باہر گیا تو سب نے مل کر اس سے ہمارا منگنی کروادیا۔ پھر وہ ملک سے باہر چلا گیا اور ہم۔۔۔۔ہم بس انتظار کرتا رہا۔۔۔۔۔جب وہ واپس آیا تو بلکل ہی بدل گیا تھا۔۔۔۔ہم میں سے کسی کو بھی اس کا بولی سمجھ نہیں آتا تھا۔جب وہ ہمارے سامنے آتا تھا تو ہم کو لگتا ہی نہیں تھا کہ یہ وہ ہی ہے جس کے ساتھ ہم کھیلا کرتا تھا۔ ہمیں بڑا عجیب لگتا تھا وہ۔اچھا ہوا ہمارا اس سے شادی نہیں

بنا۔۔۔۔۔اس کی تو ہمیں بات ہی سمجھ نہیں آتا تھا۔۔۔۔۔"

مرجان ایسے تذکرہ کر رہیں تھیں جیسے کسی عجوبے کی بات ہو رہی ہو۔

"پھر آپ اتنی اداس کیوں رہتی تھی مرجان۔۔۔۔۔۔؟" زرغون ساری زندگی ان کی اداسیوں کی وجہ یہی سمجھتی آئی تھی۔

"ہم اداس نہ ہوتا تو کیا کرتا۔۔۔ ہمارا لالا تمہارا آغا جان پریشان بہت رہتا تھا ہمارے لیے۔۔۔۔ ہمارے لیے برادری میں کوئی اور رشتہ بھی تو نہیں تھا۔ وہ ہم سے بہت محبت کرتا تھا جیسے تمہارا لالا تم سے کرتا ہے۔۔۔۔اس نے ہمارا شادی برادری سے باہر بنانا چاہا مگر سب اس کے خلاف اکٹھا ہو گیا۔۔۔۔اس کو یہاں سے جانے کو بولا۔۔۔۔بس لالا اس کے بعد بلکل بدل سا گیا۔۔۔۔۔ تبھی اس نے تمہارے لالا کو پڑھنے شہر سے باہر نہیں بھیجا اور تمہیں کتنی مشکل سے ہم نے اور تمہارے لالا نے اجازت دلوایا۔۔۔"

وہ جانتیں تھیں کے جوان بہن کے مستقبل کے خوف سے آغا جان کی راتوں کی نیندیں تک اڑ گئیں تھیں۔ مگر وہ برادری کے آگے بے بس ہو گئے تھے۔

"آغاجان تواب بھی برادری کے آگے مجبور ہیں مرجان۔۔۔۔۔"اس کے چہرے پہ دوبارہ اداسی کے گھنے بادلوں نے بسیرا کیا جو ہر وقت اس کی آنکھوں سے برستے رہتے تھے اور اب بھی برسات ہونے کو تیار بیٹھی تھی۔

"ارے نہیں میرا بچہ تم کو پریشان ہونے کا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ہم ہے نا اور پھر تمہارا لالا بھی تمہارے ساتھ ہے۔اور تمہارا آغاجان بھی ایسا نہیں چاہتا۔۔۔"انہوں نے تسلی دی تھی بلکہ وہ بھی جانتیں تھیں کہ آغاجان آج بھی سب کے سامنے اتنے ہی بے بس و مجبور ہیں جتنے اس وقت تھے۔

"آغاجان توآپ کے لیے بھی یہ سب نہیں چاہتے تھے مرجان۔۔۔۔۔۔"
زرغون کی رتی برابر تسلی نا ہوئی تھی۔

"اچھا اچھا تم پریشان مت ہو دیکھو اللہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔۔بس اب تم روئے گا نہیں۔۔۔۔۔بس۔۔بس۔۔"انہوں نے اس کے آنسوؤں کو اپنے انگلی کے پوروں پہ سمیٹتے ہوئے اسے چپ کروایا تھا۔۔۔وہاں کی عورتیں عادی ہو چکی تھی ایک دوسرے کا غم سننے اور سہنے کی۔

***

"ماں اب یہ کیا نیا مسئلہ کھڑا کر رہی ہیں مامی ؟؟؟ مجھے لگا تھا اب تک ان کا رویہ بہت بدل گیا ہو گا۔۔۔۔۔ مگر وہ تو آج بھی۔۔۔۔۔۔

کیا یہ سب اس لیے کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ میں ہاسٹل سے آکر یہاں ان کے سر پہ بیٹھ جاوں گی ؟؟۔۔۔ تو آپ ان کو بتا دیں کہ میں ایم فل کے لیے اپلائی کر چکی ہوں۔ بہت جلد دوبارہ چلی جاوں گی اور جیسے ہی جاب لگتی ہے میں آپ کو بھی لے جاوں گی۔"
سارہ شدید اکتاہٹ کا شکار تھی۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے میری بچی۔ تم بس اپنی پڑھائی کی طرف دھیان دو۔ ان کی تم فکر مت کرو۔ اور ہاں جتنے بھی دن یہاں ہو، چپ چاپ صبر سے ہر بات برداشت کر لینا سمجھی۔۔۔۔" وہ اسے رسان سے سمجھا رہیں تھیں۔

"جی جی جی۔۔۔۔ بچپن سے سمجھا رہی ہیں۔ اب تو میں بھی سمجھ ہی گئی ہوں۔۔۔"
ان کو اطمینان دلاتی وہ دوبارہ لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گئی تھی جو اسے اچھے مارکس پہ حکومت کی طرف سے ملا تھا۔

جبکہ وہ دوبارہ سوچوں میں گم ہو گئی تھیں۔ سچ ہی تو کہہ رہی تھی وہ، بچپن سے صرف نصیحت ہی تو دی ہے انہوں نے اسے اور بس۔۔۔۔۔۔۔

***

"اررررے! کمال صاحب۔۔۔۔کیا ضرورت تھی آخر آپ کو یہ سب کہنے کی"۔۔۔۔وہ فصیحہ بیگم ہی کیا جو کسی بات کو ضبط کر جائے۔۔۔۔۔"وہ دراصل ابھی میں نے چاہا تھا کہ صرف بچے آپس میں مل لیتے"۔۔۔۔انہوں نے قریشی صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے بات سنبھالی۔۔۔۔"ان کی دوستی ہو جاتی تھوڑی انڈرسٹینڈنگ ہو جاتی تو بات آگے بڑھاتے۔۔"

آخر میں انہوں نے تائید طلب نظروں سے قریشی صاحب کی طرف دیکھا۔

"جی بلکل میں بھی یہی سوچ رہا تھا اس لیے میں نے بھی ولیہ سے ابھی کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔اور وہ تو غصہ کی بھی بہت تیز ہے پتہ نہیں کیسے ری ایکٹ کرتی ہے۔"انہوں نے صاف گوئی سے کام لیا تھا البتہ فصیحہ بیگم ضرور ٹھٹک گئی تھیں۔

"اچھا غصہ کی تیز ہے ولیہ؟؟؟"وہ دہرائے بغیر نہ رہ سکیں تھیں۔

"جی دراصل آج کی نوجوان نسل کچھ زیادہ ہی جذباتی ہے۔اور ماں کا سایہ بھی جلد ہی سر سے اٹھ گیا۔۔۔مگر شادی کے بعد ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں سب اور پھر ماشاﷲ آپ لوگوں کا پیار اس کو بدل دے گا۔"ان کے انداز نے قریشی صاحب کو صاف بتا دیا تھا کہ یہ بات انہیں کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی۔مگر قریشی صاحب کو بات بنانے کا فن بلکل حاصل نہ ہوا تھا لہذا بات کو سدھارنے کے بجائے وہ اور بگاڑ گئے تھے۔

***

"یہ سب کیا ہے شرجیل۔۔۔۔؟"اس کے بس میں ہوتا تو شرجیل کا قتل ہی کر دیتی۔

"ایک طرف تمہاری طوفانی محبت کے دعوے اور دوسری طرف تم اپنی فیملی کے ساتھ اپنے لیے لڑکیاں پسند کرتے پھر رہے ہو۔۔۔۔"اس نے کھا جانے ولی نظروں سے شرجیل کو گھورا تھا۔

"ارے میری سنو تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی مگر ولیہ ذرا بھی مہلت دینے کو تیار نا تھی۔

"بس۔۔۔۔۔۔۔بس۔۔۔۔۔ایک لفظ نہیں سنو گی میں تمہارا۔۔۔۔"ہاتھ اٹھا کر اسے اپنے حق میں صفائی پیش کرنے سے روک دیا تھا۔

" بلکل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بلللکل۔۔۔۔۔۔ صحیح کہتی تھی زرغون۔ تم لوگ اعتبار کے قابل ہی نہیں ہوتے۔۔۔۔۔۔۔۔"

کیا وہ یہ کہتی تھی۔۔۔۔۔"صدمے سے چور آواز میں اس نے خود کلامی کی تھی۔

"میں ہی تھی یہ بے وقوف۔۔"

ولیہ نے زور سے اپنا سر پیٹا تھا۔"اس کو مشورے دیتی تھی تم پہ بھروسے کے۔تمہاری سائیڈ میں بولتی تھی۔۔۔۔۔۔تمہاری۔۔۔۔۔۔تمہاری شان میں قصیدے پڑھے۔۔۔۔۔۔افففففف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اللہ میری طوبہ۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک معصوم لڑکی پہ کیا ظلم کرنے لگی تھی میں۔وہ تو شکر ہے کہ اس نے میری بات ہی نہ۔۔۔۔۔۔۔"

اس کا ملال کسی طور کم نا ہو رہا تھا۔

"اچھا بس اب میری بھی سن لو۔۔۔۔"اب کی بار وہ ذرا سختی سے بولا۔"

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"ارے واہ واہ۔۔۔۔۔۔۔کیا ڈھٹائی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ طنزیہ ہنسی ہنسی تھی۔

"دیکھو۔۔۔۔۔۔۔ماما نے مجھے صرف فرینڈ کے گھر آنے کو بولا تھا۔یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کا مقصد کیا ہے اس سب کے پیچھے۔۔۔۔۔۔۔۔میں گھر جا کر ماما سے دو ٹوک بات کروں گا۔"اب کی بار وہ قدرے نرم لہجے اسے سمجھا رہا تھا۔

"اوہ رئیلی۔۔۔۔۔۔۔۔ چلو ٹھیک ہے۔ تمہاری ہی طرف سے انکار ہو جانا چاہیے۔ مجھے بھی پھر بابا سے الجھنا نہیں پڑے گا۔" وہ جو ابھی قریشی صاحب سے بھی جنگ کی ساری پلاننگ کر رہی تھی اس کی بات سن کر ایک دم ریلیکس ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ اچھی بات ہے ایک کام سے جان چھوٹی۔۔۔۔۔ وہ اب کافی مطمئین نظر آ رہی تھی۔

"یہ مسئلہ تو حل ہو ہی جائے گا مگر اس سے بھی بڑا ایک مسئلہ ہے اس کا کیا ہو گا؟؟؟" شرجیل نے سر کھجاتے ہوئے مدد طلب نظروں سے ولیہ کی طرف دیکھا۔

"تمہارا مسئلہ۔۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔۔۔۔ مائی فٹ۔۔۔۔۔۔" وہ پیر پٹختی اندر جانے لگی تھی جب اچانک سامنے آ کر شرجیل نے اس کا راستہ روک دیا۔

"اگر تم میری ہیلپ نہیں کرو گی تو واقعی میرا مسئلہ حل ہو ہی نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔ اور پھر ررررر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" انتہائی پر تجسس لہجے میں اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑی۔

"اور پھر ررررر۔۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے اپنی بھنوئیں سکیڑیں۔

"پھر میرے پاس کوئی آپشن بھی نہیں ہو گا اس کے علاوہ کہ میں ماما کی بات مان کر شادی کر لو۔۔۔۔۔۔"
شرجیل نے محض اسے ڈرانے کی غرض سے کہا۔

"ہاں تو کر لو اچھی بات ہے۔" ولیہ نے کندھے اچکائے۔

"ہممم۔۔۔۔ تو ٹھیک پھر۔۔۔ میں ہاں کر دیتا ہوں۔ اب تم سوچ لو اپنے بابا سے الجھنے کے بارے میں۔۔۔۔۔" اب کی بار کندھے اچکانے کی باری شرجیل کی تھی۔

"واٹ؟"۔۔۔۔۔ وہ حیرت کے مارے پھٹی آنکھوں کے ساتھ چلائی۔۔۔۔۔۔ "تم کس قدر مِیین انسان ہو نا۔"

"جو بھی ہوں میں۔ مگر یہ سوچ لو ایک دوسرے کی مدد کے بغیر ہم اس مسئلے سے نکل نہیں سکتے۔۔۔۔۔۔۔" وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے اطمینان سے کھڑا ہو گیا تھا، جیسے کہہ رہا ہو اب بال تمہارے کورٹ میں ہے۔

"اچھا تو تم مجھے ایموشنل بلیک میل کرو گے۔۔۔۔۔ ہاہاہا۔۔۔۔۔ بھول ہے تمہاری۔۔۔۔۔ اب تم جیسے مرضی اپنا مسئلہ حل کرو۔ مجھے عادت ہے بابا سے الجھنے کی۔ بس سوچا اتنے تمہارے کام آئی ہوں سوچا تھوڑا ایڈوانٹیج میں بھی لے لوں۔ مگر ٹھیک ہے تم کسی کے کام آنے والے نہیں۔"۔۔۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ اب یہ بات ولیہ کی آنا کا مسئلہ بن چکی تھی۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے پھر اب خدا حافظ فورایور۔" اسے جتاتی نظروں سے دیکھتی وہ اندر کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ وہ بے بسی اسے جاتا دیکھتا رہ گیا۔ گیم الٹ گئی تھی۔ اس نے غصے سے ایک ہاتھ کا مکا بنا کر دوسرے ہاتھ پہ مارا۔

"بیٹا شرجیل کہاں ہے؟" قریشی صاحب نے ولیہ کو جارحانہ انداز میں داخل ہوتے دیکھ کر ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ایکچوئلی بابا آپ نے کہا تھا کہ زندگی ساتھ گزارنی ہے تو مل کر فیصلہ کر لیں۔ تو میں نے فیصلہ کر لیا۔ مجھے شرجیل صاحب پسند نہیں آئے۔ میری طرف سے انکار ہے۔" اعلان کرتی وہ دھم دھم کر کے سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ اور ویسے بھی اس کا قریشی صاحب سے بدلہ پورا ہو چکا تھا وہ کب ادھار رکھتی تھی ہمیشہ سود سمیت واپس لٹاتی تھی۔

اتنی بے عزتی پہ جہاں قریشی صاحب کسی سے نظر ملانے کے قابل نہ رہے تھے وہی فصیحہ بیگم کا بھی سارا خون چہرے پہ نظر آنے لگا تھا۔ ان کے ہینڈسم اور لاکھوں میں ایک بیٹے کو کوئی اس بری طرح ریجیکٹ کر دے گا وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھیں اور پھر وہ لڑکی جس کو وہ اپنی بہو بنانے کا سوچ رہی تھیں۔ مستقبل میں اس کو بہو کے روپ میں تصور کرنا ہی ان کو جھرجھری لینے پہ مجبور کر گیا تھا۔

"اچھا بھائی صاحب ہمیں تو اب آپ اجازت ہی دیجئے۔" بھرپور ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"لیکن ابھی کھانا۔۔۔۔۔" قریشی صاحب محض منمنا کر ہی رہ گئے۔

"کھانا۔۔۔۔۔۔۔آپ اب بھی کھانے کا اصرار کر رہے ہیں۔" اب کی بار فصیحہ بیگم نے بھی ساری نفاست اور تہذیب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کوئی بات نہیں قریشی۔ کھانا پھر کبھی کھا لیں گیں۔ ابھی تم ہمیں اجازت دو۔" کمال صاحب نے انتہائی شگفتگی سے اجازت چاہی۔ ان کا خاص مقصد فصیحہ بیگم کی بات کے اثر کو زائل کرنا بھی تھا۔

"میں آپ لوگوں سے اس سب کے لیے انتہائی شرمندہ ہوں۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ سے کس طرح معذرت کروں۔" ان کو اپنے قدموں پہ کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا آخر اتنی پرانی دوستی تھیں۔ ولیہ کو یہ سب نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"دیکھوں یار تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور پھر ہم نے فیصلہ بچوں پہ چھوڑا تھا تو ٹھیک ہے ولیہ بیٹی نے اپنا فیصلہ سنا دیا اس میں اتنا مسئلہ کیا ہے؟۔" کمال صاحب اپنے جگری یار کو اتنا شرمندہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے تھے وہ دونوں ایک دوسرے کو بلکل فیملی کی طرح سپورٹ کرتے آئے تھے۔ اور آج اپنے بچوں کے رشتوں کی صورت میں حقیقتاً ایک فیملی بننے جا رہے تھے مگر قدرت کو شاید کچھ اور ہی منظور تھا۔

"ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔اپنے فیصلے کے اظہار کا بھی کچھ طریقہ ہوتا گا امین کمال صاحب۔" نخوت سے سر جھٹکتی وہ کہے بغیر نہ رہ پائیں تھیں۔

بدلے میں قریشی صاحب کا شرمندگی سے جھکا سر مزید جھک گیا تھا اور کمال صاحب محض اپنی بیوی کو دیکھ کے رہ گئے تھے۔اور دیکھا تو یہ سب کچھ دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑے شرجیل نے بھی تھا بلکہ وہ حالات کو بہت اچھے سے سمجھ بھی چکا تھا۔فصیحہ بیگم کے رویہ سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اب ولیہ مجید قریشی اور قریشی صاحب کو بلیک لسٹ میں ڈال چکی ہیں اب وہ ان کا نام بھی سننا برداشت نہیں کریں گیں جبکہ ولیہ قریشی زرغون تک پہنچنے کی آخری سیڑھی تھی مگر اس دوستی میں پڑی دراڑ اس سب کو ناممکن کرتی نظر آرہی تھی۔

"اس وقت کاش یہ سب نا ہوتا۔ولیہ کی بہت ضرورت تھیں اسے۔کیا ضرورت تھی آخر اتنا اوور سمارٹ بننے کی۔۔۔۔۔۔"اس وقت شرجیل نے جی بھر کے خود کو کوسا تھا۔ایک بزنس ڈیل کی طرح وہ ولیہ کو گیو اینڈ ٹیک کا رول سمجھ رہا تھا مگر بہر حال نقصان سراسر شرجیل کا ہی ہوا تھا۔اس کو شدت سے احساس ہوا تھا کہ کچھ مفاہمت پسندی سے کام لینا اب اسے بھی سیکھ لینا چاہئے کیونکہ جس راہ کا اب وہ راہی تھا وہاں انا، ضد اور اکڑ جیسی چیزوں کی کوئی جگہ نہ تھی۔

"چلیں کمال۔۔۔۔میں آپ کا گاڑی میں ویٹ کر رہی ہوں۔"انھوں ایک نظر شرمندگی سے سر جھکائے کھڑے قریشی صاحب کو دیکھا اور کمال صاحب کو مخاطب

کرتے شرجیل کو ساتھ چلنے کا اشارہ کرتی باہر کو چلی گئیں تھیں۔ جبکہ شرجیل بھی ان کے اشارے پہ خاموشی سے ان کے ساتھ باہر آگیا تھا۔

"تم پریشان مت ہو قریشی۔ کم از کم اس سب کا ہماری دوستی پہ کوئی اثر نہیں ہو گا میں گارنٹی دیتا ہو تمہیں۔۔۔۔" کمال صاحب نے ان کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھامے انہیں مکمل یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی تھیں۔

یہ ان کا واحد دوست تھا جو انہیں اپنے بھائیوں کی طرح عزیز تھا کیونکہ جب سب برادری نے ان سے تعلق ختم کیا اور آگے رشتوں نے بھی منہ موڑ لیا تو ایک ان کا وہ واحد دوست تھا جس نے نا صرف ان کے برے وقت میں ان کو سنبھالا تھا بلکہ آج وہ جس بھی مقام پہ تھے اس میں سب سے زیادہ ہاتھ قریشی صاحب کا ہی تھا۔

واپسی کے پورے راستے وہ ماضی کو اپنے ذہن کے پردے پہ دہراتے رہے تھے۔

آج سے سینتیس سال پہلے جب انہوں نے اپنی سرزمین پہ واپس قدم رکھا تھا۔ جوانی کا کافی عرصہ وہ امریکہ میں مقیم رہے تھے۔ وہاں کا رہن سہن، انداز، اٹھنا بیٹھنا، سوچ غرض ڈگری کے ساتھ ساتھ اور بھی وہاں کا سب کچھ وہ اپنی ذات میں سمیٹ لائے تھے۔ مگر اپنا دل اپنی کلاس فیلو فصیحہ کو ہی دے آئے تھے جو امریکہ کے آزاد ماحول میں پل کر جوان تو ہوئی تھیں مگر سوچ اس کی بھی ٹیپیکل اونچے خاندانوں سے تعلق

رکھنے والے اسٹیٹس کانشئیس لوگوں جیسی تھیں جس میں ان کا اتنا خاص قصور نہیں تھا کیونکہ ان کی تربیت میں سارا ہاتھ ان کی پھپو کا تھا جو ہوش سنبھالتے ہی اونچا خاندان، اعلی لوگ، اونچا معیار، ہماری فیملی، ہمارا اسٹیٹس کی گردان سنتی اور کرتی آئیں تھیں۔ شادی کی عمر کو پہنچتے ہی ان کی شادی ان کے شان شایان رشتہ ڈھونڈ کے کر دی گئی تھی اور ان کی شان کے مطابق ان کے خاندان میں ایک ہی رشتہ تھا ان کے تایا کا اکلوتا بیٹا، امریکن نیشنیلٹی، اعلی تعلیم، شاندار پرسنیلیٹی۔ شادی کے بعد امریکہ شفٹ ہوتے ہی انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ اپنے بھائی کے لئے ایک خوبصورت سی گوری (انگریز لڑکی) کی تلاش کی تھی۔ اس سے نا صرف خود گہری دوستی کی بلکہ اپنے بھائی سے اس کی دوستی کروانے اور پھر اس کو محبت میں بدلنے اور اس کو شادی تک پہنچانے میں بھی ان کا ہی ہاتھ تھا۔ مگر فصیحہ کی پیدائش کے ایک سال بعد وہ دونوں میاں بیوی کار حادثے کا شکار ہو گئے اور یوں فصیحہ کی ساری ذمہ داری کا بیڑہ اس کی پھپھو نے اٹھا لیا۔ اپنی سوچ کا ایک ایک انداز جس میں غرور، تکبر، انا، ضد، اسٹیٹس وغیرہ جیسی چیزیں شامل تھیں انہوں نے فصیحہ کے خون کے ایک ایک قطرے میں شامل کر دیا تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بظاہر انگریز نظر آنے والی لڑکی اتنی ٹیپیکل ینٹلیلیٹی کی حامل بھی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے خوبصورت مگر مغرور سی

انگریز کم مسلمان فصیحہ نے پہلی نظر میں ہی امین کمال خان کے دل میں گھر کر لیا تھا۔ جوانی کے حسین دور سے گزرتی فصیحہ کو بھی کشمیری پٹھان کمال خان نے کم متاثر نہ کیا تھا بلکہ اتنا متاثر کیا تھا کہ وہ ان کے پیچھے پاکستان تک کھینچی چلی آئیں تھیں۔ فصیحہ کے اتنا ساتھ دینے پہ کمال خان کے پاوں زمین پہ نہ ٹکتے تھے مگر اس سب کے باوجود وہ اپنے پٹھان خاندان کی سخت روایات، رسم ورواج اس سب سے ٹکر لینے کے بارے میں جب بھی سوچتے اپنے اندر ہمت نہیں ڈھونڈ پاتے تھے۔ کافی وقت تک وہ اپنے ماں باپ کو منانے کی کوشش کرتے رہے مگر اپنے ماں باپ کی طرف سے مایوس ہو کر وہ کراچی میں اپنے دوست قریشی کی مدد سے ناصرف سیٹلڈ ہوئے بلکہ اپنا بزنس جمانے اور فصیحہ سے شادی تک میں انہوں نے ہر طرح سے کمال صاحب کا ساتھ دیا تھا۔ سب رشتے چھوڑ کے جو چند رشتے ان کی جھولی میں آئے تھے وہ انہیں بے حد عزیز تھے۔

شادی کے ڈیڑھ سال کے عرصے کے بعد خدا نے انہیں انتہائی خوبصورت بیٹے شرجیل سے نوازا تھا۔ شرجیل جو انگریزوں کا حسن لیے اور پٹھانوں کی خوبصورتی لیے اس دنیا میں آیا تھا انہیں باپ کے درجے پہ فائز کر کے ان کے زخموں پر کافی حد تک مرہم رکھ دیا تھا۔ جبکہ انتہائی غیر معمولی حسن کے حامل بیٹے کی ماں بن کے فصیحہ کے غرور و تکبر میں کئی گنا اضافہ ہوا تھا۔

اور یہی غور و تکبر اور انا انہوں نے اپنے بیٹے کے مزاج کا حصہ بنا دی تھی مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ عشق انسان کو ایسے روگ لگاتا ہے کہ بڑے بڑے بھوت اتار دیتا ہے۔

***

آج بڑے ٹائم بعد وہ چاروں پھر گروپ چیٹ میں ویڈیو کال کر رہی تھیں۔ایک دوسرے کے حالات سننے کے بعد کسی کو بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس کو کس طرح تسلی دیں اور کون زیادہ مشکل حالات سے گزر رہا ہے۔ صرف ایک نیلم ہی تھی جو اس وقت اپنی زندگی کی سب خوشیاں حاصل کرنے جا رہی تھی۔ان تینوں نے بھی محسوس کیا کہ جتنی خوش وہ شروع میں نظر آرہی تھی ایک دم اس کے چہرے کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔یقیناً ان کی پریشانیاں سن کر وہ بھی پریشان ہو گئی تھی مگر ان کا مقصد ہرگز بھی اس کی خوشیوں کے رنگ میں بھنگ ملانا نہیں تھا۔بس کافی دنوں سے اتنی بھری بیٹھی تھیں کہ اچانک اپنے اپنے حالات بتاتی چلی گئیں تھیں اور اب نیلم کی پریشان صورت دیکھ کر ان کو بھی شرمندگی ہو رہی تھی۔

"خیر جو ہونا تھا ہو گیا۔اب میں تو نیلم سے کیا وعدہ پورا کرنے جا رہی ہوں۔اور اب کل کا پورا دن میں نیلم کی ساری ادھوری تیاریاں مکمل کرواد و گی تا کہ پھر ہماری یہ کریزی سی نیلم سکون سے مایوں بیٹھ سکے۔" ولیہ نے پورے خلوص اور محبت سے کہا تھا۔اس

کے ساتھ ساتھ اس نے پچھلی باتوں کے اثر کو زائل کرنے کی کوشش کی کہ اس طرح پھر سب باتیں بھول کے نیلم کی شادی کے لیے ایکسائیٹڈ ہو جائیں۔

"ہاں میں بھی آج ماں سے لازمی پرمیشن لے کر کل تم دونوں کو جوائن کروگی انشاءاللہ۔" یہ حالات تو وہ بچپن سے دیکھتی آرہی ہے مگر اپنی دوست کو اس کی خوشی میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی اور آخر کوئی ایک تو ان چاروں میں سے خوش تھا۔ سارہ نے سوچا تھا۔

"ہاں اچھی بات ہے اور پھر تم لوگوں کا بھی اینوائرمنٹ تھوڑا چینج ہو گا، تھوڑے ٹینشن فری ہو جاؤں گے تم لوگ بھی۔ آئی وش میں بھی تم لوگوں کے ساتھ ہوتی مگر جتنی بھی کوشش کر لوں میں مایوں سے پہلے پھر بھی نہیں آسکوں گی۔" زرغون نے اپنی آواز کو لاکھ ہشاش بنانے کی کوشش کی تھی پھر بھی اس میں گھلی اداسیاں صاف عیاں ہو رہی تھیں۔

"اچھا زرغون تم اپنا دل مت چھوٹا کرو۔ آئی نو تم سب لوگ اس وقت بہت اپ سیٹ ہو اور میں سمجھ سکتی ہوں۔ میں تم لوگوں کے لیے اور پرابلم کریٹ نہیں کرنا چاہتی۔ جس کے لیے جیسے بھی آسانی ہو وہ کرنا مگر اب پلیز میری وجہ سے اپنے گھر والوں سے مت الجھنے لگ جانا۔۔۔" نیلم نے بڑے حوصلے سے ان سب لوگوں کو اجازت دے

تو دی مگر اب اس سے خود بھی برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ وہ اپنی خوشیاں اپنے سگی بہنوں جیسی دوستوں کے بغیر منائے مگر ان پہ کچھ ظاہر بھی نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔

***

"ولیہ پلیز یار خدا کا واسطہ تمہیں پلیز۔ میری ہیلپ کر دو۔ دیکھوں میں مانتا ہوں میری غلطی ہے اور میں تم سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہو۔" شرجیل پھر اس وقت اس کے گھر کا دروازہ پیٹنے میں مصروف تھا، ساتھ ساتھ معافیاں بھی مانگ رہا تھا۔ اس وقت قریشی صاحب تو گھر پہ موجود نہیں تھے لیکن پھر بھی ولیہ کو پورا یقین تھا کہ ان کے وفادار نوکران کو ساری بات پوری تفصیل سے ضرور سنائے گیں۔ مگر پھر بھی وہ چاہتی تھی کہ قریشی صاحب کے آنے سے پہلے وہ یہاں سے چلا ہی جائے تو بہتر ہے اور پھر اس کو بھی پہلے سارہ اور پھر نیلم کی طرف جانا تھا۔

"کیا تکلیف ہے ہاں۔ کیوں تماشا لگا کے کھڑے ہو؟" ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا تھا۔

"ولیہ پلیز غلطی ہو گئی پلیز میری ہیلپ کر دو۔" وہ باقاعدہ کان پکڑ کر اور کبھی ہاتھ جوڑ کر اس سے معافیاں مانگ رہا تھا۔

وہ ابھی اس کو کڑے تیوروں سے گھور رہی تھی کہ سامنے لان میں کام کرتے مالی بابا پہ اس کی نظر پڑ گئی جو بظاہر تو کام میں مصروف تھے مگر سارا دھیان ان کا ولیہ کی طرف ہی تھا۔

"مالی بابا آپ یہ سب پلیز بعد میں کر لیجیئے گا۔" اس نے نرمی سے انہیں وہاں سے ہٹنے کو کہا۔

"جی بہتر بی بی جی۔" وہ اپنا سامان اٹھا کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ اب ولیہ نے چاروں طرف دیکھا تھا کہ مزید اور کون کون اس کی جاسوسی کر رہا ہو گا۔ یہ بابا کا پرانا حربہ تھا کہ نوکروں کو اس کی جاسوسی پہ لگائے رکھتے تھے۔ کیونکہ ظاہر ہے وہ خود سے کچھ بھی کبھی انھیں نہیں بتاتی تھی۔

گارڈ کے علاوہ اور کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ ملازمہ اوپر والے فلور پہ اس کے کمرے کی صفائی کر رہی تھیں اور وہ اس سب کے بارے میں نہیں جان سکتی تھی جبکہ جہاں تک رہی گارڈ کی بات تو مین گیٹ بھی کافی دور تھا کہ وہ ولیہ اور شرجیل کی باتیں تو نہیں سن سکتا تھا البتہ شرجیل کے ہاتھ کے اشاروں سے وہ صرف اتنا ہی جان پایا ہو گا کہ وہ ولیہ سے معافی مانگ رہا ہے۔

"اب کیا کر سکتی ہوں میں تمہارے لیے؟ دیکھوں وہ اب یہاں نہیں ہے۔ واپس چلی گئی ہے آزاد کشمیر۔"

"آزاد کشمیر؟؟؟؟ کیا وہ کشمیری ہے؟؟؟" شرجیل کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ بظاہر وہ پٹھان لگتی تھی اور اس کا تلفظ بھی پشتو زبان سے ملتا جلتا تھا۔

"نہیں وہ کشمیری پٹھان ہے۔"۔۔۔۔ ولیہ نے عجیب سے سوال پہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا تھا۔۔۔۔ "ہم بعد میں بات کرتے ہیں شرجیل پلیز۔ ابھی نیلم میرا انتظار کر رہی ہے۔ اس کی شادی ہے کچھ دن بعد۔ بہت ضروری شاپنگ کرنی ہے سو میں آج تم سے نہیں مل سکتی بعد میں ملوں گی فری ہو کر۔ اس لیے مجھے بار بار فون کر کے ملنے کا مت بولنا پلیز۔" اسے ڈر تھا وہ اب اسے ملنے کے لیے انسسٹ کرتا رہے گا اس لیے فوراً اس کو ساری مصروفیات سے آگاہ کر دیا تھا۔

"نیلم۔۔۔"۔۔۔۔۔۔ اس نے ذہن پہ زور دیتے ہوئے کچھ یاد کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔ "یہ وہی ہے نا جس سے میں ریسٹورنٹ پہ بھی ملا تھا۔ جس کے فیونسی کی جاب کا بھی ایشو تھا۔۔۔۔" یاد آتے ہی اس کے چہرے پہ جاندار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جیسے کچھ خاص پلان اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔

"اووووووو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو شادی ہو رہی ہے اس کی۔۔۔"اس نے سوالیہ نظروں سے ولیہ کی طرف دیکھا تھا۔جبکہ ولیہ انتہائی بے زار کھڑی اس کے چہرے پہ پھیلی خوشی دیکھ رہی تھی۔

"ہاں ہو رہی ہے۔پر تم اتنا انٹرسٹ کیوں لے رہے ہو؟اور تم صرف اتنا جان لو کہ زرغون کشمیر میں رہتی ہے مگر اس کا تعلق پختون قبیلے سے ہے اینڈ یو نوان کے کسٹمز اور ٹریڈیشنز کتنے سخت ہوتے ہیں۔اور اگر تمہیں معلوم نہیں بھی ہے تو گوگل کر لینا۔۔۔۔۔"اس نے انتہائی بے زاری سے کندھے اچکاتے ہوئے مشورہ دیا تھا۔ ویسے بھی وہ اس شرجیل کے محبت نامے سے تنگ آ گئی تھی کیونکہ وہ خوامخواہ اس کے پیچھے پڑ گیا تھا جب کے اس سب کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہونا تھا۔اور جب زرغون بھی راضی نہیں تھی تو اب اسے شرجیل کے چیپٹر کو کلوز کر ہی دینا چاہیے۔

"آف کورس مجھے پختون کلچر کا پتہ ہے۔ان فیکٹ میں خود اس کا حصہ ہوں۔اور میں بھی انہی فیمیلیز کا حصہ ہوں۔

اور میرا فُل نیم شرجیل کمال آفریدی ولد امین کمال آفریدی خان ہے۔"اس کے چہرے پہ جاندار مسکراہٹ تھی۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔۔(وہ شاکڈ سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔)اور اسٹوپڈ اتنی امپورٹنٹ بات تم مجھے اب بتا رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ بائے دا وے۔۔۔۔(اس نے بغور سر سے پیر تک اس کا مطالعہ کیا تھا۔)تم لک وائز پٹھان لگتے نہیں ہو کچھ انگریز ٹائپ۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن ہاں تھوڑے تھوڑے لگ بھی رہی ہو۔"وہ بہت کنفیوز سی شرجیل کو دیکھ رہی تھی۔

"اب تو میں زرغون سے مل سکتا ہوں نا؟"اس نے بہت امید سے ولیہ سے پوچھا تھا۔

"دیکھوں شرجیل وہ یہاں نہیں ہے۔ تمہیں بتا چکی ہوں میں۔"ولیہ یہ سب جاننے کے بعد بھی زیادہ مطمئن نہیں تھی اس لیے اسے ٹالنا چاہا۔

"آئی نو کہ وہ یہاں نہیں ہے مگر مجھے پتہ ہے کہ وہ نیلم کی شادی پہ ضرور آئے گی اور مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تم ہی مجھے اس سے ملوا سکتی ہو۔"

مقابل بھی شرجیل تھا جو کہ اتنے آرام سے بات ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔

"مگر وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"پلیز ولیہ نو مور ایکسکیوزز۔۔۔۔۔۔۔ آئی نو تم یہ کر سکتی ہو۔"اس سے پہلے کہ ولیہ مزید کوئی بہانہ گھڑتی وہ بول اٹھا تھا۔

"اچھا پلیز اب مجھے بار بار نیلم کی کال آ رہی ہے۔ پلیز مجھے ابھی جانے دو۔ میں دیکھوں گی کہ میں کیا کر سکتی ہوں۔" اب تو دروازے پہ کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں بھی جواب دینے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہے میں جا رہا ہوں مگر اب کسی صورت پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔۔۔۔" اس کو اپنے مصمم عزائم سے آگاہ کرتا وہ چلا گیا تھا۔

اس کے نکلتے ہی وہ ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کا کہتی سارہ کی طرف جا رہی تھی۔ پورے راستے وہ زرغون اور شرجیل کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ کیا قسمت نے ان کو ملانے کا انتظام کیا تھا۔ اب اس کو بھی پورا یقین ہو گیا تھا کہ قسمت نے بھی ان دونوں کا ساتھ لکھا ہوا ہے۔ زرغون جو خود کو اتنی بد قسمت سمجھ رہی تھی اصل میں کتنی خوش قسمت تھی کہ فیملی کی واحد لڑکی تھی جس کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ملی تھی اور خدا نے کیسا شاندار ساتھی کا انتخاب اس کے لیے کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔ ولیہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔

***

"اسلام و علیکم کیسی ہے آنٹی۔ارے ے ے ے تم ابھی تک ایسے ہی بیٹھی ہو۔وہاں نیلم نے کال کر کر کے دماغ کھالیا ہے میرا۔۔۔۔"اس نے نیلم کو رف حلیے میں صوفے پہ بیٹھے دیکھا تو دماغ گھوم کے رہ گیا تھا۔

"ہاں یار تم جاوں پلیز مجھے ماما پرمیشن نہیں دے رہیں۔"اس کا موڈ بھی سخت آف تھا

"مگر کیوں آنٹی۔۔۔۔؟"ولیہ نے انتہائی حیرت کا اظہار کیا۔

"اس لیے کیونکہ ماں کو ڈر ہے کہ مامی مجھ پہ مزید بہتان لگائیں گی اور میری کردار کشی کریں گی۔۔۔۔۔۔جیسے میرے خود کو پابند کر لینے سے بھی ماما وہ میری تذلیل کرنا چھوڑ نہیں دیں گی۔انہیں اس سب کا بس بہانہ چاہیے۔اور پلیز مجھے ولیہ کے سامنے بات کرنے پہ گھورنا بند کریں ولیہ کو ہر بات کا پتہ ہے۔"(ان کے گھورنے کا انداز صاف بتا رہا تھا کہ انہیں ولیہ کے سامنے گھر کی باتیں کرنا بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔)

اور ماما میں اپنی فرینڈز سے بھی نا شیئر کروتو کس سے کیا کرو؟اور کون ہے ماما میرے پاس؟نا کوئی کزن نا بہن۔"اس نے اداسی سے اپنی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"آج زندگی میں پہلی بار تمہارے ہونٹوں پہ شکوہ۔۔۔۔۔۔۔۔" جہاں وہ سارہ کے اس طرح بولنے پر اتنا حیران تھیں وہی ولیہ بھی حیرت کا مجسمہ بنی اسے دیکھ رہی تھی کہ یہ وہی سارہ ہے جو انتہائی کم گو تھی۔

"بس ماما اب میں بھی تھک چکی ہوں۔ میں۔ کب تک اس طرح زندگی گزارتی رہوں۔ اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر، سب کچھ سن کر، سب کچھ سہہ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ آج بلکل ہی بدلی ہوئی سارہ نظر آرہی تھی۔ شاید اس کی برداشت بھی جواب دینے لگی تھی۔

"آنٹی سارہ بلکل صحیح کہہ رہی ہے۔ آپ دوسروں کی وجہ سے آخر کب تک اس کی زندگی کو مشکل بناتی رہیں گیں۔ پلیز اس کو اس کی زندگی جینے دیں، انجوائے کرنے دیں اسے۔۔۔۔۔" ولیہ اس کے ایک ایک لفظ سے متفق تھی۔

"ارے۔۔۔۔۔۔ کوئی آیا ہوا ہے کیا۔" مامی اچانک اوپر ان کے پورشن میں آئیں تھیں مگر ولیہ کی ان کی طرف پشت تھی تبھی وہ دونوں ایک دوسرے کو نا دیکھ سکے تھے۔

"اسلام و علیکم۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے ان کی آواز پہ مڑ کر دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پہلی بار دیکھ رہی ہوں تمہیں۔ کون ہے یہ سارہ" انہوں نے سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ممانی یہ میری فرینڈ ولیہ ہے۔"

سلمیٰ نے مختصر اتعارف کروایا تھا۔

"ہممممممم۔۔۔۔۔اچھا۔۔۔۔۔۔۔"(کافی امیر گھرانے کی لگتی ہے۔)انھوں نے سر سے پیر بغور جائزہ لیتے ہوئے سوچا تھا۔

"اور بیٹا بتاو آپ کے ابو کیا کرتے ہیں؟"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ولیہ کے بلکل سامنے صوفے پہ بیٹھتے ہوئے وہ شروع ہو گئی تھی۔نا حال پوچھانا کچھ اور۔ڈائریکٹ پرسنل کوئیشنز۔۔۔۔۔۔"کتنے بہن بھائی ہو؟امی کیسی ہیں؟اہووووو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ جو باہر بڑی سی گاڑی ہے اس میں آئی ہو تم؟؟؟؟؟؟؟؟"ایک ہی سانس میں وہ تمام سوالات پوچھ لیے تھے جن کے جوابات ان کو مطلوب تھے۔

"جی آنٹی۔۔۔"اس نے پریشان نظروں سے سارہ کی طرف دیکھااور پھر ممانی کی طرف جواپنے سوالات کے جوابات کی منتظر سی اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

"ماما کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور بہن بھائی کوئی بھی نہیں بس گھر میں میں اور بابا ہوتے ہیں۔"

"اور تمہارے بابا کیا کرتے ہیں مطلب جاب وغیرہ؟" ان کے سب سے اہم سوال کا جواب ہی ولیہ دینا بھول گئی تھی تبھی انہیں دہرانا پڑا۔ جواب جاننے کی اتنی جلدی کہ ولیہ کی مدر کی ڈیتھ کا بھی افسوس نا کیا تھا۔

"جی آنٹی۔۔۔۔۔۔ وہ بزنس کرتے ہیں۔ قریشیز کا نام شاید آپ نے سنا ہو؟ ان ہی کی کمپنی کا برانڈ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے انتہائی تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کے ہر سوال کا جواب دیا۔

"کیا قریشیز۔۔۔۔۔۔ ارے یہ تو بہت بڑی کمپنی ہے۔۔۔۔۔" قریشیز کا نام سن کر ان کی آنکھوں کی چمک میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ (ارے دفعہ کرو سارہ کی منگنی شادی کو۔ اگر اس لڑکی سے پہلے ہی اپنے بیٹے کی بات چلا لوں تو بھی خطرہ ٹل جائے گا۔ ساری جائیداد کی اکلوتی وارث ہے، پڑھی لکھی اور خوبصورت ہے اور کیا چاہیے۔) انہوں نے ولیہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا جو موبائل کی اسکرین الجھن بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"ولیہ پلیز مجھے آج نیلم سے ملواو میں اس سے خود ریکویسٹ کر لوگا کہ مجھے شادی پہ انوائیٹ کر لے۔۔۔ تم پلیز میری اس سے ملاقات کرواد و میں اسے خود ہی کنونس کر

لوں گا۔۔۔۔"شرجیل کے منت بھرے لاتعداد میسجز اور نیلم نے بھی کئی میسجز کیے تھے جس میں "کب تک پہنچوں گی؟" کی ہی رٹ لگائی ہوئی تھی۔

اس نے شرجیل کو "اوکے آجاو" اور نیلم کو "آرہے ہیں" کا میسج سینڈ کر کے سارہ کی طرف دیکھا۔

"بیٹا تم ایسا کرو آج کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھانا اور اپنے ابو کو بھی کال کر کے یہی بلالو۔" ان کی خوش اخلاقی پہ جہاں سارہ اور اسکی امی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا وہی ولیہ بھی الجھن کا شکار نظر آئی تھی۔ شاید وہ پریڈنڈ کرنا چاہ رہی ہوں کہ سارہ بہت عزیز ہے انہیں کہ اس کی فرینڈز تک کو اتنی اہمیت دیتی ہیں" ایک یہی واحد وجہ اس کے ذہن میں آسکی تھی۔

"نہیں آنٹی پھر کبھی صحیح۔اصل میں ابھی تو بہت دیر ہورہی ہے۔ میں بس سارہ کو لینے آئی تھی۔" اس نے اپنے آنے کی اصل وجہ بیان کی۔

"اچھا کہی جارہے ہو تم لوگ۔۔۔۔۔ہاں ہاں بلکل جاو مگر کھانا کسی دن ہمارے ساتھ ہی کھانا ہوگا۔ بھول مت جانا۔ جاو سارہ بیٹا اٹھو جاو شاباش۔۔۔۔۔۔"سارہ جو حیرت سے بت بنی بیٹی تھی فورا اٹھ کے تیار ہونے چل دی تھی۔ جبکہ تب تک وہ ولیہ کا انٹرویو دوبارہ شروع کرچکی تھیں۔

***

"یار تم لوگوں نے کتنی دیر لگا دی۔" نیلم کب سے انتظار کر رہی تھی۔ "اور یہ تمہارا منہ کیوں اترا ہوا ہے؟" اسے شبہ ہوا جیسے ولیہ کا موڈ تھوڑا خراب ہو۔ "مجھے اس وقت اس سارہ کی بچی پہ اتنا غصہ ہے کہ میں بتا ہی نہیں سکتی۔ تیار ہونے میں اتنا ٹائم لگا لیا تب تک اس کی ممانی میرا سارا انٹرویو کر چکی تھیں۔" اس نے موبائل سے شرجیل کو کال ملاتے ہوئے نیلم کو جواب دیا تھا۔

یہ شرجیل بھی پتہ نہیں کہاں رہ گیا تھا کب سے تو منت کر رہا تھا اور اب پرمیشن ملنے پہ ابھی تک آیا ہی نہیں تھا بلکہ موبائل پہ بھی ریسپانڈ نہیں دے رہا تھا۔

"اس نے تیار ہونے میں؟" نیلم نے سارہ کے میک اپ سے بلکل بے نیاز چہرے کو دیکھتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

"جی میڈم نے کپڑے پریس کیے۔ شاور لیا۔ حسین لمبی زلفوں کو ڈرائے کیا۔"۔۔۔۔اففففففففففف۔۔۔۔کس کدھر بولتی ہیں بھئی تمہاری ممانی۔ میرے تو سر میں درد شروع ہو گیا" اس نے انگلیوں کی مدد سے کنپٹی کو مسلتے ہوئے اداکاری کی۔

"میں پہلے کافی پیوں گی۔۔"اس نے ٹیبل پہ بیٹھتے ہوئے کافی کا آرڈر دیا تھا۔اس کو یہی واحد طریقہ نظر آیا تھا ان لوگوں کو کچھ دیر وہاں روکنے کا۔تب تک شرجیل آجائے یا ہو سکتا ہے اس سے کوئی رابطہ ہی ہو جائے۔

"یار پلیز جلدی پینا۔تم لوگ آئے اتنی دیر سے ہو۔مجھے اتنی دیر باہر رہنے کی اجازت نہیں دی ابا نے۔وہ ناراض ہو جائے گیں۔"اس نے ولیہ کو کہا جو آرام آرام سے کافی پیتی بار بار دروازے کی طرف دیکھتی اور کبھی اپنے موبائل کو چیک کر رہی تھی۔

"کوئی مسئلہ ہے ولیہ تمہارے ساتھ؟؟؟"سارہ اور نیلم کو کافی ختم کیے پندرہ منٹ گزر چکے تھے جبکہ ولیہ ابھی تک اس طرح کافی پینے میں مصروف تھی۔نیلم کو اس کا انداز الجھا رہا تھا۔

"ہمممم۔۔۔کیا مسئلہ ہونا ہے؟"ولیہ نے موبائل سے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے تمہیں اس طرح یہاں؟کسی کا ویٹ کر رہی ہو؟"نیلم نے الجھن بھری نگاہیں اس کے چہرے پہ گاڑیں۔

"کیا مطلب نیلم۔میں کس کا ویٹ کروں گی؟"ولیہ گڑبڑا سی گئی۔

"عادت ہے ولیہ سرپرائز دینے کی۔مجھے لگا شاید۔۔۔۔۔اہووووو۔۔۔۔۔ سرپرائز سے یاد آیا مجھے تم لوگوں کو ایک سرپرائزنگ نیوز دینی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔"نیلم نے ماتھا پیٹتے ہوئے اپنی کمزور یاداشت کا ماتم کیا۔آخر اتنی امپورٹنٹ نیوز وہ بھول کیسے گئی۔

"پلیز جلدی بتاو۔نو مور سسپنس پلیز۔۔۔۔"سارہ کو سسپنس کریٹ کرنے سے سخت چڑ تھی جبکہ نیلم اس کو چڑانے کے لیے اکثر باتوں کو ڈریگ کیا کرتی تھی۔اس وقت بھی اس نے پہلے ہی وارن کر دیا تھا۔

"ارے نہیں کوئی سسپنس نہیں۔نیوز یہ ہے کہ زرغون کو اپنی مرجان یعنی پھپو کے ساتھ آنے کی پرمیشن مل گئی ہے۔۔۔"
وہ خاصی پرجوش لہجے میں بولی۔

اہووووو۔۔واؤ۔۔۔زبردست۔"وہ دونوں ہی اس نیوز کو سن کر بہت خوش ہو گئیں تھیں۔

"ولیہ اب چلو یار ایک گھنٹہ ہونے کو ہے یہاں بیٹھے بیٹھے۔لگتا ہے آج بھی شاپنگ کے بغیر ہی گھر جاوں گی میں۔"
نیلم مایوسی سے بولی۔

"ہممم۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔نہیں۔۔۔بس چلو۔"

انتہائی فضول، اسٹوپڑ اور ڈیش شخص ہے یہ شرجیل۔ کب سے فون پہ میری جان کھا رکھی تھی اور اب آیا ہی نہیں۔ نہ فون اٹینڈ کر رہا ہے اور نہ ہی کوئی ریسپانس دے رہا ہے۔ ایک گھنٹہ ہو گیا ویٹ کرتے ہوئے دفع ہوئے۔۔۔۔" مسلسل دل میں اس کو کوسنے کا کام جاری رکھا تھا۔

"" یار تم لوگ گاڑی میں بیٹھو۔ میں ایک ضروری کال کر کے آتی ہوں۔" سیل فون بجنے پہ اس نے کوسنا چھوڑ کر بیگ سے فون نکالا۔ شرجیل کا وائس میسج آیا تھا۔ ان دونوں کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہہ کر خود میسج سننے سائیڈ پہ چلی گئی تھی۔

"ہیلو ولیہ۔۔۔۔اس ٹائم میں صرف تمہیں یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ ماما کی طبعیت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ ابھی بھی ہاسپٹل میں ہوں۔ سوچا تم ویٹ کر رہی ہو گی اس لیے انفارم کر دوں۔ میں بعد میں بات کرتا ہوں۔ بائے۔" صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس نے بہت جلدی میں میسج بھیجا تھا۔

"اوہووو۔۔۔ڈیٹس ویری سیڈ۔۔۔اچھا ٹھیک ہے۔ جب فری ہو گے تو بات کرو گی بائے۔" اس کو ریپلائی کرتی وہ گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"افففف۔۔۔۔۔۔تھینک گاڈ فائنلی۔۔۔۔ہم شاپنگ پہ جارہے ہیں۔" نیلم نے ولیہ کو جلدی واپس آتا دیکھ کر سکھ کا سانس لیا۔

"جی۔۔۔۔۔اور پلیز اب تم آج ہر چیز لے لینا۔اور ہاں بعد میں تمہاری کوئی چخ چخ میں نہیں سنو گی اسلئے دھیان سے پسند کرنا ہر چیز۔کوئی واپس کروانے نہیں آئے گا اینڈ سیکنڈلی کوئی بھی چیز بھولی نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" ولیہ نیلم کے چیزیں چینج کروانے کی عادت سے واقف تھی۔اسے کوئی بھی چیز گھر آکر پسند نہیں آتی تھی۔اس لیے ولیہ نے اس کو وارننگ جاری کردی تھی۔

"اور ویسے بھی نیلم کل سے تو تم مایوں بیٹھ جاوگی اسلئے بھی یہ شاپنگ کا لاسٹ چانس ہے۔" سارہ نے بھی اس کو وارن کیا تھا کہ اس کے پاس بعد میں کوئی چوائس نہیں ہوگی۔

"اوہو بھئی مجھے پتہ ہے۔مجھے کچھ لے تو لینے دو پہلے۔چھوڑ بھی دو میری جان اب۔" وہ ان دونوں کے ایک ہی بات کو بار بار سمجھانے پر چڑ کے بولی تھی۔

"کتنا اچھا ہوتا نا اگر زرغون بھی ہمارے ساتھ ہوتی آج۔" سارہ کو زرغون کی کمی بہت شدت سے محسوس ہورہی تھی۔

"شکر کرو وہ شادی پہ آرہی ہے۔ مجھے تو لگا تھا وہ شادی پہ بھی نہیں آسکے گی۔" ولیہ نے سارہ کو تسلی دی۔

"ہاں پر وہ مہندی سے ہی آئے گی۔ اور ہم اس کو کل بھی پورا فنکشن مس کرنے والے ہیں۔" نیلم نے بھی خاصی اداسی سے کہا۔

"آہ۔۔۔ کیا کیا جاسکتا ہے۔ وہ سنہرے دن اب چلے گئے ہیں۔ وہ لمحے جو ہم نے ساتھ گزارے وہ محض حسین یاد بن کے رہ جائے گیں۔

اب مس کرنے کی عادت ڈال لو۔ بلکہ اچھا ہو گا اگر تم لوگ جتنا جلدی ہو سکے مینٹلی پریپئیر ہو جاو اس سب کے لیے۔" ولیہ کی اس حد درجہ صاف گوئی پہ دونوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

"یار ایسا لگ رہا ہے ولیہ تم تو فیصلہ کیے بیٹھی ہو کہ جیسے بس یہ شادی پہ ہماری آخری ملاقات ہو گی۔ جبکہ میں تو تم لوگوں کی شادیوں کو بلکہ اس کے بعد کے بھی سارے ایونٹس کو اٹینڈ کرنے کا سوچ کر بیٹھی ہوئی ہوں۔" نیلم نے آنکھ مارتے ہوئے ولیہ کی پچھلی بات کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی۔

" ممممم۔۔۔۔۔جانے دو بس تم بعد کی باتیں۔۔۔۔۔بعد میں کوئی نہیں ملتا۔۔۔۔تم خود کہو گی سوری یار بہت بزی ہوں ایسکٹرا ایسکٹرا۔۔۔۔" ولیہ نے نیلم کے انداز کی نقل کی۔

" تمہیں تکلیف کیا ہوئی ہے جو آج کچھ زیادہ ہی فضول بول رہی ہو۔۔۔۔ہم سب کا تو نہیں مگر مجھے لگتا ہے تمہارا ارادہ ضرور ہم سے جان چھڑانے کا ہی ہے۔۔۔۔"
نیلم اب ولیہ کو اپنے اوریجنل اسٹائل میں ٹریٹ کر رہی تھی۔

" ہاہاہا۔۔۔۔" سارہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔" مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے ولیہ۔۔۔۔آئی تھنک ہم تمہیں کچھ زیادہ ہی تنگ کرنے لگے ہیں۔ تبھی تم سوچ رہی ہو ہم سے جان چھڑا لو۔۔۔۔"
سارہ نے مذاق کیا۔

" تنگ۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔تم لوگوں سے ہی تو اس زندگی میں کچھ رونق ہے۔۔۔۔۔میں جانتی ہو کہ تم سب اپنی لائف میں بزی ہو جاو گے۔۔۔۔بٹ میں۔۔۔۔میں اکیلی رہ جاوں گی۔" اس کے لہجہ کا خالی پن اس کی حالت کی عکاسی کر رہا تھا۔

"اوہ ہو۔۔۔ کم آن یار۔ایسا کبھی نہیں ہو گا۔تم پتہ نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو۔" سارہ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے یقین دلانے کی پوری کوشش کی تھی۔

"اور تم میری شادی ہو جانے دو۔۔۔۔۔۔ پھر سب سے پہلے تمہارا ہی کوئی انتظام کرتی ہوں۔"

نیلم نے سارہ کو آنکھ ماری۔

"ہاں گڈ آئیڈیا نیلم۔۔۔۔اس کی شادی کروا دیتے ہیں۔ابھی تو تمہیں ٹانٹ کر رہی ہے۔پھر دیکھیں گیں خود کتنا ٹائم نکالتی ہے۔" سارہ اور نیلم ہر صورت ولیہ کا موڈ بحال کرنے کی کوشش میں لگی ہوئیں تھیں۔

"تم لوگ فضول کے مشورے پاس ہی رکھو۔مجھے اس شادی وادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔اور اگر تم لوگ فری ہوئے تو میری طرف سے ہر پارٹی اور ہینگ آوٹ کا جواب یس ہو گا۔" اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔شاید وہ سب کچھ جو اتنے دنوں سے محسوس کر رہی تھی سو آج دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

"آہاااااااں۔۔۔۔۔۔جب بھی کوئی مسٹر پرفیکٹ ملا تو دیکھنا اس کو۔۔۔۔ہاہاہا۔۔۔۔ابھی کیسے کہہ رہی ہے کوئی انٹرسٹ نہیں۔" سارہ نے اس کے بازو پہ چٹکی کاٹتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"آہ ہ ہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سارہ کی بچی کتنے پر نکل آئی ہیں تمہارے۔" وہ درد سے بلبلا اٹھی تھی۔

"مگر کچھ غلط بھی تو نہیں کہا اس نے۔" نیلم نے بھی اسے کہنی مارتے ہوئے سارہ کا ساتھ دیا تھا۔

"اوہو۔۔۔۔۔۔۔بس کر دو تم لوگ۔۔۔۔۔۔آگے میرا ڈرائیو بیٹھا ہوا ہے کچھ تو شرم کر لو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک ایک بات کی رپورٹنگ کرے گا بابا کے سامنے۔۔۔۔" آہستہ آواز میں ان دونوں کو خاموش ہونے کی تنبیہہ کرتی وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

وہ تینوں گاڑی میں پیچھے کی سیٹس پہ بیٹھی ہوئی تھی۔درمیان والی سیٹ پہ نیلم جبکہ سارہ اس کے رائٹ پہ اور ولیہ نیلم کے لیفٹ سائیڈ والی سیٹ پہ تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے لیکن پھر بھی میں اس ٹاپک کو زرغون کے سامنے بھی ڈسکس کرو گی۔۔۔"

نیلم کسی صورت اس کی جان بخشی کو تیار نا تھی۔

"اوکے فائن نیلم۔بٹ پلیز ابھی یہ ٹاپک کلوز کرو اور اپنی لسٹ کو ایک بار پھر سے چیک کر لو۔وی آر الموسٹ دیر۔۔۔۔" ولیہ نے ایک بار دوبارہ یاد دلایا۔

"اوہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لسن اگر کچھ رہ بھی گیا نا تو میں "ان" سے منگوا لو گی۔۔۔۔۔۔۔۔ تم فضول لوگوں کے پاس نہیں آو گی۔۔۔۔۔ "نہایت سفاکی سے کہے گئے جملے نے ولیہ اور سارہ دونوں کو ہی اچھلنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

"واٹ۔۔۔؟؟"ان دونوں کا دل چاہا کہ اسے چلتی گاڑی سے دھکا دے دیں۔

"بہت اچھا صلہ مل رہا ہے ہمیں۔"سارہ نے منہ بنایا۔

"نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ تم ایسا کرو ابھی اپنے "ان" کو کال کر کے بلا لو۔ کیونکہ ہم فضول لوگ تمہیں ڈراپ کر کے چلے جائیں گیں۔"ولیہ نے بھی آنکھیں فوراً ماتھے پہ رکھیں۔

نیلم کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ لیکن خیر اب تو یہ منانے کا سلسلہ کافی دیر تک چلنا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

***

"ارررررے۔۔۔۔ واہ ماشااللہ۔ بہت روپ چڑھا ہوا ہے مایوں کی دلہن پہ۔۔۔۔۔" ولیہ نے ابھی ابھی زرغون کو ویڈیو کال پہ لیا تھا۔

"ہممم۔۔۔پر مایوں کی دلہن کو اداس کر دیا ہے تم نے۔ تم کوشش کر کے آسکتی تھی زرغون۔" نیلم واقعی میں اداس ہو گئ تھی۔

"میں خود آنا چاہتی تھی" نیلم۔۔۔۔ مگر۔۔۔۔اچھا میں مہندی پہ تو آرہی ہوں یار۔ تم پلیز خوش خوش رہو۔ بلکل اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"
اس نے نیلم کے بھگت بجھے چہرے کو دیکھگرے ہوئے نرمی سے کہا۔

"سنو مہندی والے دن ہی نکاح ہے۔اور مجھے تم چاروں اس مومنٹ پہ اپنے ساتھ چاہیے ہو۔ ہر حال میں۔ ورنہ میں۔۔۔۔ورنہ میں نکاح سے انکار کر دوں گی۔اوکے۔"
بظاہر تو دھمکی تھی مگر لہجہ انتہائی جاندار تھا۔

"کیا؟؟"اس کی بات سن کے زرغون نے اسے گھورا تھا۔

"اوہو۔۔۔۔۔ تم دونوں کچھ زیادہ ہی ایموشنل نہیں ہو گئے۔۔۔۔ بھئ کوئی ہماری تعریف بھی کر دے۔ ہم بھی آخر بہت محنت سے تیار ہوئیں ہیں۔" ولیہ نے اپنے اور سارہ کے سامنے کیمرہ کرتے ہوئے بات بدلنا چاہی۔

"ماشاءاللہ تم لوگ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ایسا لگ رہا ہے کہ کوئی مقابلہ حسن چل رہا ہے۔۔۔۔"

زرغون اپنی بات کے اختتام پہ خود ہی کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔وہاں موجود نا ہوتے ہوئے بھی اسے اپنا آپ وہی محسوس ہو رہا تھا۔

"جی کیوں ابھی آپ جو یہاں نہیں ہیں۔مہندی والے دن تو آپ ہی جیت جائیں گی یہ مقابلہ حسن وہ بھی بلا مقابلہ۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے بھی شوخ لہجے میں دوبدو جواب دیا تھا۔رنگ برنگے لہراتے آنچل، فضا میں بسی مہندی اور ابٹن کی خوشبو، قمقموں کی پیلی روشنی سے جگمگاتا گھر، زیورات کی جھنکار اور قہقے۔۔۔ماحول اس قدر خوابناک تھا کہ ان پہ چھائی کلفت خود ہی کہی جا سوئی تھی جبکہ خوشی ان کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"تو اور کیا۔۔۔" نیلم نے سارہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"افففففففف۔۔۔۔سارہ۔تم تو یہ ادبی تعریفیں بند کرو پلیز اور دلہن صاحبہ شادی پہ دلہن سے زیادہ حسین کوئی نہیں لگ رہا ہوتا۔کیونکہ سنا ہے کہ دلہن پہ خاص ہی روپ چڑھتا ہے۔اور آپ پہ تو خیر ابھی سے بہت روپ ہے۔" زرغون نے ایک ساتھ دونوں کو جواب دیا تھا۔

اوہو۔۔۔۔ یہ تو ابھی سے شرما رہی ہے۔" سارہ نے نیلم کے سرخ پڑتے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

" بھئی لڑکیوں کب تک اندر کمرے میں بیٹھی رہو گی۔ چلو دلہن کو لے کر باہر بھی آجاو۔ ابھی رسمیں بھی کرنی ہیں سب۔۔۔۔۔۔"
محلے آئی آنٹیوں نے کچھ زیادہ ہی ہڑبونگ مچا رکھی تھی۔

جی آنٹی بس آرہے ہیں۔" سارہ نے آنٹی کو جواب دیا جبکہ نیلم اپنے آپ کو شیشے میں ایک نظر دیکھتی تیاریوں سے مطمئن ہوتی کھڑی ہو گئی تھی۔

" یہ آنٹی کون تھی ولیہ۔" زرغون نے ان آنٹی کو فرسٹ ٹائم دیکھا تھا۔

" یہ ہماری نیلم کی محلے دار ہیں۔ تم مہندی پہ آو گی نا تو اس طرح کی اور بہت سی آنٹیز سے تمہاری ملاقات کرواوں گی۔ میڈم نے بڑے تعلقات بنائے ہیں محلے میں۔
سب آنٹیز اس شادی میں بہت پیش پیش ہیں۔۔۔۔"
ولیہ کے لہجے سے شرارت صاف چھلک رہی تھی۔

" اچھا۔۔۔۔ واہ بھئی نیلم۔۔۔ زبردست۔۔۔۔ چند دن تم ہاسٹل سے یہاں کیا شفٹ ہوئیں نئی دوستیں بھی بنا ڈالیں۔۔۔۔ اور ایک ہم تھے کہ غزل کو تمہاری

جگہ آنے ہی نہیں دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" زرغون کو اس وقت نیلم کو ستانے میں ویسے ہی بہت مزہ آرہا تھا۔

"تو اور کیا۔۔۔۔۔بہت سیانی ہیں یہ نیلم بی بی۔۔۔۔۔۔۔۔اس کو پتہ ہے نا کہ بیچلر فرینڈز سے زیادہ ہیلپ فل اب میرڈ آنٹیز ہیں۔۔۔۔کامیاب ازدواجی زندگی کے گر جو سیکھنے ہیں اسے ان سے۔۔۔۔یو نو ہیز بنڈ کو فرمانبردار کیسے بنائے ایسکٹرا ایسکٹرا۔۔۔۔۔۔۔۔" ولیہ نے بھی زرغون کا بھرپور ساتھ دیا تھا جبکہ نیلم پھر سے بلش کرنے لگی تھی۔

"اچھا سنو ان آنٹیز کے مشوروں پر عمل مت کرنا۔۔۔۔یقین مانو یہ مشورے ضرور دیتی ہیں مگر ان کی اپنی کوئی کامیاب میرڈ لائف نہیں ہوتی۔" زرغون نے نیلم کو ڈرانا چاہا۔

"اچھا اب تم لوگ جاو اس سے پہلے کہ آنٹیز پھر آجائیں۔اور میں بھی فون رکھتی ہوں۔فنکشن کے بعد دوبارہ کر لو گی۔۔۔۔۔" زرغون کو اندازہ تھا کہ جب تک وہ خود کال نہیں کاٹے گی وہ سب وہی جمی رہیں گیں۔

ارے ے ے ے ے۔۔۔۔۔۔ نہیں زرغون فون مت بند کرو۔ میں تمہیں پورا فنکشن ویڈیو کال پہ ہی اٹینڈ کرواوں گی۔۔۔۔۔" ولیہ نے اسے فون پہ پورا ٹائم ساتھ رہنے کو کہا تھا۔ جبکہ سارہ نیلم کو باہر لے جانے لگی تھی۔

***

"ماما اب کیسی طبعیت ہے آپ کی؟؟اور سر میں درد دوبارہ تو نہیں ہوا نا۔" شرجیل نے بہت فکر مند لہجے میں پوچھا تھا۔

وہ کہی جارہا تھا کہ پہلے ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے ان کے کمرے میں رک گیا تھا۔

"نہیں میرے چاند۔۔۔۔۔اب میں بلکل ٹھیک ہوں۔ تم کہی جارہے ہو؟" انہوں نے اس کی تیاری دیکھتے ہوئے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔

"جی ماما میں ہاسپٹل جارہا تھااور واپسی پہ آپ کی رپورٹس بھی لیتا آوگا۔" وہ کلائی پہ گھڑی باندھتے ہوئے مصروف سے انداز میں گویا ہوا۔

"رپورٹس تو میں نے منگوالیں تھیں شرجیل۔ ٹھیک ہیں رپورٹس بھی میری۔۔۔۔۔"انہوں نے نگاہیں چراتے ہوئے کہا۔

"کہاں ہیں رپورٹس دکھائیں مجھے۔اور آپ مجھے ویک بھی کتنی لگ رہی ہیں۔ بلکہ آپ میرے ساتھ ابھی ہاسپٹل کیوں نہیں چلتی؟ میں آپ کی اپائمنٹ لے لیتا ہوں ڈاکٹر ساجد سے۔"

وہ ان کی صحت کے متعلق بے تحاشا فکر مند تھا۔

"نہیں میں جس سے ٹریٹمنٹ لے رہی ہوں میں وہی سیٹسفائیڈ ہو۔ تم رہنے دو پلیز۔۔۔۔۔"انہوں نے سختی سے منع کیا۔

"اچھا رپورٹس۔۔۔۔۔۔"

اس نے رپورٹس کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی مگر وہ اسے کہی نظر نا آئیں۔

"رپورٹس بھی میری ڈاکٹر کے پاس ہی ہیں۔اب تم جاو تمہیں ہاسپٹل سے دیر ہو رہی ہے۔"اپنی بات ختم کرتی وہ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو گئیں تھیں جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔

"جی۔۔۔۔۔"وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتا ہاسپٹل کے لیے نکل گیا۔

وہ ان سے کوئی بھی بحث اور ضد کیے بغیر ہاسپٹل آ تو گیا تھا مگر ان کا رویہ اسے مسلسل الجھا رہا تھا۔

"کیا وہ کچھ چھپا رہی ہیں۔۔؟؟" یہی سوال اسے مسلسل الجھا رہا تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے اس نے ڈاکٹر ساجد کے بارے میں انفارمیشن لی تھی۔ان کے کمرے میں نا ہونے کے بارے میں اسے آگاہ کر دیا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے میں ان سے کل مل لوں گا۔۔ شکریہ۔" اس نے مایوسی کے ساتھ کریڈل پہ ریسیور کو واپس رکھا تھا۔

ڈاکٹر ساجد کا شمار اس ہاسپٹل کے کامیاب نیورولاجسٹ میں ہوتا تھا جنہوں نے ایمرجنسی میں شرجیل کی والدہ کو ٹریٹمنٹ دیا تھا۔اسے انہی سے پتہ چل سکتا تھا اگر واقعی وہ اس سے کچھ چھپا رہیں تھیں تو۔

یہ اس کا وہم نہیں تھا بلکہ اس نے شدت سے محسوس کیا تھا کہ وہ اس سے کچھ چھپا رہیں تھیں۔

"کل تو مجھے بارات پہ جانا ہے بابا کے ساتھ۔اس کا مطلب ہے کہ اب ڈاکٹر سے ملاقات پرسوں ہی ہو گی۔۔۔" اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

***

"ہیلو کدھر ہو تم؟" ولیہ نے شرجیل کو میسج کیا تھا کہ اگر وہ ابھی تک اسپتال ہی ہے تو وہ بھی وہی آجاتی آنٹی کی عیادت کے لیے۔

"ماما اب ٹھیک ہیں اللہ کا شکر ہے۔ اور اب گھر میں ہیں۔" شرجیل کا ریپلائی آیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے میں گھر آرہی ہوں۔" اس نے رہنمائی کرتے ہوئے ڈرائیور کو گاڑی شرجیل کے گھر لے جانے کا کہا تھا۔ ابھی اس نے نیلم اور سارہ کو ان کے گھر ڈراپ کیا تھا تو سوچ رہی تھی کہ شرجیل کی امی کی خیریت بھی دریافت کر لے۔ کیونکہ کل سے شادی کے فنکشنز اسٹارٹ ہو جائیں گیں تو پھر شاید ٹائم نکالنا مشکل ہو جائے اس کے لیے۔

"ہیلو شرجیل۔۔۔۔۔۔۔ کیسی ہیں آنٹی اب۔" اس کے میسج سینڈ کرتے ساتھ ہی شرجیل کی کال آگئی تھی۔

"ان سب کا جواب بعد میں دوں گا۔ ابھی بتاو کدھر ہو؟؟؟"

وہ انتہائی عجلت میں پوچھ رہا تھا۔

"واٹ؟؟؟"اس کے لیے انتہائی غیر متوقع سوال تھا۔"اوکے۔۔۔تمہارے گھر آرہی ہوں۔۔۔"

"واٹ۔۔۔۔میرے گھر کیوں آرہی ہو۔؟؟؟۔اللہ اللہ کرکے تو ماما کے سر سے تمہارا بھوت اترا ہے۔میں نہیں چاہتا کہ پھر سے ماما کے دل میں تمہارے لیے کوئی سافٹ کارنر آئے سو واپس چلی جاو فورا۔۔۔۔۔۔۔"

وہ تحکمیہ انداز میں بولا۔

"اففففف۔۔۔۔۔شرجیل تم بھی کتنے مین ہو ویسے۔اچھا نہیں آرہی بٹ یہ تو بتادو کہ انہیں ہوا کیا تھا اینڈ از شی فائن ناو؟؟"اس نے بغیر برا مناتے ہوئے فکر مندانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں ہاں شی از فائن۔بس بہت سوئیر ہیڈ ایک تھا۔کچھ ٹیسٹ ہوئے ہیں ان کے۔کل تک ریپورٹس آجائیں۔انشاءاللہ سب ٹھیک ہو گا۔"اس نے جیسے اپنے دل کو تسلی دی تھی۔

"یاہ۔۔۔آئی ہوپ سو۔۔اوکے پھر کل بات کروگی۔خداحافظ۔۔۔"

"یاہ۔۔۔شیور۔۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔"

الوداعی کلمات کی ادائیگی کے ساتھ اس نے کال منقطع کردی تھی۔

فون کاٹتے ہی اس نے ڈرائیو کو گھر جانے کا بولا تھا اور خود سیٹ کی بیک سے ٹیک لگائے آج ان لوگوں کے ساتھ گزارے لمحات کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اسے اندازہ تھا کہ آنے والے دنوں میں یہ لمحات شاید پھر میسر نہیں آئیں گے۔ نیلم اور جواد کی ہیپی میرڈ لائف کے لیے وہ دل سے دعا گو تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس نے شرجیل اور زرغون کے لیے بھی دل سے دعا کی تھی۔سارہ کے جنون سے وہ واقف تھی ہی کہ اس کے ایڈمیشنز اسٹارٹ ہونے کی دیر ہے پھر ولیہ کو کیا سارہ کو خود بھی اپنے آپ سے ملنے کی فرصت نہیں ملنے والی۔۔۔۔۔۔۔"

سب بزی ہو جائیں گیں۔سب کے پاس لائف گولز ہوں گیں۔اور وہ۔۔۔۔۔۔۔۔وہ تنہا رہ جائے گی۔اس نفرت کی آگ میں جلنے کے لیے پھر سے تنہا رہ جائے گی۔۔۔۔۔۔۔ جس آگ میں وہ تب تک جلتی رہی تھی جب تک یہ تینوں اس کی لائف میں نہیں آئیں تھیں اور اب جب یہ تینوں پھر سے جانے والی ہیں تو وہ منحوس دن پھر لوٹ آئیں گیں۔کیونکہ وہ قریشی صاحب کی ضد میں نا تو اپنی اسٹڈیز کنٹینیو کرے گی اور نا ہی شادی کرے گی۔۔۔۔۔"

آہ۔۔۔۔۔۔۔۔کاش ماما آپ آج زندہ ہوتی تو میں بھی اتنی اذیت بھری زندگی نا گزار رہی ہوتی۔"(ایک آنسو اس کی آنکھ سے لڑھک کر گال پہ بہتا چلا گیا تھا۔)

اس کی ماں تو اس دنیا سے چلی گئی تھی مگر جن میڈز کے ہاتھوں وہ پل کے جوان ہوئی تھی ان کی باتوں میں ہر وقت اس کی ماں کی موت کا ہی تذکرہ رہتا تھا۔ سکینہ جو اس کے گھر میں شروع سے صفائی وغیرہ اور دوسرے کام دیکھا کرتی تھی اکثر میڈز کو بیگم صاحبہ کے بارے بتاتی ریتی تھی یہ جانے بغیر کہ ان کے درمیان موجود ایک اور ننھا ذہن نا صرف اس سب کو ذہن نشین کر رہا ہے بلکہ اس سب کا بہت غلط اثر بھی لے رہا ہے۔ ہاجرہ ابھی نئی نئی صرف ولیہ کے لیے رکھی گئی تھی اس سے پہلے ولیہ کو اس کی دادی نے ہی سنبھالا تھا مگر جب ولیہ تین سال کی ہوئی تو ان کی ڈیتھ ہو گئی تھی اور پھر قریشی صاحب کو ولیہ کے لیے ایک میڈ کا انتظام کرنا پڑا تھا۔ مگر اتفاق سے کوئی بھی میڈ دو تین مہینے سے زیادہ نہیں ٹکتی تھی اور ہر بار نئی میڈ آنے پہ سکینہ اس کو نئے سرے سے کہانی سناتی تھی۔ بار بار سننے کی وجہ سے یہ کہانی کچھ کچھ ولیہ کے دماغ میں بھی رہنے لگی تھی۔

ہاجرہ ولیہ کی نئی میڈ تھی جب ولیہ کی عمر پانچ سال تھی اور وہ واحد میڈ تھی جو کالج لائف تک ولیہ کے ساتھ رہی تھی مگر اب اس میں اتنا دم نہیں رہا تھا کہ ملازمت جاری رکھتی۔ اس کے جانے کے بعد ولیہ کو اس گھر میں رہنا محال لگنے لگا تھا۔ ویسے بھی اب

قریشی صاحب بھی اس کو وقت دینے لگے تھے جو اس کو کسی صورت برداشت نہیں تھا اور وہ ان کی ہر بات کا جواب حقارت اور نفرت سے دیا کرتی تھی۔ اس طرح کے حالات سے وہ مینٹلی اپ سیٹ رہنے لگی تھی اور اسٹڈیز بھی افیکٹ ہو رہیں تھیں۔ اس لیے اس نے اپنے کالج کے ہاسٹل میں ہی رہنے کو ترجیح دی۔

کیونکہ جب ولیہ چھوٹی تھی تو قریشی صاحب ہر وقت مصروف رہتے تھے۔ اس کے پاس بھی نہیں آتے تھے۔ انہوں نے کبھی اس کو وہ پیار اور شفقت نہیں دی تھی جو کوئی بھی باپ اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ وہ اکثر یہ سوال ہاجرہ اور سکینہ سے بھی کرتی تھی مگر وہ دونوں ہمیشہ یہ کہہ کر اس کو تسلی دیتی تھی کہ وہ اپنے کاروبار کی وجہ سے مصروف رہتے ہیں تبھی اس کو وقت نہیں دے پاتے۔

اس نے اکثر سکینہ کو نوکرانیوں کو یہ بتاتے سنا تھا کہ اس کے والدین کی ہر وقت لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ اس نے سوچا جس طرح ان کے پاس میرے لیے وقت نہیں ہوتا شاید ماما کے لیے بھی نا ہو کیونکہ اس نے ایک ٹی وی ڈرامہ میں بھی اسی طرح میاں بیوی کو لڑتے دیکھا تھا۔ اس کے کچے ذہن میں بارہا یہ سوال ابھرتا تھا کہ اس کے ماں باپ کیوں لڑتے ہوں گے؟۔ مگر ماں وہ تو زندہ ہی نہیں تھی کہ جواب دیتی اور باپ وہ تو اس کے پاس ہی نہیں آتا تھا۔ اور میڈ زان کی زبان پہ ہر وقت بس یہی کہانی ہوتی تھی

کہ صاحب جی کی خاطر بیگم صاحبہ نے اپنا گھر چھوڑا، والدین کی عزت کی بھی پرواہ نہ کی۔ لیکن پھر بھی سکون نہ مل سکا ہر وقت کے لڑائی جھگڑوں نے ان کی زندگی تباہ کر دی۔ وہ بس ہر وقت سوچو میں گم رہتی تھیں اور جب صاحب گھر آتے تو ان کی روز لڑائی ہوتی۔ یہاںتکہ بے سکونی کی وجہ سے وہ جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھی۔ وہ اکثر اس بات کا تذکرہ کرکے حیران ہوتی تھی کہ محبت کی شادی کا بھی ایسا انجام ہو سکتا ہے۔ جب ان کے کمرے سے لڑائیوں کی آواز آتی تو سکینہ یہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتی تھی کہ آخر وہ محبت اب کہاں چلی گئی ہے جس نے ان دونوں کو گھر والوں سے بغاوت کرنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

اور ولیہ جب بھی لڑائی کی وجہ پوچھتی تو وہ یہی کہہ کہ خاموش ہو جاتیں تھیں کہ ہم نوکر ہیں اور نوکروں کو گھر کی بات کون بتاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مگر ولیہ کے معصوم ذہن کو تو بہر حال اس کا جواب چاہیے ہی تھا۔اور پھر ایک دن جب اس کی میڈ سکینہ ٹی وی پہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی تو وہاں ولیہ نے وہ سین دیکھا اور وہی سے اپنے ذہن میں کھلبلاتے سوال کو اس نے جواب دے دیا تھا۔

وہی سے اس کو نا صرف شادی سے نفرت ہوئی بلکہ قریشی صاحب سے بھی دل ہی دل میں نفرت کرنے لگی تھی۔

اس نے اپنی دوستوں کو اپنی کہانی تو سنائی تھی کیونکہ سب نے ایک دوسرے کو اپنی کہانیاں سنائی تھی مگر کبھی یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ کبھی بھی شادی نہ کرنے کا فیصلہ کر چکی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کے اس کے نتیجے میں اس کو صرف ایک لیکچر سننے کو ملے گا اور کوئی بھی اس کے اس فیصلے میں اس کا ساتھ نہیں دے گا۔

***

"ولیہ بی بی میں نے آپ کے کہنے پہ اوپر سٹور میں پڑی ساری پرانی چیزیں نکال دیں تھیں۔ میں انہیں پھینک دوں یا آپ ایک بار دیکھیں گیں؟" دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑی ملازمہ نے ولیہ کو مطلع کیا تھا۔

"یار اس ٹائم تو میں بہت بزی ہوں۔ تم بتاؤ کیا سامان ہے اس میں۔" کانوں میں ائیر نگز پہنتے ہوئے بہت مصروف سے انداز میں اس نے ملازمہ سے پوچھا تھا۔

"جی کچھ پرانی چیزیں ہیں۔ کاغذ، جیولری، ٹوٹا ہوا فرنیچر۔ اور جی ایک ڈائری بھی تھی۔" ذہن پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

"بی بی کچھ پرانی تصویریں بھی تھی۔ایک پیاری سی خاتون۔ بلکل آپ کے جیسی۔۔۔۔۔۔۔"ولیہ کے ائیر نگز پہنتے ہاتھوں کو بریک لگی تھی۔

"ک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کس کی۔۔۔؟"اس نے اٹکتے ہوئے لہجے سوال پوچھا۔

"پتہ نہیں جی۔۔۔۔۔۔ مگر آپ سے بڑی شکل ملتی ہے۔۔۔۔۔۔۔"
ملازمہ کے لیے نہایت اچنبھے کی بات تھی۔

"بیگم صاحبہ کے مرتے ہی صاحب نے ان کی سب چیزیں اور تصویریں سٹور میں رکھوادیں تھیں۔"ماضی کے ایک جملہ کی بازگشت اس کے کانوں میں گونجی تھی۔

"یار تم کدھر ہو؟ بہت دیر ہو رہی ہے۔اور بابا بھی گاڑی میں ویٹ کر رہے ہیں۔" شرجیل دروازے پر دستک دے کر اندر آیا تھا۔

"ہاں میں تیار ہوں۔ چلو۔"اس نے فوراسے موبائل اٹھانے کے بہانے جھکتے ہوئے آنکھوں کی نمی کو چھپانے کی کوشش کی۔وہ ایک مضبوط اعصاب کی لڑکی تھی بس ایک چھوٹا سا لمحہ ہی خود کو کمپوز کرنے کے لیے درکار تھا۔جب وہ واپس اٹھی تو وہی ازلی مسکراہٹ اس کے چہرے کا احاطہ کیے ہوئے تھی۔

اس کو تیار دیکھ کے شرجیل بھی مطمئن سا واپس پلٹ گیا تھا۔

"تم کچھ بھی مت پھینکنا۔ میں خود ساری چیزیں آکر دیکھوگی پہلے۔۔۔۔اور سنو۔۔"

جاتے جاتے وہ کسی خیال کے تحت واپس مڑی تھی۔

"وہ تمام چیزیں میرے روم میں رکھوا کر میرا روم اور سٹور دوبارہ لاکڈ کر دینا۔اسپیشلی صاحب جی کو اس سب کے بارے میں بلکل بھی پتہ نہیں چلنا چاہیے۔اس لیے ان کے آنے سے پہلے تمہیں یہ کام ختم کرنا ہے۔"

تحکمیہ انداز میں گویا ہوئی۔

"جی بہتر۔۔۔۔۔۔" وہ اس کی خاص اعتبار والی ملازمہ تھی جو اس نے خود اپنے لیے رکھی تھی اور ابھی تک قریشی صاحب اس سے جاسوسی کا کام نہیں لے سکے تھے اس لیے وہ مطمئن سی گاڑی کی طرف بڑھ گئی تھی۔

***

وہ اپنے بابا کے ساتھ ایک سائیڈ پہ لگی ٹیبل پہ بیٹھ گیا تھا۔ویسے بھی وہ وہاں پہ کسی کو جانتا بھی نہیں تھا اور جس کی تلاش میں وہ وہاں آیا تھا ابھی تک وہ چہرہ اسے نظر نہیں آرہا تھا۔

"شاید وہ ابھی تک آئی ہی نہیں ہو گی۔۔۔۔"

"ہو سکتا ہے وہ برائڈل روم میں ہو۔۔۔"

" کہی اس نے مجھے دیکھ نہ لیا ہو۔۔۔۔"

"وہ واپس نہ پلٹ گئی ہو۔۔۔۔"

وہ جو خود پہلے ہی مضطرب بیٹھا تھا یہ دل تھا کہ ہر تھوڑی دیر بعد ایک نیا سوال اٹھا کر اس کی بے چینیوں میں مزید اضافہ کر دیتا تھا۔

بار بار دل کو ڈپٹ کر خاموش کرواتا مگر بے سود۔۔۔۔۔۔"

کبھی ڈھرکنوں کی رفتار تیز ہو جاتی تو کبھی دل نئے نئے اندیشے اور وسوسوں سے ہراساں کرنے کی کوشش کرتا۔۔۔۔۔۔"

"اس دشمن جاں کا آج تو کوئی خاص ہی روپ ہو گا" دل نے ایک اور صدا لگائی۔

"وہ جو سادگی میں کہر ڈھا گئی تھی آج تو قیامت ہی ہو گی۔۔۔۔"

خدا کے لیے چپ ہو جاے دل۔ میں پہلے ہی کڑے امتحان سے گزر رہا ہوں۔

"تو میرا دل ہے کچھ تو میری طرفداری کر۔۔۔۔۔" اس نے بھی جیسے دل سے التجا کی۔

"میں تمہارا رہا ہی کب اب۔۔۔ ہاہاہا۔۔" دل کا قہقہ بے ساختہ تھا۔

حقیقت بھی یہی تھی۔ یہ دل اس کا رہا ہی کب تھا۔ تبھی تو اسے اتنا خوار کر وا رہا تھا۔

یہ دل ہی تو تھا جس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ کسی انجان کی شادی میں بغیر دعوت نامہ کے بیٹھا تھا۔

ایک آنا پرست انسان جس کے پاس اپنے پروفیشن کے علاوہ اور کسی چیز کا وقت ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس طرح کے ایونٹس اور گیدرنگ میں شمولیت اختیار کرنا تو وہ اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا۔

آج کسی کی بہت منتوں کے بعد اسے ایونٹ اٹینڈ کرنے کی اجازت ملی تھی۔

سچ میں کسی کی محبت نے اسے یکسر بدل کے رکھ دیا تھا۔۔۔،

جب دل سے بحث میں ہار گیا تو اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ یہاں اکیلا نہیں آیا تھا بلکہ اپنے بابا کو بھی تو ساتھ لایا ہوا ہے۔ ان کے بور ہونے کے احساس سے دشمن جاں کو ڈھونڈنے کا مشغلہ ترک کرتے ہوئے بابا کو کمپنی دینے کی غرض سے اپنی تمام تر توجہ بابا پہ مرکوز کی۔

مگر یہ کیا۔۔۔!!

ان کے چہرے پہ پھیلے بے چینی کے تاثرات بھی کوئی غیر معمولی نہ تھے۔

بے چینی، تکلیف، غم، دکھ، درد یا شناسائی کیا کچھ نہ تھا جو ان کی آنکھوں میں اس وقت دکھ رہا تھا۔

اس نے ان کی نگاہوں کی سیدھ میں دیکھا تھا۔ اور اسی وقت وہ خاتون پلٹ گئی تھیں جو نجانے کب سے بابا کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئیں تھیں شاید۔ وہ ان کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔

"بابا۔۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔" اس کے دوسری بار بلانے پہ وہ چونک کے اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔۔ "از ایوری تھنگ اوکے؟؟ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ نہیں۔ میں پریشان کیوں ہو گا بھلا؟۔۔۔۔ مزید کتنا انتظار کرنا ہے شرجیل۔ مجھے پلیز اس لڑکی سے ملواوں۔ پھر چلتے ہیں۔"
ان کے انداز سے بے چینیاں صاف عیاں تھیں۔

"بابا آپ کچھ ڈسٹرب لگ رہیں ہیں۔ کون تھی وہ خاتون آپ جن کو دیکھ کے اتنے ڈسٹرب ہو گئے۔۔۔۔"
شرجیل ان کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے مزید نروس ہوا۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے شرجیل۔ابھی چلو یہاں سے۔ہم اس سے بعد میں مل لیں گیں۔۔۔۔۔۔"

وہ اس کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔

"ہم بعد میں نہیں مل سکتے بابا۔اچھا پلیز آپ ریلیکس کریں۔ادھر ولیہ کھڑی ہے میں آتا ہوں ابھی۔"

اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہیں کچھ دیر مزید رکنے پہ قائل کیا۔

شرجیل کے جاتے ہی وہ دوبارہ اسی طرف دیکھنے لگے تھے جہاں انہوں نے انہیں تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا۔

"ہو بہو وہی چہرہ۔۔۔۔۔۔۔ نظروں کا دھوکہ نہیں تھا۔ حقیقت میں وہ ہی تھی۔۔۔۔۔۔سب سے زیادہ جس چہرے نے ستایا تھا۔۔۔ایک ضمیر پہ بوجھ بن کے رہ گیا تھا۔۔۔۔۔سب سے بڑے مجرم وہ اسی چہرے کے تو تھے۔۔۔۔۔"

اور آج ان سے سامنے کے بعد بہت سے ماضی کے زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔

اور بھی بہت سے چہرے تھے جو ان کی آنکھوں کے سامنے منڈلانے لگے تھے۔

جن کو دیکھنے کے لیے وہ ترس کے رہ گئے تھے۔

جن سے ملنے کی آس میں وہ پل پل تڑپتے تھے۔

بابا ادھر جو لیفٹ سائیڈ والی ٹیبل ہے نا آگے۔۔۔۔۔"شرجیل نے ایک بار پھر ان کو ماضی کے دریچوں سے باہر نکالا۔

انہوں نے اس کی نظروں کا تعاقب کرتے ہوئے سامنے نظر دوڑائی تو سب سے پہلے نظر آنے والا چہرہ انھی کا تھا۔اور ان کے بلکل ساتھ موجود لڑکی جس نے کچھ نقوش ان کے بھی چرائے تھے غالبا یہ اس کی بیٹی ہی ہو گی۔

دونوں کو ساتھ دیکھ کر یہی سوچ سب سے پہلے ان کے دماغ میں آئی تھی۔

"بابا آپ پھر کہی کھو گئے۔۔۔۔۔؟"
اب کی بار وہ قدرے خفگی سے بولا۔

"شرجیل پلیز ابھی گھر چلو۔میں ابھی کسی سے نہیں مل سکتا۔۔۔۔"
وہ دوٹوک لہجے میں بولے۔

"کیا ہوا۔انکل کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے شرجیل۔۔۔۔تم کل ولیمہ پہ مل لینا۔ابھی شاید انکل کو آرام کی ضرورت ہے۔تم انہیں لے جاو پلیز۔۔۔"
ولیہ کو بھی ان کی حالت دیکھ کر یہی مناسب لگا۔

"ولیہ تم یہاں کھڑی ہو۔میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہو۔مرجان کو تم سے کام۔۔۔۔" بات کرتے کرتے جب اچانک نظر ایک طرف کھڑے شرجیل پہ پڑی تو باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

"ہاں مجھے بھی مرجان کو کسی سے ملوانا تھا۔مرجان ان سے ملیے یہ میرے انکل ہیں کمال خان۔اور یہ ان کا بیٹا شرجیل۔۔۔۔۔۔"

"کمال آفریدی خان۔۔۔۔۔۔۔۔" دوپل کے لیے انہیں لگا کہ شاید ان کی آنکھوں نے دھوکہ کھایا ہو۔

"واٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کمال آفریدی خان۔۔" اس نام پہ تو زرغون کی بھی تمام حساسیت اور جذباتیت بیدار ہو گئی تھی۔

"اوہ۔۔۔۔۔تو یہ ہے وہ شخص مرجان۔۔۔جس کی وجہ سے آپ کی زندگی تباہ ہوئی۔۔۔۔" انتہائی حقارت سے کہا ہوا جملہ۔بلکہ اس کی آنکھیں تک نفرت کے شعلے برسا رہی تھیں۔

جس کی آگ میں پل پل ان کو اپنا آپ جلتا محسوس ہو رہا تھا۔خاص طور پر شرجیل کے سامنے ان کو آج تک کبھی اس طرح انسلٹ نہیں کیا گیا تھا۔

اہانت کے احساس سے وہ دو قدم پیچھے کو لڑھکا گئے تھے۔

"بابا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

شرجیل نے فوراً سے انہیں سہارا دیا تھا۔ وہ اس سب پر شاکڈ رہ گیا تھا۔ اس نے زرغون کے بہت سے خطرناک ری ایکشنز کے بارے میں سوچا تھا مگر یہ سب تو وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔

"شرجیل خدا کے لیے ابھی چلو یہاں سے۔۔۔۔۔۔" انہوں نے انتہائی شرمندہ آواز میں شرجیل کو چلنے کے لیے کہا تھا۔

"جی بہتر ہو گا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔۔۔۔۔"

وہ جارحانہ انداز میں دو قدم آگے بڑھی تھی۔ جبکہ وہ دونوں بھی غیر ارادی طور پہ دو قدم پیچھے ہٹے تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اگر میری فرینڈ کا فنکشن نا ہوتا نا تو میں اپنی مرجان کے تمام آنسوؤں کا حساب ضرور لیتی۔۔۔۔۔ مگر یہ نا سمجھنا کہ میں نے معاف کر دیا۔ میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔

"اچھا۔۔۔۔اچھا۔۔۔زرغون تم پلیز چلو ابھی میرے ساتھ۔۔"

چلیں مرجان۔پلیز۔۔۔۔۔۔چلو۔۔۔۔۔۔۔۔زرغون"

"شرجیل تم پلیز انکل کو لے جاو۔مجھے ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔۔۔۔"

ولیہ نے بمشکل بپھری ہوئی زرغون کو سنبھالا۔

"ولیہ تم نے اس شخص سے ملوایا کیوں۔۔۔۔۔۔؟"اب کی بار اس نے ولیہ پہ چڑھائی کردی تھی۔

"تم چلو نا پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ولیہ منت بھرے لہجے بولی۔

"تم نہیں جانتی ولیہ۔میں نے زندگی میں سب سے زیادہ نفرت اس شخص سے کی ہے۔ اور شرجیل اس کا بیٹا مجھ سے شادی کے خواب دیکھ رہا تھا۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔"

جذباتیت میں اسے وہاں کھڑی مرجان کا بھی خیال نہیں آیا تھا جو اس تمام واقعے سے بلکل لاعلم تھیں۔

"کیا؟؟۔۔۔زرغون۔۔۔اس کا بیٹا تم سے شادی بنانا چاہتا ہے اور تم نے ہم کو بتایا ہی نہیں۔۔۔۔۔زرغون اس شادی کے بعد ہم تم سے ضرور بات کرے گا۔۔۔۔۔"

مرجان نے پہلی بار اسے سخت لہجے میں مخاطب کیا تھا۔

"جی مرجان وہ۔۔۔۔"زرغون بے بسی سے اپنی انگلیاں مروڑتی رہ گئی تھیں جبکہ مرجان سخت ناراض سی وہاں سے چلی گئیں تھیں۔

***

"مجھے تم سے یہ توقع نہیں تھی ولیہ۔تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو؟آخر بلایا ہی کیوں تم نے اس کو؟"زرغون غصے میں پاگل ہوئے جارہی تھی۔

"یار آئی سوئیر۔۔۔۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ۔۔۔۔افففففف۔۔۔۔مجھے پتہ ہوتا تو میں ایسا کیوں کرتی۔"

ولیہ بارہا وضاحت دے چکی تھی مگر زرغون غصے میں سنتی ہی کب تھی۔

"اس سب کے علاوہ بھی ایسا کیوں کیا؟"

زرغون اس جملے پہ مزید سلگ گئی تھی

"دیکھو مجھے لگا کہ اسے ایک چانس ملنا چاہیے۔وہ بہت زیادہ سیریئس ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔" ولیہ کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس بات کو کس طرح سنبھالے۔

"تم بلکل چپ ہو جاؤ زرغون بچہ۔اس نے بلکل اچھا کیا ہے۔تم نے اچھا نہیں کیا ہم سے چھپا کے یہ سب۔" مرجان کو بھی زرغون پہ رہ رہ کے غصہ آرہا تھا۔

"چلو بس اب یہ سب ہم خود ہی دیکھ لے گا۔۔۔۔۔۔۔ جاؤ تم ولیہ بچے اب اپنا گھر جاو۔ تمہیں دیر ہو رہا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔اب یہ ہم خود ہی سنبھال لے گا۔تم دونوں آرام کرو۔"

آخر کار مرجان کو ہی مداخلت کرنی پڑی۔

"جی مرجان۔" ولیہ ان کو خدا حافظ کہتے ہوئے گھر کے لیے نکل آئی تھی۔

***

"سوری بابا۔مجھے بہت شرمندگی ہے کہ میری وجہ سے آپ کی آج اتنی انسلٹ ہوئی۔میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔" شرجیل ان کے سامنے شرمندگی کے مارے نظر بھی نہ اٹھا پا رہا تھا۔

"نہیں شرجیل۔ تمہارا اس سب میں کوئی قصور نہیں۔ کچھ اعمال ہمارے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا حساب ہمیں دینا ہی پڑتا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں سے جتنی بھی فرار کیوں نہ حاصل کرلے۔ وقت انہیں بالآخر ہمارے سامنے لے ہی آتا ہے۔

تم پریشان مت ہو تمہاری شادی یہی ہو گی۔ شاید قدرت مجھے پھر سے ایک موقع دے رہی ہے اور اب کی بار میں پیچھے نہیں ہٹو گا۔۔۔۔۔۔" وہ جیسے فیصلہ کیے بیٹھے تھے۔

"مگر بابا وہ مجھ سے اور آپ سے شدید نفرت کرتی ہے۔ اور ماما بھی تو نہیں مانیں گیں۔"

وہ شدید شش و پنج کا شکار نظر آرہا تھا۔

"اس کی نفرت جائز ہے شرجیل۔ اور اس نفرت کو محبت میں تمہارے سچے جذبے خود بدل دیں گیں۔ اتنا یقین ہے مجھے تم پہ۔"

انہوں نے بہت مان سے شرجیل کو دیکھا۔

"یعنی اگر کسی نا کسی طرح میں محبت پا بھی گیا تو بھی امتحان کڑا ہی ہو گا۔۔۔۔۔۔۔ (اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ محبت کے بغیر رہنا زیادہ مشکل ہے یا محبت کو اس کی نفرت سمیت قبول کرنا۔)

مگر بابا ایسا بھی کیا ہو گیا کہ وہ آپ سے اتنی نفرت کرتی ہے۔اور پھر اس کی مرجان کی زندگی آپ کی وجہ سے کیسے تباہ ہو گئی بابا۔"

اس معاملے سے قطعی انجان تھا اس لیے بھی اس لیے فیصلی کرنا مشکل ہو گیا تھا

"یہ بہت لمبی کہانی ہے شرجیل۔"

وہ ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گئے تھے۔ماضی کے زخم اڈھیرنا خاصا مشکل کام تھا وہ بھی اولاد کے سامنے۔

"میں جاننا چاہتا ہوں بابا۔" وہ سب جاننے کے لیے بضد تھا۔

ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے انہوں نے اپنا ماضی شرجیل کے سامنے دہرانا شروع کیا۔

***

"جی محترمہ فرمایئے آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے۔ویسے یہ کوئی وقت تو نہیں ہے کسی سے ملنے کا۔" اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نظر دوڑائی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرے ہی گھر میں کھڑے ہو کر آپ مجھ سے ہی۔۔۔۔۔۔"

سارہ نے انتہائی ضبط سے ایک ایک لفظ ادا کیا تھا۔

"ارے سارہ آگئی تم ؟۔بیٹا یہ تمہاری ممانی کا بیٹا ہے سلمان۔آج ہی امریکہ سے واپس آیا ہے۔"

نائلہ بیگم نے سارہ کے انداز کو دیکھتے ہوئے جلدی سے تعارف کروایا۔

"اوہ ہ ہ ہ۔۔۔۔۔۔۔واو واٹ اے پلیزنٹ سرپرائز سلمان بھائی۔اتنے عرصے میں آپ تو بلکل ہی بدل گئے ہیں۔"وہ حیران تھی کہ وہ واقعی سلمان کو نہیں پہچان سکی تھی۔ان کی شخصیت یکسر بدل گئی تھی ظاہر ہے مامی کی صحبت سے دور جو رہا تھا۔

"پھپھو یہ سارہ ہے۔کتنا بدل گئی ہے۔یہی کوئی بارہ تیرہ سال کی ہو گی جب میں گیا تھا۔"سلمان بھی حیرت سے گنگ آواز میں بولا تھا۔

"اب اگر اجازت ہو تو میں اندر آسکتی ہوں؟؟"سارہ نے سوالیہ نظروں سے اس کیطرف دیکھا جو راستے میں کسی دیوار کی طرح کھڑا تھا۔

"یاہ۔۔۔۔۔۔یاہ۔۔۔۔۔آف کورس۔ویسے میڈم کافی لیٹ۔۔۔۔۔۔اتنا بن سنور کے آ کہاں سے رہی ہیں؟"اس کو حیرت ہو رہی تھی کہ گھر کا ماحول کافی بدل گیا تھا بلکہ یہ خوش فہمی بھی کہ امی کا رویہ پھپھو اور سارہ کے ساتھ شاید بدل گیا ہے۔

ورنہ انہیں تو ان ماں بیٹی کے سانس لینے پہ بھی اعتراض تھا۔

"ہاں بیٹااس کی دوست کی شادی تھی۔"۔۔۔۔۔۔نائلہ بیگم شرمندہ شرمندہ سی بولیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"لیکن سارہ اتنی دیر تک کی اجازت تو نہیں دی تھی۔کمرے میں پہنچو تمہارے کان کھینچتی ہوں۔"ان کو سارہ پہ بھی شدید تاؤ آرہا تھا جو آدھی رات کو گھر واپس آئی تھی۔

"ارررے نہیں آنٹی۔مجھے یاد ہے یہاں پہ شادی کلچر۔۔۔۔۔۔آنو دیر ہو جاتی ہے۔آپ اسے کچھ مت کہیے گا۔" سلمان نے ویسے ہی اس کا بچاؤ کیا تھا جیسے بچپن سے کرتا آیا تھا۔کچھ چیزیں انسان عادتاً کر جاتا ہے۔سارہ کی یاداشت میں بھی ایسے کئی واقعات محفوظ تھے۔

"بیٹا تم شاید ڈور بیل کی آواز سے جاگ گئے۔تم کیوں آ گئے کھولنے دروازہ۔رہنے دیتے میں سارہ کے انتظار میں جاگ ہی رہی تھی۔میں کھول دیتی۔"ان کو فکر ستا رہی تھی کہ اگر بھابھی کو پتہ چل گیا کہ سلمان کی نیند بھی ڈسٹرب ہوئی ہے تو سارہ کے دیر سے آنے کے ساتھ ساتھ اس بات پہ بھی خوب ہنگامہ ہو گا۔

"نہیں پھپھو میں جاگ ہی رہا تھا۔ابھی مجھے مشکل ہو رہی یہاں کے ٹائم کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے میں۔تھوڑا وقت تو لگے گا۔"

سلمان نے ان کی پریشان صورت دیکھتے ہوئے وضاحت کی۔

"ہاں یہ تو ہے۔اچھا بیٹا میں ذرا پوچھوں سارہ سے۔ تم بھی آرام کرو جا کر۔" ان کے سر پہ ہر وقت خوف کی تلوار لٹکی رہتی تھی تبھی اسے جلد از جلد وہاں سے ہٹانا چاہا۔

"پھپھو وہ ابھی تو آئی ہے۔ تھکی ہوئی ہو گی اور آپ بھی تو کب سے انتظار میں جاگ رہیں ہیں اس کے۔

ابھی آپ رہنے دیں۔ صبح پوچھ لیجئے گا۔"

سلمان نے پھر سے اس کی طرفداری کی۔

" ہممممم۔۔۔۔۔۔بیٹا ٹھیک ہے۔ نہیں کہتی ابھی اسے کچھ۔ تم جاو اب کمرے میں۔ بھابھی آ گئی تو غصہ کریں گیں کہ تم تھکے ہوئے تھے سفر سے اور اب یہاں کھڑے ہو۔" ایک ساتھ مختلف سوچیں دماغ پہ حاوی ہو گئیں تھیں اور اسی کا اثر تھا کہ وہ سلمان کے سامنے اس پریشانی کا بھی ذکر کر بیٹھی تھیں۔

"جی۔" وہ خاموشی سے گردن جھکائے کمرے میں آ گیا تھا۔ کمرے میں آ کر بھی کافی دیر تک یہی سب سوچتا رہا۔ عجیب کنفیوژن تھی۔ سارہ کا اعتماد بتا رہا تھا کہ حالات بدل گئے ہیں جبکہ پھپھو کا ڈر ہنوز ویسا ہی تھا۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔امی نے تو ان دس پندرہ سالوں میں کبھی پھپھو اور سارہ کی شکل تک نا دیکھنے دی حالات تو کیا بتاتی۔

"خیر وقت لگے گا پھر اس گھر کے حالات اور ماحول کی بھی سمجھ آ ہی جائے گی۔"اس نے اپنے ذہن کو ٹکڑوں سے آزاد کیا۔

جب سلیمان بیس سال کا ہوا تو اس کے ماموں نے اسے اپنے پاس امریکہ بلا لیا تھا۔ کیونکہ ان کی کوئی اولاد بھی نہیں تھی اور اس کی امی نے بھی خود اپنے بھائی سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ یہاں گھر کا ماحول سارہ اور اس کی ماں کی وجہ سے بہت خراب رہتا ہے لہذا وہ ان کے تینوں بچوں کو اپنے پاس ہی بلا لیں۔

جب سلیمان امریکہ گیا تو اس وقت اس سے چھوٹا شاہنواز سترہ سال کا تھا جبکہ سارہ تیرہ سال کی تھی اور اس سے دو سال چھوٹی سائرہ گیارہ سال کی تھی۔

ان کا بس چلتا تو تینوں بچوں کو ایک ساتھ ہی امریکہ روانہ کر دیتیں مگر کچھ پیپرز ایشوز تھے کہ وہ ایسا کر ہی نا سکیں۔

خود سلمان بھی فی الحال اسٹڈی ویزا پہ ہی جا سکا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ سے اچھے سکول میں زیر تعلیم رہے تھے اور بہت ہونہار طالب علم میں ان کا شمار ہوتا تھا تو وہاں کی اسٹڈی میں زیادہ مشکل نہیں ہو رہی تھی۔

جب تک وہ تینوں بچے یہاں تھے ان کی ماں ہر ممکن کوشش کرتی تھی کہ ان پہ پھپھو اور سارہ کا تو سایہ تک پڑے۔ لیکن بچے پھر بھی کسی نا کسی طرح ماں سے آنکھ بچا کر ان کے پاس پہنچ ہی جاتے تھے۔

البتہ سلمان بلکل بڑے بھائیوں کی طرح سارہ کا خیال رکھتا تھا۔ شاہنواز اور سائرہ کو بھی سارہ بہت عزیز تھی لیکن وہ اپنی ماں کے ڈر سے چھپ چھپ کے ہی اس کے ساتھ وقت گزارتے تھے کیونکہ ماں کو معلوم ہونے پہ شامت بچاری سارہ کی ہی آتی تھی۔

وہاں جانے کے بعد بھی ان کو اپنی پھپھو اور ان کی بیٹی سے کوسوں دور رکھا۔

اور کیونکہ وہ بھی ماں کی فطرت سے واقف تھے اس لیے کبھی خود سے بھی ذکر نہیں کرتے تھے۔

البتہ سلمان اکثر اپنے ابو سے پھپھو کا حال احوال دریافت کر لیا کرتا تھا۔

وہ تو یہاں شفٹ بھی اپنے باپ کے ہی کہنے پہ ہوا تھا۔ ان باپ بیٹا کے اپنے ہی راز تھے جن میں ماں کو ہرگز شریک نہیں کیا گیا تھا۔ ***_*

"سارہ اتنی دیر۔ صبح تمہاری مامی دیکھنا کیسا اودھم مچائیں گیں۔"

انہوں نے فکر مند لہجے میں اسے سرزنش کیا تھا۔

"ماما ولیہ کے ساتھ ہی آنا تھا نا مجھے۔ میں پہلے کیسے آجاتی؟"

سارہ بے بسی سے بولی۔

"تو ولیہ بھی اتنی دیر سے آئی ہے؟"

"جی ماما تبھی تو"۔۔۔اس نے جمائی روکی۔ نیند سے برا حال تھا اس وقت زرغون کی لمبی کہانی سنانے کی سکت نہیں تھی۔۔۔"ماما صبح پوچھ لیجئے گا۔" اس نے نیند کے مارے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ بمشکل کہا۔

"ہاں جیسے تمہیں تو پتہ ہی نہیں نا کہ تمہاری مامی کے ہوتے تم سے بات ہو ہی نہیں سکتی۔

مگر اب خبردار جو تم نے کہیں بھی جانے کا نام لیا۔

اور یہ اجازت تیار شیار ہونے کی بھی صرف ولیہ کے اصرار کی وجہ سے تمہاری مامی نے دی ہے۔

میں چپ ضرور رہی مگر یاد رکھنا مجھے آج بھی اس سب سے نفرت ہے۔" وہ اسے تنبیہہ کرنا نہیں بھولی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار سارہ اتنا تیار ہوئی تھی وہ خود کافی دیر تک ستائشی نظروں سے دیکھتیں رہیں تھیں۔

"اچھا نابس۔۔۔۔۔۔اب سونے دیں۔"اس نے غنودگی کے عالم میں التجا کی تھی۔

جبکہ ان کی ہی کہی یہ بات ان سے نیند کو کوسوں دور لے گئی تھی۔

ماضی ایک فلم کی طرح نظروں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔

سارہ کی پہلی سالگرہ کی خوشی میں وہ کیک لینے گھر سے نکلے تھے۔

جبکہ آج تو پیر بھی زمین پہ نا ٹکتے تھے۔زندگی کی ساری خوشیاں اس ننھی سی پری سے منسوب ہو گئیں تھیں۔

وہ دونوں میاں بیوی اس کے ہنسنے پہ ہنستے اور اس کے رونے پہ دل بے قرار سا ہو جاتا۔

اس کی تکلیف پہ تو دونوں کا دل مثل ماہی بے آب بے تاب سا ہو جاتا۔

آج تو اس کی سالگرہ تھیں تبھی تیاریاں بھی عروج پہ تھیں۔

باپ کا بس نا چلتا کہ بیٹی کے قدموں میں ہر چیز ہی نچھاور کر دیتے۔

اور ماں۔۔۔۔۔ماں نے تو دلہن کی طرح پورا گھر سجا رکھا تھا اور خود بھی دل کھول کے بناو سنگھار کیا کہ نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہیں تھیں۔

اور حسین تو سارا منظر ہی تھا مگر بس تب تک جب تک صف ماتم نہیں بچھا تھا۔

کیک لینے کے لیے بیکری تک جانے والے ان کے مزاجی خدا بے حس و حرکت گھر واپس لائے گئے۔

جانے وہ کیسا لمحہ تھا ان کی زندگی کا کہ تیز رفتار گاڑی نا صرف ان کے شریک حیات کو روندتی گزر گئی تھی بلکہ انہیں سہاگن سے پل بھر میں بیوگی کی کالی چادر اڑا گئی تھی۔

خوشیوں سے بین تک کا سفر چند لمحوں میں تہہ ہوا تھا۔

اس دن جو بناؤ سنگھار کا اتارنا تھا کہ سہان روح ثابت ہوا تھا۔

اس کے بعد پھر سے خود کو سجانے کی ہمت ہی نا خود میں پیدا کر پائیں تھیں۔

پری بنی خوبصورت سی گڑیا دوبارہ سے سادہ کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس نظر آئی۔

اس کی ضد تھی کہ مجھے پھر سے سجایا جائے۔

اس دن جو ماں نے پہرہ بٹھایا تھا تو وہ آج ختم ہوا تھا۔

اس دن کے جو رنگ خود پہ اور اپنی بیٹی کے لیے حرام کیے تھے، اپنی ذات کو اور سارہ کی ذات کو اندھیروں کے سپرد کیا تھا تو آج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آج سب نارمل ہو ہی گیا تھا۔

مگر صرف سارہ کی زندگی میں، وہ بھی ولیہ کی مرہون منت تھا۔

ان کا تو آج بھی وہی حال تھا۔

شوہر کی میت پہ بیٹھی ماتمی لباس زیب تن کیے ماتم زدہ عورت۔۔۔۔۔۔۔۔"

***

"لیکن بابا پسند کی شادی تو آپ کا حق تھا نا؟ پھر؟" اسے باپ کی کہانی میں باپ کا قصور کہی نظر نہیں آیا۔

"ہاں مگر کسی کو اپنے نام پہ بٹھا کر جانا میرا جرم ثابت ہوا تھا۔" وہ جانتے تھے کہ منگنی کے لیے وہ خود بھی راضی تھے۔ ورنہ مرجان کی شادی اس کے تایا کے بیٹے سے بھی ہو سکتی تھی۔

انہیں اپنی اس کزن سے منگنی پہ کوئی اعتراض نہیں تھا مگر تب تک جب تک وہ خود بھی ایک عام سے پٹھان تھے کشمیر کی وادیوں میں رہنے والے کشمیری پٹھان کی طرح، اپنی روایات سے جڑے ہوئے۔

امریکہ کا لگاتار کا ان کی زندگی کو نئے رنگوں سے روشناس کرا گیا تھا اور جب وہ واپس پلٹے تو سادگی وہی کہی رہ گئی تھی اب جو شخص لوٹا تھا اس کو پہچاننے سے تو اس کے ماں باپ بھی انکاری ہو گئے تھے۔

اور پھر فصیحہ بیگم جیسی عورت کے ہاتھوں میں جو اپنی ذات کی ڈوریاں تھمائیں تھیں تو ان کا عقل و شعور تو ویسے ہی جا سویا تھا۔

زیادتی تو ان سے ہوئیں تھی۔ قصوروار تو وہ تھے مرجان کے۔

ان کو اپنے نام پہ بٹھائے رکھا کہ اس کے لیے خاندان میں موجود سب رشتے ایک ایک کر کے رشتہ ازدواج سے منسلک ہوتے گئے اور وہ بچاری ان کے نام پہ بیٹھیں رہ گئیں تھیں۔

اور وہ بڑے مزے سے اپنی نئی دنیا بسا کے بیٹھ گئے تھے۔

***

ولیہ زرغون سے سر کھپاتے کھپاتے مزید تھکن کا شکار ہو گئی تھی۔

سارہ کو ڈراپ کرتی جب وہ گھر پہنچی تو بہت دیر ہو چکی تھی۔ ایک تو فنکشن کی تھکاوٹ اور پھر رات کو ہونے والے واقعے کا اثر تھا کہ سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

انگلیوں سے کنپٹیوں کو مسلتی سامنے پڑی چیزیں کو دیکھنے لگی جو ملازمہ نے اس کے کہنے پہ کمرے میں رکھیں تھیں۔

ان کے ماں باپ کی شادی کے اولین دنوں کی تصویریں تھیں۔

ایسا لگتا تھا دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں بے پناہ خوش تھے۔

اس نے سرد آہ بھری اور تصویریں واپس رکھنے لگی۔

نیچے سیاہ رنگ کی ڈائری پڑی تھی۔ جیسے کوئی طلسماتی قوت اپنی جانب کھینچ رہی ہو۔

میکانکی انداز میں ڈائری اٹھاتے اپنے بیڈ پہ آگئی تھی۔

ابھی تک اسی حال حلیے میں موجود تھی۔ نا کپڑے چینج کیے تھے نا میک اپ اتارا تھا اور نا ہی جیولری۔

تھوڑی دیر پہلے ہونے والی بے چینی بھی کہی غائب سی ہو گئی تھی۔

ڈائری کھولتے ہی اسے لگا کسی نئے جہان میں داخل ہو گئی ہو جہاں نا اسے اپنی فکر اور پرواہ رہی تھی اور نا ہی سر درد تھا بلکہ زرغون والے واقعے کو تو بلکل ہی فراموش کر گئی تھی۔

جیسے جیسے وہ ڈائری میں درج تحریر پڑھ رہی تھی دل میں سکون اترتا چلا جاتا تھا۔

آج پہلی بار لگا تھا کہ ماں اس کے کہی آس پاس اس سے ہمکلام ہو۔آج محسوس ہو رہا تھا کہ ماں کو پا ہی لیا تھا۔

ڈائری کے صفحے پہ ہاتھ پھیرتی اپنی ماں کے لمس کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

آج کی تاریخ کے مطابق یہ کوئی بائیس تئیس سال پرانی تحریر تھی۔

"چوبیس سال کی عمر اتنی بھی کچی نہیں ہوتی۔میں بھی لگ بھگ چوبیس کی ہی تھی جب مجید میری زندگی میں آئے تھے۔

بابا کے دوست کی بیٹی کی شادی پہ مجید سے ملاقات ہوئی تھی۔وہ دولہا کے دوست کی حثیت سے شادی پہ مدعو تھے۔

واپسی پہ ہماری گاڑی خراب ہونے کی صورت میں انہوں نے ہماری مدد کرتے ہوئے رات کے اس پہر ہمیں سڑک پہ چھوڑنے کے بجائے مناسب سمجھا کی فیملی کو گھر ڈراپ کر دینا چاہیے۔

اس کے بعد ہماری اچانک ملاقات بک شاپ میں ہوئی تھی جہاں ہم دونوں کی ہی فیورٹ بک کی صرف ایک کاپی موجود تھی۔ وہاں بھی وہ شخص دستبردار ہو گیا تھا اور بک میری تحویل میں آگئی تھی۔

موسم اس دن کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا میں نے شکریہ ادا کرتے ہوئے جلد از جلد گھر کی راہ لینا چاہی مگر برسات کے موسم کی بارش بھی اچانک شروع ہوتی ہے اور پل بھر میں جل تھل مچ جاتی ہے۔

کہنے لگے کہاں آپ رکشہ ٹیکسی کا انتظار کریں گیں۔ موسم ٹھیک نہیں ہے مناسب یہی ہے کہ میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں۔

مگر مجھے یہ مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ جانتی تھی دادی کتنا ہنگامہ مچادیں گیں۔

پھر وہ خود ہی رکشہ ٹیکسی کی تلاش میں تقریبا آدھا گھنٹہ خوار ہوتے ناکام واپس پلٹے۔

بارش کے باعث کافی بھیگ بھی گئے تھے۔

مجھے نہیں لگتا آپ کو کوئی بھی سواری مل سکے گی۔ بس سٹاپ تک بھی چھوڑ آؤں تو اتنی بارش میں آپ بس سٹاپ سے گھر کیسے جا سکیں گیں۔

مناسب یہی ہے کہ میں آپ کو ڈراپ کر دوں اور آپ کے گھر والوں سے بھی بات کر لوں گا۔ آئی ہوپ وہ سمجھ جائے گیں۔ (بلا آخر وہ میرے انکار کی وجہ بھانپ گئے تھے۔)

اب انکار کا کوئی جواز نہیں تھا چار و ناچار مجھے ہاں کہنی ہی پڑی۔

گاڑی میں موجود ان کی کلیکشن دیکھ کے میں حیران رہ گئی تھی یہ محض اتفاق تھا کہ ہماری چوائس میں حد درجہ مماثلت پائی گئی تھی۔

سلسلہ کلام یہی سے شروع ہوا اور سفر کے اختتام تک ہم حیران تھے کہ نا صرف ہماری پسند بہت ملتی جلتی تھی بلکہ ہماری تو اکثر عادات میں بھی مماثلت پائی گئی تھی۔

گھر والوں نے انہیں اچھے سے رخصت کیا اور وہ سب ان کے انتہائی ممنون نظر آتے تھے۔ البتہ ان کے جاتی ہی دادی کئی دیر تک مجھے خشمگیں نگاہوں سے چھوڑتی رہیں۔

تھوڑے عرصے بعد گھر کے لینڈ لائن پہ ان کی آنے والی کال اتفاق سے میں نے ہی موصول کی تھی جس میں انہوں نے نا صرف اظہار محبت کیا تھا بلکہ وہ گھر والوں کو رشتہ کے لیے بھیجنا بھی چاہتے تھے اور ان کو بس میری مرضی جاننا تھی۔

ایسا نہیں تھا کہ میری محبت کسی ٹین ایجر کی طرح محض جذباتیت پہ مبنی ہو اور ایسا بھی نہیں تھا کہ میں مجید کی شان و شوکت، دولت اور وجاہت پہ مر مٹی ہوں۔

نہیں ہر گز بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ محبت ان عام محبتوں کی طرح نہیں تھی۔

اس شخص کی ذات کی اچھائیاں مجھے اس کا دیوانہ بناتی جارہی تھی۔

بلاشبہ وہ انتہائی معقول انسان تھا۔"

یقیناآپ بھی مردوں کے جھانسے میں آگئیں تھیں ماما جو شروع میں سب سے زیادہ مہذب، کیئرنگ، لونگ بن کے عورت کے دل میں گھر کر جاتے ہیں مگر شادی کے بعد وہی عورت انہیں عذاب لگتی

ہے۔۔۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ولیہ نے اس تلخ حقیقت کو ایک کڑوے گھونٹ کی طرح پیتے ہوئے کہا۔

"میرا انتخاب بلکل بھی غلط نا تھا۔ مگر غلط تھا تو یہ معاشرہ، اس کے فرسودہ رسم و رواج۔

اوران میں جکڑے میرے بے بس اور مجبور ماں باپ۔ جن کے لیے سب سے اوپر تھی ان کی عزت۔

دنیا کی باتیں۔

وہ تو یہ بھی فراموش کر گئے کہ خدا نے ایسا کوئی نظام اس سر زمین پہ اتارا ہی نا تھا کہ لڑکی کی پسند سے شادی گناہ ہو یا خاندان سے باہر جرم۔ یہ تو محض دنیا کے بنائے گئے رسم و رواج تھے۔

ہم دونوں کوئی ٹین ایجر تو تھے نہیں کہ دن رات فون پہ محبت بھری باتیں کرتے یا کسی نا کسی بہانے میں ان سے ملاقات کی غرض سے گھر سے نکل جاتی۔

محبت اور پسندیدگی کے اظہار کے بعد یہی طے ہوا کے ماں باپ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر کے رشتہ ازدواج سے منسلک ہو جانا چاہئے۔ بے نام رشتے کو کوئی جلد از جلد نام بھی مل جانا چاہیے نا کہ نامحرم بن کے ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزاریں۔ بھلا ماں باپ کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا انتہائی معقول رشتہ تھا اور میں نے بھی ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا تھا جس میں کوئی خرابی موجود نا تھی۔

مگر وہی بات کہ خرابی تو ہمارے نظام میں موجود تھی۔ مجید نے رشتہ بھجوا دیا تھا مگر میرے ماں باپ بس اسی خوف کا شکار تھے کہ لوگ کیا کہیں گیں ہماری بیٹی اپنی

پسند کی شادی کرنا چاہتی ہے۔لوگ کیا کہیں گیں خاندان کے لڑکے چھوڑ کر ہم نے اپنی بیٹی غیروں میں بیاہ دی۔

"ایسی بے حیائی ہمارے جیتے جی تو نا ممکن ہے۔" دادی جھٹ سے بولیں۔"بس اب وقت آگیا اس کی شادی اس کی پھپھو کے بیٹے سے ہو جانی چاہیے۔ہمارے خاندان میں پسند کی شادی اور خاندان سے باہر شادی کرنے جیسی خرافات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

میں نے کچھ کہنا چاہا تو یہ کہہ کر خاموش کروا دیا گیا کہ یہ کیسی ریت ڈالنا چاہ رہی ہے بے حیائی کی؟ کل کو سب پسند کی شادی کرنے چل پڑے گیں۔

ہمارے خاندان میں نجانے کیسے کیسے لوگوں کی اولادیں آکر ہماری آئندہ نسلوں کو پروان چڑھائیں گیں اور ہمارے گھر کی بیٹیاں دوسری ذاتوں کے گھروں کی زینت بنے گیں۔نا بھئی نا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ پوتی تو بس اس عمر میں سر میں خاک ڈلوائے گی۔

اسی رات دادی نے پھپھو کی فیملی کو گھر بلا کر ساری روداد سنا ڈالی اور پھپھو خاندان کی عزت بچانے کے لیے ہر حال میں کوشاں تھیں۔

جبکہ میں ابھی تک اس شش و پنج میں مبتلا کہ ہم نے تو کوئی ایسا گناہ کوئی جرم نہیں کیا۔

خاندان کی عزت کا خیال رکھتے ہوئے کبھی بھی کوئی کام بھی ایسا نا کیا تھا ماں باپ کا سر جھک جاتا۔

پھر۔۔۔۔۔۔۔۔پھر میرے گھر والے تو ایسے ری ایکٹ کر رہے تھے جیسے نجانے میں کیا کرتے پکڑی گئی تھی۔

صرف ایک رشتہ گھر آیا تھا اور یہ لوگ دیوانے ہوئے جا رہے تھے۔

اس وقت پھپھو کا بیٹا اسلم میرے کمرے میں آیا جو مجھے بد تہذیبی اور بد اخلاقی کے باعث قطعی پسند نہیں تھا۔

چلو چار جماعتیں پڑھ جاتا تو کچھ عقل و شعور اسے بھی نصیب ہو جاتا۔

مگر جو مزہ آدھی آدھی رات تک دوستوں کے ساتھ سڑک پہ بائیک دوڑانے میں تھا وہ کتابوں میں مغزماری کرنے سے تو حاصل نا ہو سکتا تھا تبھی محترم میٹرک بھی پاس نا کر سکے تھے اور میری دادی ایم اے ڈگری ہولڈر بیٹی کو گھر کی عزت بچانے کے غرض سے اس سے بیاہ دینا چاہتی تھی۔

ناک کیے بغیر ڈھار سے دروازہ کھولا اور ڈھار سے ہی بند کر دیا گیا۔

میں جلدی سے سائیڈ پہ پڑا دوپٹہ شانوں پہ پھیلاتی درست ہو کر بیٹھ گئی۔

اووئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"(وہ جارحانہ انداز تخاطب)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"میں صرف اس خاندان کی عزت بچانے کے لئے شادی کر رہا ہوں ورنہ تجھ جیسی آوارہ پہ تو تھوکنا بھی گوارہ نہیں مجھے۔

اس لیے جب میرے گھر آئے گی نا تو اپنی اوقات یاد رکھ کے آنا نا کے ڈگریوں کے اکڑ کے ساتھ۔

مجرم کی طرح سر جھکا کے۔

ویسے بھی میں نے تو کہا تھا کہ غلاظت کا ڈھیر میرے سر منڈنے کے بجائے اس کو زہر دے دو۔

مگر اب مجھے قربانی کا بکرا بنا ہی دیا گیا ہے تو تو بھی یاد رکھی اگر اب قدم گھر سے باہر نکالا تو اپنے ہاتھوں سے گلا دبا دوں گا۔"

اپنی جہالت کا رعب جھاڑتا ایک بار پھر دھاڑ سے ددوازہ بند کرتا جا چکا تھا۔

جبکہ میں اس شخص کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے خوف سے ہی سمٹ سی گئی۔

سانس رکنے لگتی تھی اور بار بار مجید کا مہذب سراپا آنکھوں کے سامنے آنے لگتا تو دل اس شخص کے حصول کے لئے مزید تڑپ تڑپ جاتا۔

میں نے گھر والوں کی یہاں تک منتیں کیں کہ میری شادی کہیں اور کر دیں مگر خدارا یہ سزا مت دیں۔

مجھے دل میں نفرت محسوس ہوتی تھی اس شخص کے لیے۔

میں تمام گواہوں اور سب سے بڑھ کر خدا کو گواہ بنا کر اسے قبول نہیں کر سکتی تھی۔

کیا یہ گناہ نہیں تھا؟

اور اگر قبول کر بھی لیتی تو بھی دل سے اس کے لیے نفرت کبھی ختم نا ہوتی یا شاید اس کے بدتر رویے کے باعث اور بڑھتی چلی جاتی۔

میرے ماں باپ میری شادی بھلے میری پسند سے نا کرتے تو کم از کم ایسے شخص سے بھی نا کرتے جو مجھے کسی طور پسند نہیں تھا۔

میری پسند کے بغیر میری شادی کروا کر وہ خدا کے نزدیک گنہگار ٹھہرائے جانے کے لیے تو تیار تھے مگر اس معاشرے اور خاندان والوں کی نظر میں معتبر ٹھہرایا جانا بہت ضروری بہت اہم تھا۔

شادی کے کارڈ چھپ گئے۔ سب تیاریاں مکمل ہو گئی اور کل شام مجھے مایوں بٹھایا جانا تھا۔

ولیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں بہتی چلی جا رہیں تھیں

وہ ماں کے کرب کو دل میں محسوس کر سکتی تھی۔اور سب سے بڑھ کر وہ یہ سوچ سوچ کر خود کو تکلیف دے رہی تھی کہ اتنے مشکل حالات دیکھنے کے بعد بھی میری ماں کو یہاں سکون نصیب نا ہو سکا تھا۔

بالآخر مجھے فیصلہ کرنا ہی تھا اور موقع ملتے ہی میں نے مجید سے کانٹیکٹ کیا۔

ساری صورت حال اور اپنے فیصلے سے بھی آگاہ کیا۔

خدا جانتا ہے کہ ہم دونوں بھی ایسا کبھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔انتہائی مجبوری کے عالم میں مجھے اس گھر کی دہلیز پار کرنا پڑ رہی تھی کہ میں ایسا سوچنا بھی کبھی کفر تصور کرتی تھی۔

مجھے افسوس تھا کہ میری چھوٹی بہن کو نجانے کیا سہنا پڑے مگر کوئی دوسری راہ بھی تو نہیں بچی تھی۔

ساری زندگی خود کو ماں باپ کی خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تھی مگر ان کی یہ خواہش پوری کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

مجید کے گھر آ تو گئی تھی اور سچ تو یہ ہے کہ میرے گھر والے میرا سچ میں کچھ نا بگاڑ سکتے تھے ہاں البتہ انہوں نے مجھے درجنوں بددعاوں سے نوازا اور مجھ سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا۔

یہاںتک کہ دادی تو یہ بھی کہہ گئی تھی کہ مجھے اپنی اولاد کی صورت یہ سب بھگتنا ضرور پڑے گا۔

البتہ میرے اس سب کیے کی سزا میری بہن کو بھگتنی پڑی تھی۔ میری جگہ اسے دلہن بنا کر اس آوارہ بد تہذیب شخص کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔

زندگی کا انتہائی کٹھن دور تھا مگر میری خوش قسمتی یہ تھی کہ مجید جیسا باہمت اور سمجھدار شخص میرا شریک حیات تھا جو ہر ممکن مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتا تھا مگر جو بھی تھا میری پہلی محبت تو میرے گھر والے تھے، میرے ماں باپ تھے، جن کی خاطر میں سب سہتی آئی تھی سب کرتی آئی تھی۔

شادی کے شروع شروع کے دن تو اس کی شخص کی محبت نے سب غم بھلا دیئے تھے اور ہر درد پہ مرہم رکھ دیا تھا۔

مگر پھر ایک دن اطلاع موصول ہوئی کہ میرے بابا میری اس حرکت کی وجہ سے گھٹ گھٹ کر جینے لگے تھے۔

خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے۔ دنیا والوں کو سامنا نہیں کرنا چاہتے۔اور اس اطلاع نے سب زخم پھر ہرے کر دیئے۔

مجید مجھے خود کئی بار اس گھر لے کر گئے وہ خود پاؤں میں گر کر معافی مانگنے کو تیار تھے مگر ہر بار ہمیں چوکھٹ سے ہی ناکام لوٹا دیا جاتا رہا۔

وہ دہلیز اب میں کبھی پار نہیں کر سکتی تھی۔ گھر کے دروازے بند کر دیے گئے اور ماں باپ کی صورت دیکھنے کو بھی ترس گئی تھی۔

دن بدن ڈپریشن بڑھتا جا رہا تھا۔ مجید کی محبت اسے کم تو کر سکتی تھی مگر مکمل طور پہ ختم نہیں کر سکی۔

ان ہی دنوں "قریشیز" کا نام بھی خوب اوپر جا رہا تھا اور مجید کی کاروباری مصروفیات میں بے پناہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

مگر پھر بھی وہ میری دلجوئی کیا کرتے تھے۔مجھے افسوس ہے کہ میں اس شخص کو ایک دن بھی سکھ نہ دے سکی۔آفس سے تھکے ہارے گھر لوٹنے کے بعد انہیں ایک جنگ میرے ڈپریشن سے بھی لڑنا پڑتی مگر بے سود۔

وہ مجھے انتہائی نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کرتے مگر میرا دل تھا کہ درد سے پھٹتا ہی جارہا تھا۔

آج ڈاکٹر کے کہنے پہ یہ ڈائری لکھنا شروع کی ہے کیونکہ میں اپنا درد کسی سے بھی شیئر نہیں کر پا رہی۔

مجھے میرے ماں باپ کی بد دعا لگ گئی ہے اور میری زندگی بہت بے سکون ہے۔

مجید گھر آتے ہیں تو میں چیخ چیخ کر انہیں موردالزام ٹھہراتی ہوں کہ اگر انہوں نے اظہار محبت نا کیا ہوتا، میری زندگی میں نا آتے تو آج میں اپنے ماں باپ کے سامنے مجرم نا ہوتی۔

میں جانتی ہوں کہ وہ بے قصور ہیں مگر۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر مجھے سمجھ ہی نہیں آتی۔جب سارا دن میں اکیلی سوچ سوچ کر تنگ آجاتی ہوں تو شاید اس لیے ان کے سامنے آتے ہی سارا غصہ ان پہ نکال دیتی ہوں۔اور وہ صبر سے سب برداشت کرتے جاتے۔

شاید ڈائری لکھنے کی وجہ سے بہت جلد میں مجید کے ساتھ نارمل بی ہیو کرنے لگ جاو۔

ولیہ کی برداشت جواب دینے لگی تھی۔ رو رو کے اب مزید سکت نہیں رہی تھی۔

اس نے ڈائری بند کی اور اسی حال حلیے میں ڈائری کو سینے سے لگائے نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی تھی۔

***

مگر بابا وہ مجھ سے شادی کے لیے ہر گز تیار نہیں ہے۔" وہ ہاسپٹل جا رہا تھا جبکہ کمال صاحب کی ضد تھی کہ اسے زرغون سے مل لینا چاہیے کیونکہ وہ لوگ آج واپس جا رہے ہیں۔)

آپ کو چھوڑ آتا ہوں۔ ویسے بھی مجھے آج ماما کے بارے میں ڈاکٹر سے میٹنگ کرنی ہے۔

اور مجھے دیر بھی ہو رہی ہے۔" (اس نے نظریں چلاتے ہوئے بہانہ بنایا۔)

کیا تم سے ملو گے بھی نہیں شرجیل۔"

بابا پہلے تو مجھے پھر بھی لگتا تھا کہ یہ سب آسان ہے۔ مگر ساری حقیقت جان لینے کے بعد اب مجھے لگتا ہے کہ مجھے پیچھے ہٹ ہی جانا چاہیے۔" (وہ انتہائی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔)

شرجیل انسان تبھی ہارتا ہے جب وہ ہار مان جائے۔"

بابا پہلے زرغون نہیں مانتی تھی تو مجھے لگتا تھا اسے منالوں گا کیونکہ اس کے گھر والے مان جائیں ے گیں۔

مگر اب تو اس کے گھر والے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کو لگتا ہے کہ آغا جان آپ کو معاف کر دیں گیں؟"

شرجیل میری بوڑھی ماں آج بھی میری منتظر ہے اور جانتے ہو کہ باپ کے جنازے کو کندھا نہیں دے سکا مگر دل آج بھی تڑپتا ہے کہ اس کی قبر پہ فاتح پڑھ سکوں۔"

آپ کو اتنی امید کیوں ہے بابا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"(وہ مکمل طور پہ ناامید نظر آرہا تھا۔)

کل مرجان سے بات ہوئی تھی میری۔اس نے مجھے ساری صورت حال سے نا صرف آگاہ کیا ہے بلکہ وہ تم دونوں کی شادی میں مدد بھی کرے گی۔

میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں شرجیل۔صرف تم ہی مجھے دوبارہ وہاں لے جا سکتے ہوں۔

اپنے خاندان کے بند دروازے اب صرف تمہاری صورت ہی مجھ پہ کھل سکتے ہیں۔"

پلیز۔۔۔۔۔۔۔۔(اس نے ان کے بندھے ہاتھ عقیدت سے

تھامے۔)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہو جائے

گا۔"

توہم جارہے ہیں؟"

میٹنگ کے بعد آؤ گا۔"

چلو ٹھیک ہے۔"

***

اررررے بھئی یہ کیا بات ہوئی۔ ہم کیا اس کی شکل دیکھنے کو یہاں بھی ترستے رہیں۔ کب عادی ہوگا یہ۔ کیا یونہی راتیں جاگ کر اور دن سو کر گزارے گا؟" (مامی نے کچھ دن تو سلمان کی روٹین برداشت کی تھی مگر اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا تبھی ناشتے کی ٹیبل پہ ماموں سے شکایت کر رہیں تھیں جبکہ سارہ منتظر سی ماموں کی شکل تک رہی تھی کہ اب اپنی اولاد کا دفاع کرنے کا وقت بھی شروع ہوا جاتا تھا۔)

کچھ وقت تو لگے گا ہی اب۔اتنا آسان تو نہیں ایک دم سے روٹین چینج کرنا۔"(انہوں نے رسان سے سمجھانے کی کوشش کی۔)

ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے تو یہ ہی سمجھ نہیں آرہی کہ اسے واپس بلایا ہی کیوں آپ نے؟"

اررے بھئی اتنے عرصے سے جو میں نے اپنا بزنس جمانے میں جان ماری ہے آخران دو صاحبزادوں نے ہی تو سنبھالنا ہے۔"

ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔بہت بڑا کاروبار ہے نا۔"(وہ بڑبڑاتے ہوئے کچن کی جانب چل دیں۔)

ماموں مجھے بہت اچھی جاب مل گئی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اب میں ماما کو لے کر کسی بھی فلیٹ میں شفٹ ہو جاوں کیونکہ ان میں افورڈ کر سکتی ہوں۔" (سارہ نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ماموں کبھی اجازت نہیں دیں گیں۔)

یہ تو بہت خوشی کی خبر ہے سارہ۔ اللہ تمہیں اور مزید ترقیوں سے نوازے۔ اور کوئی فلیٹ دیکھا پھر؟۔" (جواب مامی کی طرف سے آیا تھا۔ ان کی تو یہ خبر سن کر گویا باچھیں ہی کھل اٹھی ہوں۔ سنتے ہی کچن سے بر آمد ہوئیں۔)

اس کی ضرورت نہیں ہے بیٹا۔۔۔۔۔ تم۔۔۔۔۔" (ماموں نے اپنی بیوی کی باتوں پہ انتہائی شرمندگی سے کہا۔)

ارے ے ے بھئی۔۔۔۔۔ کیسے ضرورت نہیں ہے "۔۔۔۔۔۔ (انہوں نے بات کاٹی۔)۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب دیکھیں نا آج سلمان واپس آیا ہے اور کل کو باقی دونوں بھی آجائیں گیں۔ پھر ہم نے بچوں کی شادی بھی تو کرنی

ہے۔یہ گھر تو چھوٹا پڑ جائے گا۔"(بغیر کسی لگی لپٹی کے منہ پہ بات ماری اور وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تو تھیں۔ان دونوں ماں بیٹیوں کے معاملے میں انتہائی درجے کی صاف گو۔)

میں ہر گزاجازت نہیں دوں گا کہ تم جوان بچی کو لے کر اور الگ فلیٹ میں رہنے لگو۔" (اپنی بیوی کی باتوں کو نظر انداز کرتے وہ اب کی بار اپنی بہن سے گویا ہوئے۔)

جی بھائی صاحب۔یہ سارہ ہی ضد کر رہی ہے۔"(وہ محض منمنا کے رہ گئیں تھیں۔ ایک طرف بھابھی کی تنگ دلی تھی اور دوسری طرف بھائی کا حکم۔)

میری سادہ سی بچی کب سے ضدی ہو گئی؟"(انہوں نے محبت پاش نظروں سے سارہ کی طرف دیکھا۔)

اررررے ضد کہاں ہے؟ یہ تو سراسر عقلمندی اور خوداری ہے۔اب ہم نے پیروں پہ کھڑا کر تو دیا ہے تو بھئی وہ اب اس قابل ہے کہ اپنا اور اپنی ماں کا خیال رکھ سکے۔ آخر ماموں پہ بوجھ کب تک بنی رہے گی؟"(ان کی سفاکیت کی انتہا تھی مگر اب ہر فرد عادی ہو چکا تھا۔)

وہ اپنے ماموں پہ بوجھ کبھی نہیں بنی۔اس گھر کی آدھی ملکیت اباجی اپنی زندگی میں ہی اس کے نام کر گئے تھے۔"(انہوں نے اپنی بہن کی طرف اشارہ کیا)

اور جہاں تک ہے پاوں پہ کھڑا کرنے کی بات۔۔۔۔۔تو اس کی بھی کبھی نوبت نہیں آئی۔ان دونوں کا سارا خرچہ اس کے مرحوم باپ کے گھر کے کرائے اور زمینوں سے آنے والی کمائی سے پورا ہوتا رہا ہے۔بلکہ اس کے باپ کی فیکٹری سے آنے والی کمائی سے ہی میں نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔میں نے اپنا بزنس کھڑا کیا ہے۔

اور ایک ایک روپیہ میرے پاس درج ہے۔جو میں بہت جلد واپس لوٹا دوں گا۔"

سارہ نے تاسف کی ایک نظر ماموں پہ ڈالی۔ جسے آج خبر ملی تھی کہ ساری زندگی اپنا حق بھی ترس ترس کے اور ذلیل ہو ہو کر ملتا رہا تھا۔

جبکہ مامی منہ کھولے ایسے تک رہیں تھیں جیسے بیٹھے بٹھائے ماں بیٹی کی لاٹری نکل آئی ہو۔

سارہ نے ایک نظر ماں کے چہرے پہ ڈالی۔ وہاں تو ایسے سکون تھا جیسے کوئی اچنبھے کی بات ہی نا ہو۔

وہ خاموشی سے سر جھکائے اپنے پورشن میں واپس آگئی تھی۔

ماں اور ماموں سے شکوہ ضرور تھا کہ ساری زندگی اس نے احسانوں کے بوجھ تلے دب کر انتہائی احساس کمتری کی زندگی گزاری تھی۔

مامی کی باتیں اس کی عزت نفس کو کچل کے رکھ دیتی تھیں لیکن چلو آج سرخرو تو ہوئی تھی یہ بھی اللہ کا بڑا کرم تھا۔

ماں کو آتا دیکھ کر وہ رخ پھیرے آنکھیں موند کے لیٹ گئی تھی۔ یہ مکمل ناراضی کا اظہار تھا۔ وہ شروع سے جب بھی کوئی بات بری لگتی تو یونہی خاموشی سے

آنکھیں موند کے پڑ جاتی اور تب تک آنکھیں نا کھولتی جب تک ماں کوئی معقول جواز نا پیش کر دیتی۔

کیا ہوا ہے سارہ۔ کس بات پہ موڈ آف ہو رہا ہے تمہارا؟" نائلہ بیگم نے اسے پیار سے مخاطب کیا۔ جانتیں تھیں کہ اس وقت سخت ناراض ہے۔

آپ نے دیکھا ماموں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

مجھے پتہ تھا سب شروع سے۔۔۔۔۔" انہوں بات کاٹی۔

واٹ؟" وہ بلکل شاکڈ رہ گئی تھی۔

دیکھوں وہ اپنی بیوی کی نیت جانتے تھے تبھی یہ سب ہم دونوں بہن بھائیوں کے درمیان رہا۔ اور اب وہ چاہتے ہیں کہ تم اپنا کاروبار خود سنبھالو۔"

ہم نے ساری زندگی سسک سسک کے گزار دی۔مامی کے احسان تلے۔۔۔۔۔۔۔۔"

سارہ اس میں ہی بہتری تھی و گرنہ اگر ان کو سب جائیداد و غیرہ کی خبر ہوتی تو وہ بھائی کا ہی جینا حرام کر دیتیں۔ تم انہیں نہیں جانتی۔

اور سب سے بڑھ کر تمہیں اپنی ماں پہ بھروسا نہیں ہے کیا؟ میں نے بہت سوچ سمجھ کے بھائی کا ساتھ دیا ہے۔"

اس بات پہ سارہ کچھ نرم پڑی۔

ٹھیک ہے۔ مگر میں ابھی ایم فل کروں گی۔"اس نے اپنے فیصلے سے آگاہ کیا۔

ہاں میرا بچہ۔بس جاب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اچھا ٹھیک ہے۔"اس نے مسکراتے ہوئے ماں کا ہاتھ محبت سے تھاما۔

***

اپنے کمرے میں بیڈ پہ آڑھا ترچھا لیٹا بظاہر وہ چھت کو گھور رہا تھا مگر دماغ بیک وقت بہت سی الجھنوں کا شکار ہو چکا تھا۔

زندگی تو اتنی مشکل کبھی بھی نہیں تھی۔تب بھی نہیں جب اس نے اپنے اور اپنے باپ دونوں کی خواہشات کی تکمیل کا فیصلہ کیا تھا۔

ٹھیک ہے بہت مشکل ہوئی تھی شروع میں۔ مگر آہستہ آہستہ وہ سب کا عادی ہو گیا تھا۔

وہ تو شروع سے ہی ملٹی ٹاسکنگ میں ماہر تھا۔

مگر آج اس کی سوچنے سمجھنے کی تمام تر صلاحیتیں مفلوج نظر آتیں تھیں۔

وہ کیسی بھی نتیجے پہ کیسے پہنچتا جبکہ دماغ میں بیک وقت مختلف لوگوں کی آوازیں گونج رہیں تھیں۔

آپ کی ماما کو کینسر ہے۔ علاج میں اتنی لاپروائی۔ آپ تو خود ڈاکٹر ہیں۔ "ڈاکٹر کی آواز کی بازگشت جاری تھی۔

تم مجھے واپس میرے خاندان سے ملوا سکتے ہو۔ باپ کے جنازے کو کندھے نہیں دے سکا۔ بوڑھی ماں میری منتظر ہے۔ " باپ کی امید بھری نگاہیں اس پہ ٹکی تھیں۔

میں اس شخص سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ "زرغون کا اشتعال انگیز لہجہ اس کی سماعتوں کے پردے پھاڑنے پہ تلا تھا۔

کتنا مشکل ہوتا ہے جس سے آپ شدید محبت کرتے ہوں اور وہی آپ سے شدید نفرت کا اظہار کر دے۔

کوشش کیجئے کہ اپنی ماما کو ذہنی طور پر پرسکون رکھ سکیں۔ "ڈاکٹر نے سختی سے تنبیہ کیا تھا۔

جی بہتر ہو گا کہ آپ یہاں سے چلیں جائیں۔"اس کا جارحانہ انداز آنکھیں کے سامنے لہرایا۔

تم آج آوں گے اس سے ملنے ؟" باپ کے جڑے ہاتھوں کا عکس بھی بیک وقت آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

بیک وقت مختلف لوگوں خواہشات کو پورا کرنا تھا جو کہ بڑی ناممکن سی بات نظر آتی تھی۔

موبائیل کی رنگ ٹون نے سوچوں کے ارتکاز کو توڑا تھا۔

ولیہ کالنگ۔۔۔۔۔۔۔۔"

ہیلو۔ہیلو۔۔۔۔۔۔ولیہ۔۔۔۔۔۔آر یو دیر؟۔۔۔۔۔۔ہیلو۔"وہ کافی دیر تک ولیہ کو بولنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔جانتا تھا کہ وہ اسے سن رہی ہے۔

ولیہ کی سسکی موبائیل کے اسپیکر پہ ابھری۔

تم رو رہی ہو؟سب خیریت ہے؟"اس کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

جو بھی تھا مگر ولیہ ہی وہ واحد شخص تھی جو اس کے ہر مشکل کام میں مدد کو آئی تھی اور اب اگر وہ اسے اس طرح کال کر رہی تھی تو یقیناً اس کی باری تھی کہ ولیہ کے اس مشکل وقت میں اس کے ساتھ کھڑا ہو۔

ہم مل سکتے ہیں؟"ہچکیاں لیتے اس نے بمشکل بولا تھا۔

ہاں کیوں نہیں۔میں بس تھوڑی دیر تک ریسٹورنٹ پہنچ رہا ہوں تم بھی آجاؤ۔"

ولیہ کو ایڈریس سمجھانے کے بعد وہ تیار ہونے چل دیا تھا۔ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ دونوں ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔

اپنی تمام تر پریشانیوں کو اپنے کمرے میں ہی چھوڑ گیا تھا۔ بلکہ جلدی جلدی میں وہ ٹیسٹ رپورٹس بھی اپنے بیڈ پہ ہی بھول گیا تھا جو کہ اس وقت اس کے ڈیڈ کے ہاتھ میں تھیں جو اس وقت خاص طور پہ اس کے نا آنے کی وجہ پوچھنے آئے تھے مگر خالی کمرے میں موجود رپورٹس شاید انہی کی منتظر تھیں۔

***

ولیہ نے اس وقت خود کو کافی حد تک سنبھال لیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے تک روتی بلکتی ولیہ کا شائبہ تک اس ولیہ میں نظر نہیں آتا تھا۔

آئم سوری شرجیل۔ مجھے تمہیں ایسے نہیں بلانا چاہئے تھا۔ ان فیکٹ مجھے کال ہی نہیں کرنی چاہیے تھے۔

بٹ میں خود کو کافی اکیلا محسوس کر رہی تھی۔ تمہیں پتہ ہے ہمیشہ اپنی ہر پرابلم فرینڈز کے ساتھ شیئر کرنے کی عادی ہوں۔

مگر بد قسمتی سے اس وقت کوئی بھی میرے پاس نہیں ہے۔

سارہ ایم فل کے ایڈ میشن کے لیے ٹیسٹ دے رہی ہو گی۔

اور نیلم۔۔۔۔۔۔۔۔ابھی تو اس پہ خوشیوں کا در واہ ہوا ہے کیا میں اپنے رونے لے کر بیٹھ جاوں۔

بچی زرغون تو وہ واپس جا رہی تھی آج۔پھر مجھ سے ناراض بھی تھی۔"

اس نے شرمندہ شرمندہ سی آواز میں سلش میں اسٹرا ہلاتے ہوئے وضاحت دی تھی۔

اس نے شرجیل کو بلا تو لیا تھا لیکن اب کچھ بھی اس سے شیئر کرنے میں ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔

تم زرغون سے ملنے نہیں گئی؟۔مجھے نہیں لگتا تم لوگوں کی دوستی ایسی ہے کہ تم لوگ ایک دوسرے سے زیادہ دیر ناراض رہ سکو؟"

شرجیل بھی اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔تبھی اس نے کوشش کی کہ زیادہ سے زیادہ ادھر ادھر کی باتیں کر کے اس کا دھیان بٹا سکے۔

وہ اتنا تو جان ہی چکا تھا کہ ولیہ ایک مضبوط لڑکی ہے۔بس جو بھی گہرا صدمہ اسے ملا تھا اسے بس تھوڑا وقت چاہیے تھا اور پھر وہ خود ہی سب کچھ ٹھیک کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔

ہمممم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ناراض تو زیادہ دیر نہیں رہے گی۔ مگر ابھی مجھے لگا کہ شاید جانا مناسب نہ ہو۔آئی مین ابھی غصے میں ہے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے کندھے اچکاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

ہاں آئی تھنک ابھی اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہونے دینا چاہئیے۔"شرجیل نے اسٹرا کی مدد سے سلش کا سپ لیا۔

مجھے لگا تھا کہ تم گئے ہو گے ؟آئی مین وہ جا رہی تھی تو تم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

ہاں میں چلا جاتا مگر بس ایک میٹنگ میں پھنس گیا تھا۔ ویسے بھی کونسا وہ مریخ پہ چلی گئی ہے کہ ہم اس سے ملنے نہیں جاسکتے۔" اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہا کہ شاید ماحول پہ چھائی اداسی کو تھوڑا کم کرسکے۔

مجھے حیرت ہورہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔سچ میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک شخص جو اپنی ہر امپورٹنٹ میٹنگ چھوڑ کر اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کبھی بھی، کہی بھی پہنچ جاتا تھا وہ آج اس کے جانے پہ میٹنگ نہیں چھوڑ سکا۔" اس کے لہجے سے حیرانی صاف عیاں تھی۔

ہاں ہر میٹنگ چھوڑ دیتا تھا۔ آج بھی چھوڑ دیتا اگر میٹنگ میں ماما کی رپورٹ ناڈسکس کر رہا ہوتا تو۔ بائے داوے بابا گئے تھے ان لوگوں سے ملنے۔ اور مجھ سے بھی وعدہ لے کر گئے تھے آنے کا۔ اور تمہیں پتہ ہے آتے ہی میرے کمرے میں آئیں گیں کیونکہ ان کا کہا آج پہلی بار ٹال دیا ہے نا۔" ہنستے ہوئے ولیہ کو آگاہ کیا تھا۔

اوہ نو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اپنی ہی بات مکمل کرنے کے بعد اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

کیاہوا؟" ولیہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

پہلے رپورٹس کے ذکر پہ کچھ افسردہ سا پھر بابا کے ذکر پہ محبت بھرا لہجہ اور بات کی اختتام پہ تو یہ حال تھا جیسے کسی پڑوس سے آئی آنٹی کو اچانک چولہے پہ رکھی ہانڈی یاد آجائے اور وہ الٹے قدموں واپس بھاگے۔

آئی ہیو ٹو گو ولیہ۔ اٹس ارجنٹ۔ آئی ایم سوری۔" (اپنی چیزیں سمیٹتا، ٹیبل پہ آرڈر کے پیسے رکھتا وہ جانے کو تیار کھڑا تھا۔)

ویسے تمہیں بلانا نا میری سب سے بڑی بے وقوفی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لیے پرسکون کیا ہوتی الٹا تم نے ہی اتنا سسپنس کریٹ کر دیا ہے کہ دماغ اور الجھ گیا ہے میرا۔" وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

یہ تو زیادہ اچھی بات ہے۔اب تم اپنی ٹینشن کو بھلا کر اس سسپنس کے بارے میں بھی سوچوں گی۔ویسے سسپنس تو تم نے بھی کریٹ کیا ہے۔بتایا نہیں کہ کیوں رو رہیں تھیں۔"

اپنی طرف سے حساب برابر کرتا وہ چلا گیا تھا۔

ہونہہ۔۔۔۔۔۔اسے لگتا ہے کہ یہ درد بھلا کر میں اس کی الجھنوں کو سوچنے لگ جاوں گی۔ناممکن سی بات ہے۔

لیکن اس کی ماما کی رپورٹس،اور یہ انکل بھلا ان لوگوں سے ملنے کیوں گئے تھے۔"

یہ محض اس کی خام خیالی تھی۔وہ خود آدھے گھنٹے تک اس الجھی گتھی کو سلجھانے کی مسلسل کوشش کرتی رہی تھی۔

تھک ہار کر اس نے سارہ کو کال کی تھی۔اب تک تو وہ ٹیسٹ دے کر آ گئی ہو گی۔

ولیہ کا اپنے گھر جانے کو بلکل دل نہیں کر رہا تھا۔وہ سارہ کو فون پہ مطلع کرتی اب اس کے گھر جانے کو تیار تھی۔

***

شرجیل آندھی طوفان کی سی تیزی سے گھر پہنچا اور خاموشی سے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تاکہ گھر میں کسی کو بھی اس کی آمد کی خبر نا ہو سکے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کے تمام خدشات سچ ثابت ہوئے تھے۔ رپورٹس وہ جہاں چھوڑ کے گیا تھا وہاں نہیں تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ بابا کے ہاتھ لگ چکی ہیں۔

خاندیشی سے ناک کرتا وہ ان کے بیڈ روم میں داخل ہوا۔ وہاں کا ماحول اس کی توقعات کے بلکل برعکس نظر آ رہا تھا۔

ماما بابا کا چہرہ مکمل طور پہ پر سکون تھا شاید رپورٹس ان کے ہاتھ نہیں لگیں تھیں۔

آو شرجیل ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔" صفیہ بیگم اسے دیکھ کر بیڈ کراون کا سہارا لیے اٹھ بیٹھی تھیں جبکہ وہ بیڈ کے سامنے رکھے صوفے پہ براجمان کمال صاحب کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے سب ٹھیک ہے کا اشارہ کیا۔

مگر وہ پھر بھی مطمئن نا ہوا تھا۔

خاموشی سے کمال صاحب کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھ گیا تھا۔

اصل میں ہم دونوں نے فیصلہ کیا ہے۔" کمرے میں چھائے سکوت کو صفیہ بیگم کی آواز نے توڑا۔

کیسا فیصلہ۔" شرجیل کو اپنے ارد گرد خطرے کی ہزاروں گھنٹیاں بجتی نظر آ رہیں تھیں۔

اصل میں ہم چاہتے ہیں کہ بس اب جلد از جلد تمہارے سر پہ بھی سہرے کے پھول سجے ہوں۔

مجھے امید ہے شرجیل کہ تم اپنی مرتی ماں کی یہ خواہش ضرور پوری کروں گے۔"

ماما۔"شرجیل نے شاکڈ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔اور پھر ایک خائف سی نظر باپ پہ بھی ڈالی تھی۔

اپنے بابا کو قصوروار مت سمجھو۔دراصل میں تم لوگوں سے پہلے ہی اپنی بیماری کے بارے میں جانتی تھی۔"انہوں نے بالآخر اعتراف کر لیا تھا کہ اپنی بیماری کو چھپاتی رہیں تھیں۔

ماما اگر آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ تڑپ کے ان کے پاس بیڈ تک آیا تھا۔

بس کر دو شرجیل تمہارے بابا آل ریڈی مجھے کافی کچھ سنا چکے ہیں اور بس اتنا کافی ہے۔

ویسے بھی جب مجھے پتہ چلا تھا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔اس لیے میں نے علاج کروانے کا رسک لینے کے بجائے بچی کچی زندگی کو سکون سے گزارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

اس علاج کے درد سے تو شاید میں کب کی مر چکی ہوتی۔"

ماما ایک ڈاکٹر کی ماں ہونے کے باوجود آپ ایسا سوچتی ہیں؟" اسے شدید حیرت ہو رہی تھی۔

دیکھو شرجیل میں اپنی بیماری کے حوالے سے مکمل طور پہ غافل کبھی نہیں رہی۔ اپنی ڈاکٹر سے کانٹیکٹ میں رہی ہوں۔ اور میں جانتی ہوں کہ کتنے چانسز ہیں۔"

انہوں نے شرجیل کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔

اگر کچھ پرسنٹ بھی چانسز ہوتے تو میں علاج کروا لیتی۔"

پھر بھی آپ نے بہت غلط کیا اور میں اب آپ کی ایک بھی نہیں سننے والا۔ آپ کا علاج کرواوں گا۔ چاہے دنیا کے کسی بھی کونے سے کیوں نا ہو۔"

تم جانتے بھی ہو کہ اس بیماری کی تکلیف سے بھی کہی زیادہ دردناک اس کا علاج ہوتا ہے۔ کیمو کے علاج سے زیادہ تر لوگ مر جاتے ہیں۔ میں اس طرح تکلیف کی موت نہیں مرنا چاہتی۔" ان کے چہرے پہ خوف ہی خوف تھا۔

جبکہ شرجیل ان کی بات سن کر سر ہی پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔

ماما مجھے آپ کا علاج کروانا ہے اور اب میں ایک بھی بات نہیں سننا چاہتا۔ دیٹ از فائنل۔" اس نے دوٹوک لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

تم چاہتے ہو کہ تمہاری ماں اذیت کی موت مرے؟"

ماما کیا بچوں جیسی باتیں کر رہیں ہیں آپ۔ اتنے لوگ بچ بھی تو جاتے ہیں اور پھر اپنی ساری زندگی اپنوں کے ساتھ ہنسی خوشی گزارتے ہیں۔ میں آپ کو مرنے کے لیے چھوڑ دوں۔

مجھے آپ چاہیے ہیں۔" اس نے محبت سے ان کے ہاتھوں کو چوما۔

بلیو می سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پلیز اپنے بیٹے کی بات مان لیں۔ مجھے اپنی ماں کو بچانے کی ایک کوشش تو کرنے دیں۔

ورنہ میں ساری زندگی خود کو معاف نہیں کر سکوں گا۔ پلیز ماما۔"

شرجیل میری جان۔ یہ فیصلہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔" اپنے بیٹے کی آنکھ میں آئے آنسو انہیں شدید تکلیف دے رہے تھے۔

ماما اگر آپ نے میری بات نہیں مانی تو میں کبھی خوش نہیں رہ سکوں گا۔ پوری زندگی پر خوشی سے منہ موڑ لوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے آپ سے۔ اور آپ جانتی ہیں کہ میں کتنا ضدی ہوں۔" وہ اتنے اٹل لہجے میں بولا کہ خود صفیہ بیگم بھی سٹپٹا کر رہ گئیں تھیں۔

ٹھیک ہے مگر علاج سے پہلے مجھے دو بہت ضروری کام کرنے ہیں۔ایک تو مجھے آزاد کشمیر جاکر تمہاری دادی سے معافی مانگنی ہے کیونکہ ان لوگوں کے درمیان آنی والی جدائی کی اصل ذمہ دار تو میں ہی تھی۔

اگر چاہتی تو معاملہ سنبھال لیتی مگر میری آنا نے معاملہ اور بگاڑ دیا۔"

انہوں نے کمال صاحب کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے اعتراف کیا۔

پرانی باتوں کو دہرا کر خود کو تکلیف مت دیں۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔"انہوں نے سچے دل سے معاف کرتے ہوئے ان کے ضمیر پہ پڑا بوجھ ہٹا دیا تھا۔

شرجیل میں علاج شروع کروانے سے پہلے تمہاری شادی کروانا چاہتی ہوں۔"انہوں نے اپنی دونوں شرائط سے آگاہ کر دیا۔

میری شادی۔۔۔۔۔۔پر میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔"اس نے نگاہیں چراتے ہوئے اپنے دل کی آواز ان کے گوش گزاری۔

ہاں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تم جب بھی شادی کرنا چاہو مجھے بتا دینا۔"

سچ ماما تو پھر میں ڈاکٹر سے ٹائم لے لیتا ہوں آپ لوگوں کے آزاد کشمیر سے واپس آنے کے بعد کا۔"اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

نہیں۔اپنی شادی کے بعد کی ڈیٹس۔"انہوں نے اس کے جملے کی تصحیح کرتے ہوئے کہا۔

مگر ابھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تو آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہہ رہیں تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہ میں جب مرضی چاہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔شادی کر سکتا ہوں۔"اس نے اٹک اٹک کے جملہ مکمل کیا۔ماں کا انداز اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

ہاں تو میں نے کب تمہیں فورس کیا ہے شادی کے لیے۔بس میں اپنا علاج تمہاری شادی کے بعد ہی کرواوں گی۔شادی چاہے جب بھی ہو۔"انہوں نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے گیند شرجیل کے کورٹ میں پھینکا۔

آپ چاہے تو میری شادی کل ہی کر دیں۔"وہ بے دلی سے بولا تھا۔جانتا تھا کہ اب ماں کا فیصلہ نہیں بدل سکتا۔

اور یہ بھی جانتا تھا ماں کی چوائس اولین دن سے ان کے کزن کی بیٹی ہی رہی ہے۔وہ تو اس کے صاف انکار کے بعد دوسرے آپشن کے طور پہ ولیہ کا پرپوزل لائیں تھیں اور ولیہ کے انکار کے بعد فوری طور پر ان کے دماغ میں وہی آئی ہو گی۔

نہیں اب خیر اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ویسے تو اپنے خاندان کی ہی لڑکی ہے اس لیے شادی ہونے کو تو کل بھی ہو سکتی ہے لیکن میں چاہ رہی تھی کہ آزاد کشمیر سے ہو

آوں تاکہ ناراضگیاں دور ہو جائیں۔آخر تمہاری دادی کا بھی تو حق ہے کہ تمہاری شادی میں شرکت کریں۔

اور پھر میں اکلوتے بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کرنا چاہتی ہوں۔"

جی ماماسب آپ کی خواہشات کے عین مطابق ہی ہو گا۔بس آپ لوگ جانے کی تیاری کریں۔"وہ اپنے لہجے میں مصنوعی خوشی کی ذراسی رمق تک پیدا نا کرسکا تھا۔

تم نہیں جاوں گے۔"کمال صاحب نے حیرانگی سے پوچھا۔

نہیں بابا میں اب وہاں جا کر کیا کروں گا۔"اس کے ہونٹوں پہ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ آکر ٹھہر سی گئی تھی۔

تمہیں اپنی دادی سے ملنے کا کوئی شوق نہیں ہے کیا؟"کمال صاحب نے اس کی توجہ ددھیالی رشتوں کی طرف مبذول کروانا چاہی۔

شادی پہ آئیں گیں تو مل لو گا۔" وہ مری مری آواز میں بولا۔

میرا خیال ہے شرجیل تمہیں ہمارے ساتھ ہی چلنا چاہیے۔ تمہیں دیکھ کر وہ لوگ معاف کر ہی دیں گیں۔ آخر کو تم ان کا خون ہو۔ چلو گے نا ساتھ؟" انہوں نے ساتھ لے جانے کی اصل وجہ بتائی۔ گویا اس کے کندھے پہ رکھ کے بندوق چلائی جا رہی تھی۔ معافی کے لیے بھی ہوتے کو آگے کیا جا رہا تھا۔

جی۔ چلوں گا۔" حامی بھرتا وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔

واہ کیا قسمت ہے تیری شرجیل کمال خان۔۔۔۔ ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔جب اس سے ملنے کی تڑپ تھی تو یہ قسمت ملنے نہیں دیتی تھی۔

اور اب جب دور بھاگ رہا ہوں تو لا لا کر قسمت پھر اس کے سامنے کھڑا کر رہی ہے۔

قسمت کے اس بھونڈے مذاق پہ وہ دل کھول کے ہنسا تھا۔

***

یہ لیجیئے میڈم۔۔۔۔۔"سلمان نے کچھ گفٹس اور کارڈ سارہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

یہ سب کیا ہے؟ سلمان بھائی آپ لائے ہیں میرے لیے؟"اس نے خوش ہوتے ہوئے چیزوں کا جائزہ لیا۔

آئی ایم سوری سارہ۔ میں تو تمہارے لیے کچھ بھی نہیں لا سکا۔"

ان کے لہجے میں شرمندگی کا عنصر صاف نمایاں تھا جبکہ دل میں خود کو اس کوتاہی پہ بے پناہ کوسا۔

آپ نہیں لائے تو پھر۔۔۔۔۔۔"وہ الجھن بھری نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔

ہممممم۔۔۔۔۔۔۔۔پھرررر۔۔۔۔۔۔ویسے یہ سوال تو اچھا ہے تمہارا۔ لیکن اس کا جواب مجھے دینے کی اجازت نہیں ہے۔ جب تم انہیں کھولو گی تو جواب اس کے اندر ہی مل جائے گا۔ اوکے۔۔۔۔۔۔۔بٹ ماما اور پھپھو دونوں کو ہی کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے۔" رازداری سے کہتا وہ جانے کے لیے مڑ گیا تھا جبکہ سارہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جلدی جلدی چیزیں چھپانے لگی تھی کیونکہ سارہ کی امی کبھی بھی کچن سے برآمد ہو سکتیں تھیں۔

***

ارررررے محترمہ دھیان سے۔ کہاں کھوئی ہوئی ہیں آپ۔" وہ اپنی عادت کے مطابق برق رفتاری سے سیڑھیاں اتر رہا تھا جبکہ سامنے سے آتی ایک خوبصورت سی لڑکی سے ٹکرا گیا تھا جو اتنی ہی تیز رفتار سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی البتہ وہ لڑکی اسے اس وقت کافی حد تک الجھی الجھی بلکہ دماغی طور پر غیر حاضر معلوم ہو رہی تھی۔

اوہ آئم سوری۔ میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔" وہ خفت سے بھرپور لہجے میں بولی۔

ویسے بھی یہ اس کی پرانی عادت تھی۔جب بھی دماغی طور پہ الجھی ہوتی تو یونہی لوگوں سے ٹکراتی پھرتی تھی۔

اسے ہاسٹل میں ہونے والی ٹکر بھی یاد آگئی تھی جب وہ شرجیل کا دیا گیا لنچ آٹھائے یہ سوچتی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر موجود چڑیلوں کو مطمئن کیسے کرے گی۔

ہیلو میڈم"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس نے ولیہ کی آنکھوں کے سامنے اپنے ہاتھ لہرائے تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"کہاں کھوگئی آپ؟"

جی کہی نہیں۔بس یونہی۔۔۔۔۔۔۔"وہ مزید شرمندہ ہوئی۔

ویسے آپ کا تعارف۔"وہ بڑے مزے سے گھر میں نظر آنے والے ہر نئے شخص سے اس کا تعارف ایسے مانگتا تھا جیسے وہ شروع سے اس گھر میں رہتا ہو اور ہر آنے والا پہلی بار اس گھر میں آیا ہو۔

اس نے جیبوں میں ہاتھ ٹھونسے کمال اطمینان سے کھڑے جناب کو سر سے پیر تک گھورا جو ایسے کھڑا تھا گویا گھر کا مالک ہو۔

آپ کو پہلی بار دیکھ رہی ہو گھر میں۔ یقیناً آپ مہمان ہونگے۔ کچھ عرصے کے لیے آئے ہوں گیں۔" اس نے سارا زور مہمان پہ ڈالتے ہوئے اسے اس کی اوقات یاد دلانا چاہی تو تعارف مانگ رہا تھا۔

جی نہیں میزبان۔ کچھ عرصے پہلے ہی امریکہ سے آیا ہوں اور مستقل اب اس گھر میں ہی نظر آوں گا بشرطیکہ آپ آتی جاتی رہیں۔" وہ شرارت سے بھرپور لہجے میں گویا ہوا۔

ایکسکیوز می۔" وہ اس کی بات کو اگنور کرتی اوپر کی طرف بڑھ گئی۔

سارہ یہ نمونہ کون تھا جو ابھی مجھے سیڑھیوں پہ ملا؟"

کون؟تم سلمان بھائی کی بات کر رہی ہو؟اتنے ہینڈسم انسان کو تم نمونہ تو مت بولو۔"

سارہ شدید صدمے کا شکار ہوئی۔

ارررے واہ بھئی۔بھائی بھی اور ہینڈسم بھی۔واہ میڈم کیا بات ہے آپ کی۔"اس کا

لہجہ شوخ ہوا۔

افففففف۔۔۔۔۔ایک تو تمہاری یہ بہت بڑی بری عادت ہے خوامخواہ ہر کسی کو ایک

ہی نظر سے دیکھتی ہو۔"وہ ولیہ کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے چڑ کر بولی۔

تو پھر آپ بتا دیجئے ہم اسی نظر سے دیکھ لیں گیں۔"

مامی کے بڑے بیٹے۔نیلم کی شادی والے دن ہی امریکہ سے آئے ہیں۔بچپن سے ہی

انہوں نے بلکل بڑے بھائی والا پیار دیا اور شاید اسی وجہ سے جل کر مامی نے آنا

فاناً اپنے تینوں بچوں کو امریکہ ہی بھیج دیا۔

اچھا بتاو کیسے آنا ہوا؟ فون پہ تو بہت اپ سیٹ لگ رہی تھیں۔"

ہممم۔۔۔۔۔اپ سیٹ تو ہوں میں۔"

بتاوں کیا ہوا؟"

***

سلمان یہ باہر گاڑی کھڑی ہے کیا کوئی لڑکی آئی ہوئی ہے اوپر۔"ابھی باہر سے کچھ گروسری لے کر آئیں تھیں۔اور اس گاڑی کو تو وہ ایک نظر میں ہی پہچان گئیں تھیں مگر تھکاوٹ کے باعث اوپر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی تبھی سلمان سے تصدیق چاہی۔

جی امی آئی تو ہے ایک خوبصورت سی لڑکی۔ کون ہے؟" سلمان نے چینل سرچنگ کرتے ہوئے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

ہیں کیا کہا تم نے۔ تمہیں وہ خوبصورت لگی۔ مجھے بھی بہت پسند ہے۔ تم۔۔۔۔۔۔۔ تم ایسا کرو کہ جلدی سے اوپر جاو اور اسے نیچے بلا لاو۔" وہ خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

ارررررے۔۔۔۔ ارررے کیا ہو گیا بھئی۔ بتائیں تو ہے کون۔ اور کیوں بلا کر لاو۔" وہ سٹپٹا کر رہ گیا تھا۔

وہ دوست ہے سارہ کی۔ بس تم اسے نیچے بلا کر لاو۔ اس کو ہمارے ساتھ کھانا کھانے کی دعوت دے کر آو۔"

لیکن امی وہ سارہ کی دوست ہے۔ آئی ہو گی کسی کام سے۔" اسے یہ سب کسی طور مناسب نہیں لگ رہا تھا۔

دیکھوں سلمان"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انہوں نے غصے میں اس کے ہاتھ سے ریموٹ چھین کر ٹی وی بند کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اگر میری ہمت ہوتی تو خود ہی سیڑھیاں چڑھ کر چلی جاتی۔"انہوں نے ہاتھ سے ٹانگیں دباتے ہوئے کہا۔

امی آپ تو بلکل بچوں کی طرح ضد کر رہیں ہیں۔"اس نے منہ بنایا۔

اچھا چلا جاتا ہوں۔"انہیں اوپر جانے کے لیے اٹھتا دیکھ کر اس نے فوراحامی بھر لی تھی۔

***

ولیہ ابھی تک تو کہی سے بھی نہیں لگتا کہ تمہارے ابو قصور وار ہوں۔"سارہ نے اس کی زبانی جب ڈائری میں لکھی تحریر سنی تو فی الفور وہ یہی نتیجہ اخذ کر سکی تھی۔

مگر انہوں نے مجھ سے کبھی پیار نہیں کیا۔ کبھی میرے پاس نہیں آئے۔

میری ماں میرے پاس نہیں تھی یہ میری زندگی کا سب سے بڑا خلا تھا مگر جو ڈیڈ نے میرے ساتھ کیا وہ تو بلکل ہی نا قابل فراموش ہے۔

باپ کے ہوتے ہوئے میں نے یتیموں والی زندگی بسر کیں۔

میں تڑپتی رہتی تھی کہ کبھی میرا باپ بھی مجھ سے کچھ پوچھے، کچھ کہے، کوئی بات کریں۔" آنسوؤں کا کارواں ایک بار پھر سے بہنے لگا تھا۔

تت۔۔۔۔ تم جانتی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کتنا مشکل تھا میرا بچپن۔" اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا۔

جان سکتی ہوں۔ یا شاید مجھے لگتا ہے تمہارا دکھ مجھ سے کہی زیادہ بڑا ہے۔" سارہ سچ میں اس کا دکھ محسوس کر سکتی تھی۔

میرا دل نہیں کرتا کہ میں ڈیڈ کو اس سب کے لیے معاف کر دوں۔ مجھے جب جب اپنے بچپن کی محرومیاں ستاتیں ہیں تو بہت مشکل ہو جاتا ہے انہیں باپ کا مقام دینا۔

مجھے ان کے بغیر جینا آ گیا ہے۔ پھر اب وہ کیوں اچانک سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ نارمل ہو جائے؟"

ہو سکتا ہے ان کی کوئی مجبوری ہو۔ تم ان سے یہ سوال پوچھ سکتی ہو۔" سارہ ہر حال میں چاہتی تھی کہ اس کا ریلیشن بہتر ہو جائے کیونکہ ایک یہی واحد طریقہ تھا کہ وہ پر سکون ہو جاتی۔

وہ جانتی تھی کہ اس کا دل آج بھی باپ کی محبت کہ لیے مچل رہا ہے مگر اس کی ضد اور آنا اس کو روک رہی تھی۔

***

میں بھی چلو تمہارے ساتھ؟" ولیہ نے سنتے ہی کہا۔

تم۔۔۔۔۔۔تم میرے ساتھ کیسے جاسکتی ہو؟"شرجیل حکراں ہوا تھا۔

کیوں شرجیل۔میں جاسکتی ہوں۔"

نہیں ولیہ یہ ٹھیک نہیں ہو گا۔شاید ماما بابا بھی نا مانیں اور پھر تمہارے ڈیڈ۔"

میرے ڈیڈ۔۔۔۔۔۔ہو نہہ۔۔۔۔۔۔۔ان کی فکر چھوڑو تم۔بس میرا دل چاہ رہا ہے زرغون سے ملنے کے۔"

ولیہ پلیز۔۔۔۔۔میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔تم جانا چاہتی ہو بلکل جاو۔مگر میرے ساتھ نہیں۔"اس نے دوٹوک انداز میں منع کر دیا تھا۔

آئی ایم سوری۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔اگر تمہارا کوئی پلین ہو تو مجھے انفارم ضرور کرنا ورنہ پھر آکر ملاقات ہو گی۔بائے۔"وہ اسے صرف اپنے جانے کا انفارم کرنے آیا تھا۔

ولیہ خاموشی سے سارہ کے گھر آگئی تھی۔ ویسے بھی اب اس کا اپنے گھر جانے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔

اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ اس سب سے کہی دور بھاگ جائے۔

اوہ آپ۔۔۔۔۔۔اسلام و علیکم۔۔۔۔۔۔۔کیسی ہیں؟" آج بھی سب سے پہلی ملاقات سلمان سے ہی ہوئی تھی۔

میں ٹھیک ہوں۔" وہ جواب دیتی اوپر کی جانب بڑھنے لگی۔

ویسے صحیح جواب تو یہ بنتا ہے کہ میں اداس ہوں۔" اس کے الفاظ سے ولیہ کے بڑھتے قدموں کو بریک لگی تھی۔

ایکسکیوز می۔" ولیہ حیرت سے اس کی طرف واپس گھومی۔

جو آپ کا چہرہ بتا رہا ہے میں نے بس وہی کہا ہے۔" کمال اطمینان سے جواب دیا گیا۔

اوہ سارہ نے تو مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ امریکہ سے فیس ریڈنگ کا کورس کر کے تشریف لائے ہیں۔" وہی مخصوص تمسخر اڑاتا انداز۔ خوامخواہ میں فری ہونے والوں کو وہ یونہی آڑے ہاتھوں لیا کرتی تھی۔

یہ نہیں بتایا تو پھر کیا بتایا ہے؟" مقابل بھی سلمان تھا جو سدا کا منہ پھٹ تسلیم کیا جاتا رہا تھا۔

مجھے اس نے آپ کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے سارہ سے ملنا ہے پلیز۔" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جان بخشی کی استدعا کی۔

چائے پیئے گیں یا کافی۔" اس نے جھٹ سے آفر کی تھی۔

جواب میں وہ محض گھور کے رہ گئی تھی جبکہ وہ یونہی ڈھٹائی سے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

دراصل سارہ اور پھپھو تو بازار تک گئی ہیں۔ تھوڑی دیر میں آئیں گیں۔ آپ جب تک انتظار کریں گیں تو ایک کپ کافی پی لیجیئے گا۔" اس نے ایک اور چٹکلا سنایا تھا۔

آپ مجھے یہ بات اب بتا رہے ہیں۔ اور آپ کو کس نے کہا کہ میں کافی پیوں گی اور ویٹ کروں گی؟ میں گھر جا رہی ہوں۔" اسے لگا جانے والی نظروں سے گھورتی وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

ایک سیکنڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے روکنے پہ مجبوراً اسے پھر پلٹنا پڑا۔

ماما۔۔۔۔۔۔۔۔۔سارہ کی دوست ولیہ آئی ہے۔"

واٹ۔۔۔۔۔نان سینس۔"اس کا دل شدت سے چاہا کہ اس حسین نوجوان کا قتل ہی کرڈالے۔

اچھا ولیہ آئی ہے۔"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ بھی فوراً ہی کمرے سے برآمد ہوئیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"آؤ نا بیٹا بیٹھو نا۔"وہی شیرینی لہجہ۔ولیہ کو خاص طور پہ شرجیل کی امی کی یاد دلا گیا۔

نہیں آنٹی پھر کبھی صحیح۔"اس نے نرمی سے ٹالنا چاہا۔

یہ پھر کبھی کبھی نہیں آتی۔اس دن بھی نالائق کو بھیجا تھا تمہیں کھانے پہ بلانے۔کافی دیر بعد منہ لٹکائے واپس پلٹ آیا اور بغیر کچھ بتائے کمرے میں چلا گیا۔میرے پوچھنے پہ کہنے لگا کہ میں نے کھانے کا کہا تھا مگر ان لوگوں نے منع

کر دیا"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ولیہ نے یہ سن کر نظریں چلاتے سلمان کی طرف حیرانگی سے دیکھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مگر آج کھانا کھائے بغیر نہیں جاسکتی تم۔

تم لوگ باتیں کرو میں ذرا سارہ کو فون کر کے آتی ہوں۔"

آئیں میڈم ہمارا ڈرائنگ روم اس طرف ہے۔"شرارت سے بھرپور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ولیہ کی ڈرائنگ روم تک رہنمائی کی۔

ویسے آپ کی ایک اور برائی مجھ پہ منکشف ہوئی آج، کہ آپ تو کمال مہارت سے جھوٹ بھی بول لیتے ہیں۔"ولیہ نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی۔

برائی تو نہیں ہے یہ میری۔آپ اس کو کوالٹی کہہ سکتیں ہیں کہ بروقت دماغ کا استعمال کیا تھا میں نے۔"

جی۔۔۔۔۔۔۔"اس کی بات ولیہ کے خاک پلے ناپڑی۔

ایکچوئلی اس دن کھانا بڑا عجیب سا تھا۔نمک بھی زہر۔اور تو اور ایک لال بیگ بھی بر آمد ہو گیا تھا کھانے میں سے۔آپ کو تو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ میں نے آپ کو بچالیا۔"اپنی طرف سے اس نے شاندار کہانی گھڑی تھی مگر جب ولیہ کے چہرے کے تاثرات دیکھے تو سنگین غلطی کا احساس ہوا۔

نہیں نہیں۔اصل میں۔"اس سے پہلے کہ وہ کوئی وضاحت کرتا ولیہ وہاں سے ایسے بھاگی جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب ہوتے ہیں۔

ارررے یہ کہاں گئی۔"وہ جو خوش خوش کھانا لگنے کی اطلاع دینے آئیں تھیں اس کو وہاں ناپا کر حیران ہو گئیں تھیں۔

کوئی ایمر جنسی ہو گئی تھی۔"اس نے پھر بہانہ گھڑا تھا۔

تو تمہیں ساتھ جانا چاہیے تھا۔" انہوں نے فکر مندی سے کہا۔

بھوک لگ رہی ہے ماما۔ کھانا دے دیں پلیز۔" جب سے اس لڑکی سے ملا تھا جھوٹ پہ جھوٹ بولنے پڑ رہے تھے۔

لگا دیا ہے۔ کھالو۔" بے دلی سے جواب دیتیں وہ واپس پلٹ گئیں تھیں۔

***

کیا۔۔۔۔۔۔ مگر کیوں؟؟؟" سلمان کی زبانی تمام احوال سن کر پہلے تو سارہ حیران رہ گئی تھی مگر پھر اس کے لیے ہنسی روکنا مشکل ہو گئی تھی۔

خاص طور پر وہ اس بات سے قطعی لاعلم تھی کہ نیچے صحن میں کھڑی مامی کا اسے ہوں ہنس ہنس کے سلمان سے باتیں کرنا ایک آنکھ نہیں بھا رہا تھا۔

ایکچوئلی۔۔۔۔۔۔۔۔اس دن میں نے تم لوگوں کی ساری بات سن لی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے پتہ چلے۔بس اسی لیے کہانیوں پہ کہانیاں بنانی پڑیں۔"

واٹ۔۔۔۔۔۔آپ نے سب سن لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے معصومیت سے آنکھیں سٹپٹائیں۔

تم بھی پلیز اس کی غلط فہمی دور کر دو۔"اس نے منت بھرے لہجے میں درخواست کی۔

اچھا ٹھیک ہے۔نو پرابلم۔"اس نے فوراً تابعداری سے سر ہلایا۔

اچھا بتاو تم نے گفٹس کھول لیے؟"سلمان کو اچانک سے گفٹس کا خیال آیا تھا۔

اوہ۔۔۔۔نہیں۔ بلکل ٹائم نہیں ملا اور یاد بھی نہیں رہے۔"اس نے خجلت سے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

چلو ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔ تم یاد سے کھول لینا۔ او کے۔"

جی۔"اس نے دوبارہ انتہائی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا۔ وہ جب بھی سلمان کو دیکھتی تھی اسے بچپن یاد آجاتا تھا جب سلمان نے ہمیشہ ایک بڑے بھائی کی طرح اس کا خیال رکھا تھا۔

یادیں تو اور بھی بہت سی وابستہ تھیں اس بچپن سے، مگر وہ انہیں یاداشت کے پردے تک آنے ہی نہیں دیتی تھی۔

***

مرجان آپ یہ سب۔"

تم چپ کر جاو زرغونہ بچے۔ تمہیں اپنی مرجان پہ بھروسہ نہیں ہے کیا؟"

بھروسہ ہے مرجان۔ بلکل ہے بھروسہ۔ مگر مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"اس نے اصل بات بتائی۔

ہم ہے نا تو تمھیں کوئی ضروت نہیں ہے ڈرنے کا۔دیکھوں ابھی ہم کیسے سب کو راضی کرتا ہے۔"

پر آپ چاہتی ہی کیوں ہیں کہ میری اس شخص سے شادی ہو۔"وہ ابھی تک شش و پنج کا شکار تھی۔

کیونکہ اسی میں ہم سب کا بہتری ہے۔"

بہتری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مرجان آپ کا مجرم ہے اس کا باپ۔"اس نے حقارت سے کہا۔

تمیز سے بولو تم یہ کیسے بات کرتا ہے۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔۔تمہارے ہونے والے شوہر کا باپ ہے۔"

مرجان۔"

بس۔"۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس پہلے کہ وہ کچھ کہہ پاتی مرجان نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کروا دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اگر تم ہماری بات نہیں مان سکتا تو ٹھیک ہے ہم تم کو مجبور نہیں کرے گا۔ مگر ایک بات تم بھی ادھر ذہن میں بٹھا لو۔"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔انگلی سے ماتھے پہ دستک دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"پھر ہماری شکل نہیں دیکھ سکے گا تم کبھی۔"

مرجان۔"

بس تم فیصلہ کر لو تو ہم کو بتا دینا۔"اس کا ایک بھی لفظ سنے بغیر وہ واپس پلٹ گئیں تھیں۔ جبکہ وہ کمرے میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی تھی۔ جانتی تھی کہ مرجان اس کی بھلائی ہی چاہتیں تھیں۔ مگر جن لوگوں نے انہیں دکھ دیئے تھے ان کو عزت دینا تو انتہائی مشکل کام تھا۔

اور یہ رشتے تو خالصتاً محبت کی بنیاد پہ ہی قائم کیے جا سکتے ہیں۔

***

زرغون کے پاس بس آج کی رات تھی کہ وہ فیصلہ کر سکے۔ مرجان کی بات مانے یا انکار کر دے۔

سارہ نے کمرے کو لاکڈ کیا اور گفٹس نکال کے بیٹھ گئی تھی۔ آج سلیمان کے یاد دلانے پہ اسے گیٹس اور ان کی پراسراریت یاد آگئی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ آخر کیا وجہ تھی جو گفٹس سب سے چھپا کے دیے گئے اور دینے والے کا نام بھی انتہائی صیغہ راز میں رکھا گیا ہے۔

ولیہ نے بھی ہمت کر کے ڈائری اٹھا ہی لی تھی۔ وہی سے دوبارہ شروع کرنی تھی جہاں سے چھوڑی تھی اور یقیناً آج کی رات پھر روتے میں ہی گزرنے والی تھی۔

نیلم اور جواد کل صبح ایک ہفتے اسلام آباد جا رہے تھے۔ پہلا موقع تھا کہ وہ ان تینوں کے بغیر مری جانے والی تھی۔ اسے تو پیکنگ کرتے وقت سے ہی تمام یادیں ستانے لگیں تھیں اور وہاں جا کر تو قدم قدم پہ ان تینوں کی یادیں اس کی منتظر تھیں۔

اس کے لیے فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہ خوش ہے یا اداس۔

جب وہ چاروں ساتھ تھیں تو بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات بھی چٹکیاں بجاتے گزر جاتی تھی۔

اور جب سے الگ ہوئیں تھیں زندگی کے تماشے تھے کہ ختم ہی نہیں ہو رہے تھے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ سب سے زیادہ تنہائی محسوس کر رہیں تھیں۔ تبھی غم تو غم خوشی کے لمحات بھی اکثر ادھورے محسوس ہوتے تھے۔

وہ چار مختلف علاقوں اور روایات سے تعلق رکھنے والی جب اکٹھی ہوئیں تھیں تو ایک دوسرے کی غم گسار، ہم درد اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے کے لیے راحت اور سکون کا سامان کرنے والیں ہو گئیں تھیں۔

ایسا لگتا تھا جیسے زندگی کے سبھی رنگ اکھٹے ہو گئے ہوں۔

ولیہ کا دل شدت سے چاہا کہ کاش کوئی تو ہوتا جس کے ساتھ وہ اس دکھ کو بانٹ سکتی۔ جس کے کندھے پہ سر رکھ کے رو لیتی۔ نا زندگی رکتی ہے اور نا اس کے کام۔ بہر حال اب تنہائی مقدر بنتی ہے تو سہنا تو پڑے گا۔

ایک گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے ڈائری کھولی۔

سارہ کو یاد تھا کہ وہ کچھ بھی کرنے لگتی ان تینوں کی شمولیت کے بغیر ناممکن ہوتا تھا سب۔

مگر جو بھی تھا اب اسے فیس تو کرنا ہی تھا۔ ڈھڑکتے دل کے ساتھ گفٹس کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

زندگی کا سب سے اہم فیصلہ تھا جو اسے بلکل تنہا ہی کرنا تھا۔ سب سے زیادہ اسے اس وقت ولیہ یاد آرہی تھی جو ہر وقت اسے سمجھاتی تھی، صحیح مشورے دیا کرتی تھی۔

اسے یاد تھا وہ وقت جب وہ شرجیل کے سامنے اس کے لیے ڈھال بن گئی تھی۔

مگر آج نا کوئی مشورہ تھا اور نا کوئی سمجھانے والا کہ کوئی دوسرا راستہ ہی دکھادے۔

اور جواب وہ تو صبح دینا ہی تھا۔

نیلم نے بے دلی سے پیکنگ شروع کی۔ وہ آج بھی تو ویسی ہی تھی سست اور کاہل۔ اسے یاد تھا کہ جب اس کی وجہ سے دیر ہونے لگتی تھی تو تینوں فٹافٹ اس کے کام نمٹانے کھڑی ہو جاتیں تھیں۔ شرارتیں، قہقے، لڑائی جھگڑے، روٹھنا منانا غرض سب شامل حال ہوتا تھا چاہے وقت کی قلت ہی کیوں نا ہو۔

مگر آج خاموش کمرے میں بلکل تنہا کھڑی تھی۔

"کم از کم جواد ہی جلدی گھر آ جاتے۔"اس نے کلس کر سوچا تھا۔

زندگی کے رنگ بھی تتلیوں کے پروں پہ لگے کچے رنگوں کی طرح ہوتے ہیں۔

مکمل طور پہ نا بھی مٹے تو ہلکے ضرور ہو جاتے ہیں۔

ولیہ نے صفحے کے اوپر درج تاریخ پر محبت سے انگلی پھیری۔ماں کی زندگی کا ایک اور دن وہ پڑھنے جا رہی تھی۔

"مجھے سکون ملنے لگا ہے۔ڈائری نے میری تنہائیوں کی کافی حد تک ساتھی بن چکی ہے۔

اب جب بھی مجید گھر آتے ہیں تو گھر کا ماحول بہت مختلف ہوتا ہے۔

میں نے انہیں مسکرا کر ویلکم کرنا شروع کر ہی دیا ہے۔

ویسے تو کبھی کہانیوں میں سنا تھا لیکن اب حقیقت میں دیکھ رہی ہوں کہ واقعی میری ذرا سی مسکراہٹ ان کے سارہ دن کے تھکن زدہ وجود کو سکون بخشتی ہے۔

اس شخص نے واقعی میری قدر کی۔میں بے مول ہونے سے بچ گئی۔

مانتی ہوں جو کچھ اپنے ماں باپ کے ساتھ کیا وہ کسی طور درست نہیں تھا۔ مگر جو کچھ انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا وہ سب درست تھا؟

اگر میں ان کی بات مان لیتی تو زندگی تب بھی پھولوں کی سیج نا ہوتی۔

ہاں مجھے اس بات کا بہت سکون ہے کہ میرا انتخاب بلاشبہ درست تھا مگر اس بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا کہ میرے ماں باپ نے میرے لیے درست انتخاب نہیں کیا۔ زمانے کے ڈر سے، لوگوں کی باتوں کے خوف سے میری زندگی جہنم رسید کرنے لگے تھے۔

آج بھی جب میں سوچتی ہوں میری بے پناہ چاہتوں، قربانیوں اور محبتوں کے صلے میں ماں باپ میرا ساتھ تک نا دے سکے جبکہ میں بے قصور بھی تھی اور حق بجانب بھی۔ یہ بات دل کو آرے کی طرح کاٹتی ہے۔ دل میں اٹھنے والا یہ درد بہت نا قابل برداشت ہے۔

میں نے ساری زندگی جی حضوری میں گزاری، اپنی تمام تر خواہشات کا گلا محض ان لوگوں کی خوشی کے لیے گھونٹ دیا تھا۔

جو میں بننا چاہتی تھی، جو میں کرنا چاہتی تھی، جو میرے خواب تھے، جو میرے زندگی جینے کے ڈھنگ تھے، جو میری زندگی کے مقاصد سے وہ سب بچپن سے قربان کرتی آرہی تھی میں۔

میں مانتی ہوں ماں باپ بھی اولاد کے لیے بے پناہ قربانیاں دیتے ہیں، مگر اولاد بھی تو ماں باپ کے لیے بے پناہ قربانیاں دیتی ہے۔

اپنی انا، خواہشات، خواب اور کبھی کبھی تو صلاحیتیں بھی قربان کر دیتی ہے۔

ہاں سب ماں باپ ایک جیسے نہیں ہوتے اور نا ہی سب اولادیں ایک طرح کی ہوتی ہے۔

کچھ ماں باپ اولاد کی خواہشات کو مقدم جانتے ہیں جبکہ کچھ اولادیں بھی نہایت نافرمانی ہوتیں ہیں اور ماں باپ کے ارمانوں کا خون کر دیتی ہے۔

مگر میں تو ایسی نہیں تھی۔ کبھی بھی نہیں۔

اور میرے ماں باپ بھی تو ایسے نہیں تھے۔ انہوں بھی تو ہمیشہ قربانیاں ہی مانگی تھیں۔
اور ہم نے دی بھی تھیں۔

تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ آخری بار صرف آخری بار وہ اپنی اولاد کی بہتری کا سوچ لیتے۔"

ولیہ مطمئن سی ہو گئی تھی۔اس دن کم از کم اس کی ماں روئی نہیں تھی۔اگلے دن کی ڈائری پہ رقم تاریخ دیکھ کر مسکرائی تھی۔

یہ ڈائری اس کے لئے ایک خاص تحفہ ثابت ہوئی تھی جس پہ اس کی ماں کی زندگی کا ہر دن بمہ وقت و تاریخ موجود تھا۔

بہت تیزی سے ماں کی کمی کا خلا پر ہونے لگا تھا۔

جب جب ڈائری پڑھتی تھی ایسا لگتا تھا جیسے ماں کے ساتھ وقت بتا رہی ہو۔

اور ماں کے کرب کو تو وہ ویسے بھی دل سے محسوس کر سکتی تھی کیونکہ اس کے باپ نے بھی تو اس کے ساتھ یہی سب کیا تھا۔

اس کے بچپن کی تمام معصوم خواہشات اس سے چھین لیں تھیں۔

اس کا کتنا دل کرتا تھا کہ کاش کبھی وہ بھی اس کے ناز نخرے اٹھاتے، ہر باپ کی طرح اس کی خوشیوں اور خواہشوں کا خیال رکھتے۔

اس نے سن رکھا تھا کہ اکثر بچے جو ماؤوں سے محروم ہو جاتے ہیں تو ان کے باپ ان کو ماں اور باپ دونوں بن کے پالتے ہیں جبکہ اس کے باپ نے تو اپنے ہوتے ہوئے بھی اسے یتیمی کی زندگی دی تھی۔

باپ کے لیے بے تحاشا نفرت اور ماں کے لیے بے تحاشا محبت دل میں سمیٹتی وہ نیند کی وادیوں میں اترتی جارہی تھی۔

سارہ نے پہلا تحفہ کھولا تھا جس میں سے ایک ڈبے کے درمیان میں لگے شیشے سے نظر آتا ایک نہایت نفیس اور نازک سا کنگن اس ڈبے میں قید اپنی پذیرائی کا منتظر تھا۔۔اس نے احتیاط سے ڈبہ کھولا تھا۔

ڈبے کے سائیڈ پہ شاید کوئی کاغذ رکھا گیا تھا جسے ڈھکن کے ساتھ چسپاں کیا گیا تھا۔
ڈھکن کے اتارتے ہی وہ کاغذ اس کے قدموں میں جا گرا تھا۔ مگر اس کی تمام تر توجہ اس کنگن کی جانب تھی۔

اس کی خوبصورتی نے جیسے سارہ کو ہپناٹائز کر رکھا تھا۔اس کو ہمیشہ سے ہی بناو سنگھار کا شوق تھا۔ مگر اس شوق کا بہت بے دردی سے گلا گھونٹ دیا گیا تھا۔

اور اتنا بیش قیمت تحفہ تو وہ زندگی میں پہلی بار وصول کر رہی تھی۔

اس نے خاموشی سے کنگن کو واپس رکھ دیا تھا۔

ایک ڈبے میں محض مس یو کے کارڈ رکھے ہوئے تھے مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ ان سب پہ کچھ بھی درج نا تھا نا دینے والے کا نام اور نا ہی وصول کرنے والے کا۔

اس کا تجسس بڑھتا جا رہا تھا۔

سب سے آخری ڈبہ اس امید پہ کھولا کہ شاید اس میں کوئی کلیو مل جائے۔

آخری ڈبے میں اس کی بنائی گئی ڈرائنگ کا ڈھیر تھا جو وہ بچپن میں بنایا کرتی تھی۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ اس کی ڈرائنگ کو دیکھ صرف سلمان بھائی ہی تھے جو بے تحاشا سراہتے تھے بلکہ اس کے اس ہنر کے ایک واحد قدر دان وہی تھے۔ لیکن وہ حیران ضرور ہوتی تھی کہ اس کی بنائی ہوئی ڈرائنگز غائب کہاں ہو جاتیں ہیں اور آج اسے اس سوال کا جواب مل گیا تھا۔

تو یقیناً یہ سب انہوں نے ہی دیا ہے۔ بھلا اتنا سسپنس کریٹ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

یقیناً یہ سب انہوں نے مامی کے ڈر سے کیا ہو گا تا کہ وہ دیکھ بھی لیں تو اندازہ نا لگا سکیں کہ سب میرے لیے ہے۔

میں صبح انہیں ضرور تھینکس بولوں گی۔

تمام چیزیں سمیٹتی وہ سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

جب وہ اس گھر میں آئی تھی تو ان کو تو جیسے ایک چھوٹی سی گڑیا مل گئی تھی۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ تم نے چھوٹی بہن کی کمی پوری کی تھی۔

اپنی بہن کے آنے کے باوجود بھی ان کے پیار اور خلوص میں کبھی کمی نہیں آئی تھی۔

زرغون نے بے تحاشا سوچا تھا مگر کوئی حل بھی اس کے دماغ میں نا آتا تھا۔

دونوں راستے ہی کٹھن تھے۔ اس کی خوشی تو کسی میں نہیں تھی چاہے وہ جاہل گنوار کا انتخاب کرتی یا سوٹڈ بوٹڈ سر تا پیر برانڈز میں جکڑے انسان کا۔

فرق صرف اتنا تھا مر جان کی خواہش اور خوشی اس میں تھی کہ وہ شرجیل سے شادی کر لیتی۔

اسے مرجان کے کمرے سے ہلکی ہلکی سرگوشیاں سنائیں دے رہیں تھیں۔

وہ خاموشی سے باہر آئی اور دبے پاوں چلتی کھڑکی سے کان لگا کر سب سننے لگی تھی۔

رات کا وقت تھا۔ ہر طرف گہری خاموشی کا راج تھا۔

مرجان شاید کھڑکی بند کرنا بھول گئیں تھیں تبھی باہر تک صاف آواز سنی جاسکتی تھی۔

تم کیا چاہتا ہے مرجان کہ میرا بیٹی اس گھر جا کر تمہارا بدلہ لے سکیں؟" یہ اماں کی آواز تھی۔

خدا گواہ ہے۔ ہمارا نیت بلکل صاف ہے۔ ہم نے اس کو اپنا بیٹی کی طرح پالا ہے۔ ہم ایسا کیوں چاہے گا۔" مرجان کی آواز میں موجود تڑپ اسے اندر تک سلگا گئی تھی۔ وہ کبھی بھی اس عورت کی نیت پہ شک نہیں کرسکتی تھی جس نے بلکل بیٹی کی طرح پالا تھا۔

ہاں مگر بدلہ تو وہ لے ہی سکتی تھی۔ مرجان کو ملنے والے تمام زخموں کا حساب تو وہ لے ہی سکتی تھی۔اب آگے کی باتوں میں اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں رہی تھی۔ایک سرا تھا جو اس کے ہاتھ آگیا تھا۔

ہم جانتا ہے۔وہ تمہارا بیٹی کی طرح ہے پر بیٹی تو نہیں ہے نا۔ تمہارا اپنا بیٹی ہوتا تو کیا تم اس کو بھی اپنے سب سے بڑے دشمن سے بیاہ دیتا؟"

دشمنی تو ہمارا کچھ بھی نہیں ہے۔وہ لڑکا بلکل ہماری زرغونہ بچے کی طرح ہے پڑھا لکھا، گبھرو جوان۔اور پھر وہ خود بھی شادی بنانا چاہتا ہے۔وہ ہمارا بیٹی کو خوش رکھے گا تم دیکھنا۔"

اور تمہارا آغا جان وہ کیا جواب دے گا برادری کو۔۔۔۔ہاں۔۔۔۔۔۔ یہ سوچا ہے تم نے؟"

ہم صلح کر رہا ہے۔ دشمنی ختم کر رہا ہے۔ معاف کر رہا ہے ان کو۔ اور سب سے بڑھ کر اپنا بیٹی اپنا برادری میں بیاہ رہا ہے۔ کسی کو کیا تکلیف۔

دیکھوں پہلے بھی اس برادری کے چکروں میں پڑ کر تم نے ہمارا زندگی خراب کیا۔ اور آج اپنی بیٹی کا کرے گا؟" مرجان کی آواز میں ماضی کا درد ہلکورے لے رہا تھا۔

زرغون خاموشی سے کمرے میں واپس آگئی تھی۔ جو بھی تھا مگر مرجان کی خوشی کا نا صرف وہ خیال رکھ سکتی تھی بلکہ شادی کے بعد ان لوگوں سے مرجان کا بدلہ بھی لے سکتی تھی۔

اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔

نیلم خاموشی سے پیکنگ کر رہی تھی جب جواد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

یہ اتنی اداسی سے تیاریاں کیوں ہو رہیں ہیں؟"

اسے آج بھی یاد تھا کہ وہ مری جانے کے لیے ہمیشہ ہی دیوانی ہو جاتی تھی۔ مگر آج کی خاموشی اور اداسی اسے حیران کر رہی تھی۔

ابھی بھی کیا ضرورت تھی گھر آنے کی؟"اس نے غصے میں جواد کی شرٹ کو ہینگر سمیت بیگ میں پٹخا۔

اوہ۔۔۔۔۔تو یہ بات ہے۔"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جواد نرمی سے اس کے ہاتھ سے بیگ اور کپڑے لے کر جلدی جلدی پیکنگ کرنے لگا تھا۔

صبح انہوں نے نکلنا تھا اور جس رفتار سے وہ پیکنگ کر رہی تھی صبح تک بھی مکمل ہوتی مشکل ہی نظر آ رہی تھی۔

یار دوستوں کے ساتھ تھا۔ تھوڑا لیٹ ہو گیا۔"اس کے موڈ کو دیکھتے ہوئے جواد نے ڈرتے ڈرتے وضاحت دی تھی۔

تو دوستوں کے ساتھ ہی رہنا تھانا۔ مجھ سے شادی کی ضرورت ہی کیا تھی آخر۔"اس کا پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔ جواد نے بمشکل اپنی ہنسی کنڑول کی۔

جواد میں تمہیں بتا رہی ہوا گر آئندہ تم اتنی دیر سے آئے نا تو روم سے باہر سونا۔ بلکہ ٹی وی لاؤنج میں تمہارا بستر لگادوں گیں میں۔"وہ باقاعدہ انگلی اٹھاتی اسے آخری وارننگ دے رہی تھی۔

اچھا بھئی معاف کر دو۔ دیکھوں کان پکڑ کر معافی مانگ رہا ہوں۔"اس نے باقاعدہ کان پکڑے تھے۔

جواد کے اس انداز پہ نیلم کو شدید غصے میں بھی ہنسی آگئی تھی۔

چلو شکر ہے تمہارا غصہ تو اترا۔ پلیز ایک کپ چائے ہی پلادو۔"

جوادددددد۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کونسا وقت ہے چائے کا۔"اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے منہ بنایا۔

ویسے تمہیں پتہ ہے۔میرے ہر دوست کی بیوی بھی ان سے دوستوں کے ساتھ وقت گزارنے پہ بہت جھگڑتی ہے۔تم بیویوں کو اسپیشلی شوہر کے دوستوں سے اتنی چڑ کیوں ہوتی ہے۔"یہ بات تو وہ واقعی جاننا چاہتا تھا کیونکہ اس سمیت اس کا ہر دوست اس صورتحال سے تنگ تھا۔سب کا ایک ہی مسئلہ تھا۔

وہ اس لیے جواد کہ ہم گھر میں بیٹھے بیٹھے بور ہو جاتے ہیں۔ہماری تو سب دوستیں بھی ہم سے چھوٹ جاتی ہیں۔"

شادی والے دن کی جو وہ تینوں غائب ہوئیں تھیں تو دوبارہ ملنے تک نہیں آئیں تھیں۔ البتہ میسج پہ حال چال دریافت کر لیا کرتیں تھیں۔

تو گویا ہم سے اس بات کا بدلہ لیا جاتا ہے؟"اس نے مسکین سی صورت بنا کر پوچھا تھا۔ جبکہ وہ محض گھور کر رہ گئی تھی۔

اچھا نا چائے تو پلا دو۔"

لاتی ہوں۔"اسے غصے سے گھورتی وہ کچن میں چائے بنانے چلی گئی تھی جبکہ جواد ہنستے ہوئے پیکنگ کرنے لگا تھا۔

***

وہ لوگ آزاد کشمیر میں موجود تھے۔ شر جیل کو پہلی بار آنے کا اتفاق ہوا تھا۔ ویسے تو وہ میٹنگز میں ہی مصروف رہتا تھا لیکن اگر کبھی فراغت کے چند لمحات میسر آ بھی جاتے تو چھٹیاں گزارنے کے لیے وہ ہمیشہ بیرون ملک ہی کسی خوبصورت جگہ کا انتخاب کرتا تھا۔

مگر آج اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کا اپنا ملک کس قدر خوبصورت تھا۔ وہاں کی خوبصورتی نے اسے گنگ کر دیا تھا بلکل ویسے ہی جیسے زرغون کی خوبصورتی کو دیکھ کر وہ دم بخود رہ گیا تھا۔

زرغون کی طرف کھینچے چلے جانے کے پیچھے جو مقناطیسی طاقت تھی اس سے تو وہ انجان تھا کیونکہ وہ ابھی تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ محبت کے لیے دل نے زرغون کا ہی انتخاب کیوں کیا تھا البتہ اس جگہ میں موجود جو کشش تھی جو اس کے دل کو عجیب لہہ پہ دھڑکا رہی تھی اس کے پیچھے چھپی طاقت اصل میں اس محبت کی تھی جو اس کے دل میں زرغون کے لیے تھی۔

اس سب کے ساتھ ساتھ شرجیل یہ بھی سوچ رہا تھا کہ نجانے اس کی دادی معاف کر بھی سکیں گیں یا نہیں۔ برادری قبول کرے گی بھی یا نہیں۔ جبکہ کمال صاحب بھی اپنے ماں کے قدموں سے لپٹ کر معافی مانگنے کو بے تاب تھے۔

معافی تلافی کی نوبت تو کیا آنی تھی جب ماں بستر مرگ پہ موجود صرف بیٹے کو آخری بار دیکھنے کی آس میں خدا سے چند سانسیں مستعار لیے بیٹھی تھی۔

وہاں پہنچ کر ان کی حالت دیکھی تو بلکل ہی زبان کچھ بھی کہنے سے انکاری تھی۔ اس نازک وقت میں جب ان کو اپنی ماں کے پاس ہونا چاہیے تھا تو وہی لڑکی جسے انہوں نے

جاہل سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا ان کی جگہ بلکل بیٹی کی طرح ان کی خدمتوں میں جتی نظر آئی تھی۔ دل پہ ایک اور بوجھ کا اضافہ ہوا تھا۔ وہ مرجان اور آغا جان کے اس احسان کا بدلہ کسی طور بھی اتار نا سکتے تھے۔ جنہوں نے اس مشکل وقت میں ان کی ماں کا اتنا ساتھ دیا تھا۔

اماں جان۔ "نم لب و لہجے میں بے اختیار انہوں نے اپنی ماں کو پکارا جبکہ اس آواز کو سنتے ہی انہوں نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تھی۔ وہی آنکھیں جو نقاہت کے باعث مرجان کی لاکھوں منتوں کے بعد بھی وہ کھول ناپاتی تھی۔ کتنی ہی دیر یک ٹک اپنے بیٹے کو دیکھتی رہی تھی۔

مرجان نے اپنی ماں کی وفات کے بعد سے اس محبت کا نعم البدل ان کی صورت میں پایا تھا اور انہوں نے بھی پیار اور محبت میں کہی کوئی کمی نا آنے دی تھی یہاں تک جو کچھ ان کے بیٹے نے کیا وہ سب بھی ان دونوں کے رشتے میں کوئی کمی نا لا سکا تھا۔

پوری رات انہوں نے ماں کے پاس بیٹھ کر گزار دی تھی جن کی سانس بار بار اکھڑ جاتی تھی اور جو ہلنے جلنے سے بھی قاصر تھیں بس کئی بار کوشش کر کے نقاہت کے باعث بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھول کر بیٹے کو دیکھ لیا کر تیں تھیں۔

نا کوئی شکایت تھی اور نا ہی شکوہ، نامعافی ناتلافی بس ان کی دیرینہ خواہش عمر کے آخری لمحات میں پوری ہو گئی تھی یہی کافی تھا جبکہ وہ خود بھی ان کے پاس بیٹھے شہد ملا پانی قطرہ قطرہ ان کے حلق میں ٹپکاتے رہے تھے۔

صفیہ بیگم کچھ دیر ان کے پاس بیٹھی تھی مگر کچھ بیماری تھی اور کچھ سفر کی تھکاوٹ کہ وہ ساری رات وہاں گزار نا سکی جبکہ شرجیل بھی کچھ دیر بیٹھ کر پھر سونے چلا گیا تھا۔

مگر نیند تو اس کی آنکھوں سے بھی کوسوں دور تھی۔

دل تھا کہ وصل یار کو تڑپے ہی جاتا تھا جبکہ ہجر کی سیاہ لمبی راتیں آکر ٹھہر ہی گئیں تھیں۔

اس نے پہلی بار اپنی زندگی کا ذات کا احتساب شروع کیا۔ صدا کا گھمنڈی، ضدی، مغرور اور انا پرست مانا جانے والا انسان تھا جس نے ڈاکٹر بن کر نا صرف اپنی خواہش کی بھی تکمیل کی تھی اور ساتھ ساتھ کمال صاحب کے بزنس کو سنبھال کر اپنے باپ کی خواہش کو بھی پورا کیا تھا بلاشبہ پھر زندگی ایک مشین کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ مگر اس نے اف تک نا کی تھی۔

زندگی میں پہلی بار اس کو اگر محبت ہو ہی گئی تھی اور اس نے اس لڑکی کو زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا تو کوئی آنا ضد گھمنڈ راہ میں حائل نہیں تھا بلکہ وہ تو اسے پانے کے لیے ہر حد تک چلا گیا تھا۔

جسے دنیا مغروریت اور گھمنڈ کا نام دے رہی تھی در حقیقت وہ ایک دل پھینک قسم کا انسان نہیں تھا۔

اور ضد کے بھی کیا کہنے جو وہ اپنی ماں تک سے نا منوا سکا تھا اور خاموشی سے ان کے فیصلے پہ سر جھکانے کو راضی ہو گیا تھا پھر وہ چاہے کسی سے بھی اس کی شادی کر دیتیں۔

یہ دنیا ہر انسان کو اپنی ہی نظر سے دیکھتی ہے جبکہ انسان بے رحم زندگی کے کیے فیصلے کے آگے چپ چاپ سفر اختتام کی طرف گامزن رہتا ہے اور یہاں اس کے رخت سفر باندھنے کی دیر ہوتی ہے اور دنیا کا نقطہ نظر یکسر تبدیل ہو جاتا ہے۔

***

صبح وہ اٹھیں تو ان تینوں کو واٹس ایپ گروپ پہ سب سے پہلا میسج نیلم کا موصول ہوا تھا۔ وہ ان سب لوگوں کو بہت مس کر رہی تھی۔ اس نے نہایت اداسی سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

تینوں نے اس کو ڈھیر ساری دعائیں دیں تھیں بلکہ ولیہ نے تو یہاں تک کہا تھا کہ اب کی بار تم جواد بھائی کے ساتھ جا رہی ہو تو دیکھنا سب سے زیادہ انجوائے تم ان کی بار ہی کرو گی اور میسج کے اختتام پہ اس نے ونک آئیز والا ایموجی بھی سینڈ کر دیا تھا۔

کچھ دیر تک وہ تینوں گروپ میں اسے چھیڑتی رہیں تھیں پھر ان لوگوں نے یہ کہہ کر کہ "جواد بھائی بور ہو رہے ہوں گیں اب ان کا سر کھاو" چیٹ کا اختتام کر دیا تھا۔

ولیہ کو نیچے سے قریشی صاحب کی آوازیں آ رہیں تھیں اس کا مطلب تھا کہ وہ آج گھر پہ ہی تھے۔ قریشی صاحب آج گھر ہیں تو اس کا مطلب تھا کہ اسے کوئی باہر کا پروگرام ترتیب دینا پڑے گا۔ اس نے سوچا تھا کہ ناشتے کے بعد وہ لائبریری چلی جائے اور وہی جا کر ماں کی ڈائری بھی پڑھ لے گی ویسے بھی اب تو سب نارمل ہو گیا تھا تو یقیناوہ روئے بغیر پڑھ لے گی۔

ولیہ فریش ہونے چلی گئی تھی۔

سارہ بھی آج دیر اٹھی تھی اس لیے اس نے گبھرا کر جلدی جلدی بستر ٹھیک کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی کے آنے سے پہلے پہلے وہ خود ٹیبل تک پہنچ جائے۔

ویسے تو پورشن الگ الگ تھے اور کھانا الگ الگ ہی بنتا تھا مگر ماموں کی فرمائش پہ ناشتا شروع سے سب اکٹھے ایک ہی ٹیبل پہ کرتے تھے۔

فرش پہ گرا کاغذ اٹھا کر اس نے یونہی کتاب میں رکھ دیا اور خود جلدی جلدی فریش ہو کر ناشتے کی ٹیبل پہ پہنچ گئی تھی۔ جہاں وہ سب سے پہلے پہنچتی تھی کیونکہ ماں کا ہاتھ بھی تو بٹانا ہوتا تھا مگر آج سب سے آخر میں آئی تھی۔

زرغون مرجان کے ساتھ ناشتہ بنانے لگی تھی۔ وہ فجر کی نماز پڑھتے ہی کچن میں آجاتی تھی لیکن آج نیلم کے ساتھ چیٹ میں تھوڑا وقت لگ گیا تھا۔

تم نے کیا سوچا پھر زرغونہ بچے۔" اس وقت کچن میں صرف مرجان اور زرغون ہی تھے تبھی وہ سہولت سے بات کر سکتیں تھیں۔

میں آپ کی حکم عدولی کا سوچ بھی نہیں سکتی مرجان۔ مگر بس مجھے ایک بار شرجیل سے ملنا ہوگا۔"

ابھی تو آج اس کا ماں ہمارے گھر آئے گا۔پہلے گھر میں بات ہوگا دیکھوں آغا جان کیا فیصلہ کرتا ہے۔

جب سب ٹھیک ہو جائے گا نا تو ہم کوشش کرے گا کہ تم سے اس کا ملاقات ہو جائے۔"

جی۔"تو گویا ابھی سارا تماشہ لگنا تھا اور وہ سمجھی بیٹھی تھی کہ بس مرجان اس کی ہاں کی منتظر ہیں۔ مگر یہاں تو اس کی کیا مرجان کی مرضی بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھی۔

یقیناً مرجان کو اس سب کے لیے بہت جتن کرنے پڑیں گیں۔اس نے ترس کھاتی نظروں سے مرجان کو دیکھا تھا جو اس کی خاطر چٹان سے ٹکرانے کا فیصلہ کر چکیں تھیں۔

نیلم کو کالج ٹرپ بے تحاشا یاد آ رہا تھا۔اس کے چہرے پہ کھلی اداسیاں صاف نظر آ رہیں تھیں۔بلکہ جواد بھی رات سے نوٹس کر رہا تھا۔

کیا بات ہے نیلم تم اتنی اداس کیوں ہو؟ تمہیں تو مری جانا ہمیشہ سے ہی پسند تھا۔"

جواد کے پوچھنے پہ وہ اسے پچھلی ٹرپ کی ساری روداد سنانے لگی تھی۔کا طرح پورے راستے وہ لوگ ادھم مچاتے،اٹکھیلیاں کرتے گئیں تھیں۔

حالانکہ جواد پچھلی بار بھی سب تفصیل سن چکا تھا مگر اس کی اداسی دور کرنے کی غرض سے دوبارہ سننے لگا تھا۔

اسے سارا کچھ پھر سے سننا بور کرنے لگا تھا۔اس کی ذرا برابر بھی دلچسپی نا رہی تھی پھر بھی چہرے پہ مسکراہٹ سجائے مکمل انٹرسٹ شو کرنے کا ڈھونگ رچانے لگا تھا۔

ایک تو رات لیٹ آیا تھا اوپر سے باقی رات لڑتے جھگڑتے اور پیکنگ کرتے میں گزار دی تھی۔

دیر سے سونا اور صبح جلدی اٹھنا طبعیت پہ عجیب بوجھل پن تھا۔اوپر سے نیلم کی میٹھی میٹھی کہانیاں سناتی آواز لوری کا کام دینے لگی تھی اور رہی سہی کسر تو مسلسل جھولے دیتی بس نے پوری کر دی تھی۔

جلد ہی جواد نیند کی وادیوں کی سیر کرنے لگا تھا۔

جب نیلم کو اس بات کا ادراک ہوا تو غصے کے مارے سارا خون نچڑ کر چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔

غصہ میں مٹھیوں کو بھینچتے ہوئے وہ بلکل ایک خون آشام بلا کی طرح مزے سے سوتے جواد کو گھور رہی تھی۔اس کے بس میں ہوتا تو اس کا خون تک پی جاتی۔

مگر وہ صرف صبر کے گھونٹ ہی پی سکتی تھی۔اس نے موبائل نکالا اور پچھلے ٹرپ کی تصویریں دیکھنے لگی۔

***

تم بس میرے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کسی اور کے ہو نہیں سکتے۔کسی صورت نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس پاگل لڑکی کا جنون سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

وہ شروع سے ہی انتہائی جنونی واقع ہوئی تھی۔جو چیز چاہیے ہوتی تو بس چاہے ہوتی تھی۔بچپن سے ہی ماں باپ کے بے جا لاڈ پیار نے اسے بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

وہ بگڑی ہوئی رئیس زادی اپنی جیت کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھی۔

وہ فیصلہ کر چکی تھی۔

تمام لائحہ عمل تیار کر چکی تھی۔بس اب اسے صحیح موقع کا انتظار تھا جب اسے اس سب کو عملی جامہ پہنانا تھا اور پھر اس کے بعد وہ اس کا ہو جاتا۔

بہت آسانی سے وہ اس کا ہو جاتا۔اور وہ اس کا ہی تو تھا۔کبھی ہوا ہے کہ وہ کچھ چاہے اور اسے نا ملا ہو۔

بس جو اس کی نظر میں آجائے وہ اس کا ہی ہوتا ہے۔

تمہارے سامنے صرف دو آپشن ہوں گیں یا تو مجھے اپنا لو یا مر جاو۔ہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کا فلک شگاف قہقہ گونجا۔

موبائل میں نظر آتی تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے وکٹری کا نشان بناتی وہ بلکل ایک نفسیاتی مریضہ لگ رہی تھی۔

وہ جانتی تھی اگلے ہفتے سب گھر والے ملائیشیا جا رہے ہیں اور یہی مناسب وقت تھا کچھ کرنے کا۔ سب سے پہلے اسے اپنا ویزا ٹھکانے لگانا تھا تاکہ آخری وقت تک بھی اس کے جانے کا کوئی انتظام نا ہو پائے۔

***

وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ زرغونہ بچے کو بہت خوش رکھے گی۔ تم مارا بات مانو نا۔ دیکھو ہم نے اس کو ماں بن کے پالا ہے ہم جانتا ہے کہ اس کے لیے سب سے اچھا فیصلہ ہے۔" مرجان ایک گھنٹے سے آغا جان کو قائل کرنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔

شرجیل کے گھر والے جلد از جلد رخصتی چاہتے تھے۔ پہلے تو آغا خان نے صاف انکار کر دیا تھا لیکن پھر صفیہ بیگم نے یہ کہہ کر انہیں سوچنے پہ مجبور کر دیا تھا کہ ان کے سامنے ایک ایسی عورت التجا کر رہی ہے کہ جس کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں اور اپنے بیٹے کی خوشیوں کی بھیک باقاعدہ ہاتھ جوڑ کے مانگ رہیں تھیں۔

آغا جان اتنے بھی کھٹور نا تھے کہ ایک ایسی عورت کو مایوس لٹا دیتے ہاں مگر ہاں کہنا بھی آسان نا تھا۔آخر جس شخص کی وجہ سے بہن کی پوری زندگی برباد ہوئی تھی تو بیٹی کو خوشیاں دینے کے لیے بہن کے ساتھ ناانصافی بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مگراب معاملہ ہی کچھ اور تھا کیونکہ وہ بہن خود سب سے زیادہ اس فیصلے کی حمایت کر رہی تھی۔

آغا جان نے گھر کے باقی افراد کی طرف دیکھا تھا۔کسی کے بھی چہرے پہ خوشی کے کوئی اثرات نظر نہیں آتے تھے۔

کوئی بھی اس فیصلے کے حق میں نا تھا مگر کوئی کیا کہہ سکتا تھا جبکہ کوئی دوسرا حل بھی نظر نا آتا تھا۔

خاندان میں کوئی ایک بھی رشتہ زرغون کی ٹکر کا ہوتا تو وہ ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اسے رخصت کر دیتے۔

آغا جان نے ایک خاموش نظر سب کے چہروں پہ ڈالی اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

ہم تم کو کہتا ہے پھر سوچ لو ایک بار۔"اماں نے ایک بار پھر مرجان کو سمجھانے کی کوشش کی۔

تم کو کیا لگتا ہے تمہارا بیٹی اس جاہل گنوار کے ساتھ خوش رہے گا؟"مرجان نے الٹا ان سے سوال پوچھ لیا تھا اور حقیقتا ان کے پاس اس سوال کا کوئی جواب موجود نہیں تھا۔

***

ولیہ لائبریری میں بیٹھی اپنی ماں کی ڈائری کے توسط سے ان کی زندگی کے ایک نئے دن سے روشناس ہونے والی تھی۔

اس کا خیال تھا کہ اب ماں نے چند دن تو سکھ کے گزارے ہی ہوں گے لہذا وہ لائبریری میں بیٹھ کر بھی آرام سے ڈائری پڑھ سکتی ہے جبکہ آج قریشی صاحب بھی گھر پہ تھے تو گھر سے فرار کا بھی یہی صحیح حل تھا۔

اس نے ڈائری کھول کر مطلوبہ صفحہ نکالا تھا مگر وہاں دو ہفتے بعد کی تاریخ درج تھی۔

یعنی وہ اتنا خوش تھیں کہ ڈائری بھی لکھنے کا موقع نا مل سکا تھا اس نے سوچا تھا۔

خوشی خوشی اس نے امید پہ پڑھنا شروع کیا کہ دو ہفتے کے خوشگوار لمحات اس میں درج ہوں گے۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں مر جاوں۔اے کاش! میں مر سکتی۔" انتہائی درد اور تکلیف کے لکھے گئے الفاظ تھے۔اس نے غور سے دیکھا تو صفحے پہ جا بجا آنسوؤں کے دھبے موجود تھے۔ کہی کہی سے الفاظ بھی مٹ چکے تھے۔

اس نے ڈائری اٹھائی اور لائبریری کے ساتھ موجود پارک کے خالی کونے میں درخت کے تنے سے ٹھیک لگائے بیٹھ گئی۔یہ حصہ نسبتا باقی پارک کے بلکل خالی تھا اور ولیہ کا منہ بھی چونکہ دوسری طرف تھا تبھی کوئی اس کو روتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"اس دنیا میں کوئی اولاد اتنی بھی بدقسمت ہو سکتی ہے کہ اسے باپ کے جنازے میں بھی شریک نا ہونے دیا جاتا۔مجھے دادی نے ان کی ایک جھلک بھی نا دیکھنے دی۔

ان کے ہارٹ اٹیک کی ذمہ دار میں کیوں ٹھہرائی گئی دادی کیوں نہیں؟

جنہوں نے ہم سب کی زندگیوں کے فیصلے اپنے ہاتھ میں رکھ کر ہمیں اپنی انگلیوں پہ نچایا تھا۔

جنہوں مجھے میرے جائز حق سے محروم رکھا اور میرے ماں باپ کو بھی اس چیز کے لیے مجبور کیا۔

یہ دنیا کیوں نہیں ذمہ دار ٹھہرائی گئی جس کی وجہ سے ہم خدا کے نزدیک تو شاید سرخرو ٹھہرتے مگر اس دنیا نے تو زندگی ہی تنگ کر دی۔

مجھے کیوں بددعا مل رہی ہے کہ میری اولاد بھی میرے ساتھ یہی سب کرے؟ کیا اپنے حق کے لیے لڑنا ہی میرا قصور تھا؟ نہیں بیٹیاں صرف قربان ہونے کے لیے ہی اس سرزمین پہ بھیجی گئیں ہیں شاید۔

ان کو بس قربان ہونا ہے اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو یہ ان کا سنگین جرم بن جاتا ہے۔"

اختتام پہ ٹوٹی ہوئی نب کا نشان موجود تھا۔ قلم توڑ دیا گیا تھا۔ ولیہ نے باقی ڈائری کے صفحے الٹائے مگر سب خالی تھے گویا اس کے بعد انہوں نے ڈائری لکھنا بھی چھوڑ دی تھی۔

ولیہ نے ڈائری بند کر دی تھی۔ گھٹنوں میں سر دیئے وہ کافی دیر بے آواز روتی رہی تھی۔ ہچکیوں کے باعث اس کا جسم لرزنے لگا تھا۔

اسے وہم سا گزرا کہ شاید کوئی دھیرے سے اسکے سامنے آکر بیٹھا ہو مگر پھر بھی اس نے بدستور رونا جاری رکھا تھا۔

وہ کم از کم اس وقت سر اٹھا کر اس دنیا کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس وقت اسے صرف اور صرف اس دنیا سے اور میں بسے لوگوں سے شدید نفرت محسوس ہو رہی تھی۔

وہ اپنی ماں کا کرب سمجھ رہی تھی۔ اس کا دل پھٹنے کے قریب تھا۔

ولیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ولیہ۔۔۔۔۔۔" سلمان نے دھیرے سے اسے پکارا تھا۔

سلمان کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سلمان کے ہاتھ میں ڈائری کا وہی صفحہ کھلا ہوا تھا جو ابھی ولیہ پڑھ کے ہٹی تھی۔ سلمان کی آنکھوں میں ابھرتا دکھ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ وہ ڈائری پڑھ چکا ہے۔

ہاو ڈیئر یو؟ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی کہ تم میری پرسنل ڈائری پڑھ سکو؟" وہ غصے سے حلق کے بل چلاتی ڈائری پہ جھپٹی تھی۔

ولیہ کام ڈاون۔۔۔۔۔۔۔۔۔کام ڈاون۔۔۔۔۔۔" سلمان اس کے شدید ردعمل کے لیے بلکل تیار نا تھے بلکہ وہ تو خود انتہائی دکھی نظر آ رہا تھا۔

ولیہ نے ایک غصیلی نظر سلمان پہ ڈالی اور بیگ اور ڈائری اٹھاتی پارکنگ ایریا کی طرف آئی تھی۔

جبکہ سلمان اس کے پیچھے لپکا تھا۔

وہ گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھی دروازے بند کرنے ہی والی تھی کہ سلمان نے اپنے ہاتھ سے دروازے کو بند ہونے سے روکا تھا۔

دیکھیے مسٹر سلمان۔ایک تو میں یہاں کوئی سین کریٹ نہیں کرنا چاہتی اور دوسرا آپ میری بہت اچھی دوست کے کزن ہیں اس لیے آپ کے ساتھ بدتمیزی بھی نہیں کرنا چاہتی۔آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ یہاں سے جائیں۔"ولیہ نے ایک ایک لفظ انتہائی چبا چبا کے ادا کیا۔

آپ مجھے پلیز گھر ڈراپ کردیں۔دوست کا کزن ہونے کے ناتے۔۔۔۔۔"اس نے حد درجہ چہرے پہ معصومیت طاری کی تھی۔وہ اس وقت خود ڈرائیو نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اس کے پاس ڈرائیونگ لائیسنس نہیں تھا جبکہ وہ سمجھتا تھا کہ ولیہ بھی شدید ذہنی دباو کا شکار ہے کہی وہ خود کو نقصان نا پہنچا لے۔اس ڈر سے وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔

اگر میں منع کر دوں تو۔۔۔۔" ولیہ نے انگارے برساتی نگاہوں سے اس کے ہاتھ کو دیکھا کیونکہ ابھی تک دروازے پہ گرفت اتنی ہی مضبوط تھی۔اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ اس ڈھیٹ انسان کو وہاں سے کیسے ہٹائے۔

اصل میں مجھے سارہ کے لیے بھی آپ کی ہیلپ چاہیے تھی۔مجھے لگتا ہے کہ آپ ہی اسے شادی کے لیے کنونس کر سکتی ہیں۔" اس کے دماغ نے تیزی سے کہانی بنا کر پیش کر دی تھی۔

ولیہ نے خاموشی سے دوسری طرف کا ڈوران لاک کیا۔یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اسے اجازت دے چکی ہے۔

دو منٹ تک گاڑی میں مکمل خاموشی کا راج رہا جیسے سلمان الفاظ ڈھونڈھ رہا ہو جبکہ ولیہ اس کی لب کشائی کی منتظر خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی۔

ویسے آپ کو اپنی نانو سے سوال ضرور کرنا چاہیے کہ وہ کیوں خاموش رہیں اور بیٹی کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔" بالآخر ہمت کر کے اس نے بول ہی دیا تھا۔

سلمان صاحب۔۔۔۔۔۔۔۔آپ اس وقت شاید کسی اور مسئلے کے حل کے لیے یہاں تشریف فرماہیں۔"اس نے انتہائی ضبط سے کہا تھا جبکہ دل اس کا کر رہا تھا کہ اس شخص کو دروازہ کھول کر گاڑی سے باہر پھینک دے۔ مگر وہ شاید سارہ سے شادی کا خواہشمند تھا تبھی ولیہ کو اس کی بکواس ہر صورت برداشت کرنا تھی۔

جی۔۔۔۔۔۔ظاہر ہے مجھے معلوم ہے۔ لیکن میری عادت ہے خوامخواہ کسی کا احسان نہیں لیتا۔ سوچا ایک مشورہ آپ سے لینے سے پہلے ایک آپ کو دے دوں۔"اس وقت وہ انتہائی ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرنے پہ مجبور تھا۔

شکریہ۔ اب اپنا مسئلہ بتائیں پلیز۔"ولیہ کو اس کا مشورہ پسند آیا تھا مگر اس نے ظاہر نا ہونے دیا۔

نہیں ایسے کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔پہلے آپ کو تو میرے مشورے سے فائدہ ہو۔ ورنہ میں ساری زندگی آپ کے احسان تلے دبا رہوں گا۔" وہ دل میں ولیہ کے غصے سے کچھ خود بھی محسوس کر رہا تھا۔ کچھ بعید نہیں تھا کہ سامنے پڑا لکڑی سے بنا بھاری ٹشو باکس اس کے سر پہ دے مارتی۔

ولیہ نے جواباً اسے شدید غصے سے گھورا تھا جبکہ سلمان نے احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہوئے ٹشو باکس پچھلی سیٹ پہ اچھال دیا تھا۔

کیا آپ کو واقعی میرے مشورے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا؟ میرے خیال سے تو اس ڈائری پہ انحصار کرنے کے بجائے کسی ایسے کی تلاش کریں جو آپ کو بہتر بتا سکے کہ آپ کی ماما کے ساتھ کیا ہوا تھا۔"

میرے پاس ایسا کوئی بھی ریسورس نہیں ہے۔" اس نے ہار مانتے ہوئے جواب دیا۔

دیکھیں وہ تو ڈھونڈنے پڑتے ہیں۔ سوالوں کے جواب تلاش کرنے پڑتے ہیں اخذ نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ جو اپنے فادر کو مجرم تصور کیے بیٹھی ہیں وہ سرے سے ہی بے قصور ہوں۔"

ولیہ نے انتہائی مشکوک نظروں سے اسے گھورا تھا۔ آخر وہ یہ سب کیسے جانتا تھا۔

سوری میں نے اس دن آپ کی اور سارہ کی باتیں سن لیں تھیں۔"اس نے انتہائی شرمندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے معافی مانگی تھی جبکہ ولیہ کا دل چاہا کہ سچ میں اس شخص کا سر ہی پھاڑ دے۔

آپ کا گھر آگیا ہے آپ تشریف لے جائے برائے مہربانی۔"اس نے گاڑی کو بریک لگائی تھی۔

سارہ سے نہیں ملیں گیں آپ؟"اس کا گاڑی سے اترنے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میں پھر کبھی مل لوں گی۔آپ فون گھر جا کر کر سکتے ہیں پلیز مجھے دیر ہو رہی ہے۔"
اس نے سلمان کو سکون سے نمبر ڈائل کرتا دیکھ کر جل کر کہا۔

ہاں سارہ نیچے تمہاری دوست ہے ولیہ تم سے ملنا چاہتی ہے۔"

نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔"ولیہ کا دماغ اس شخص کی حرکتوں پر بلکل آوٹ ہو گیا تھا۔
وہ کہہ رہی ہے کہ تم سے نہیں ملنا چاہتی۔ہاں تم نیچے آ کر خود ہی پوچھ لو۔"

ولیہ نے غصے میں اپنا سر اسٹیئرنگ پہ گرا دیا تھا۔عجیب مصیبت تھی جو اس کے گلے پڑ گئی تھی۔

***

اپنی دادی کی حالت کو دیکھتے ہوئے شرجیل نے فوری طور پہ انہیں ہسپتال منتقل کرنے کی تجویز دی تھی اور وہ تو اپنی ماں کے علاج میں تاخیر کا بھی قائل نہیں تھا جبکہ سب نے اسے اس کے اور زرغون کے رشتے کے حوالے سے بھی بے خبر رکھا ہوا تھا۔

دادی کی حالت کچھ زیادہ ہی نازک تھی۔اس لیے سب ان کے ہسپتال میں موجود تھے ویسے بھی کمال خان کے ساتھ تمام رشتے ختم ہو جانے کے بعد مرجان اور آغا جان نے ہی ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا تھا بلکہ مرجان نے تو بلکل بیٹیوں کی طرح ان کا ساتھ دیا تھا اور وہ اب عمر کے آخری حصے میں مرجان اور آغا جان سے ایک استدعا کر رہیں تھیں کہ شرجیل اور زرغون کے رشتے کے ذریعے کمال خان اور اس کے بیٹے کو دوبارہ سے اس برادری کا حصہ بنایا جائے۔

آغا جان نے مرجان کی طرف دیکھا تھا۔ان کی آنکھوں میں بھی یہی التجا نظر آ رہی تھی۔

آغا جان تم کو پتہ ہے نا کہ ہم نے زرغونہ بچے کو اپنے بیٹی کی طرح پالا ہے۔وہ ہمارا بیٹی ہے۔ہمارا خواہش ہے کہ وہ خوش رہے۔ہم اس کو خوش دیکھنا چاہتا ہے۔ہم اس کو

خوش دیکھے گا تو ہم کو سکون ملے گا۔ ہم کو خوشی ملے گا۔ تم یہ کیوں نہیں سمجھتا کہ ہمارا سب سے بڑا خوشی اس میں ہے۔ ہماری زندگی کا سب سے بڑا خوشی۔" وہ پورے راستے آغا جان کو سمجھاتیں آئیں تھیں۔ آغا جان اور مرجان ولیہ کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے جبکہ مرجان زرغون کو بھی اپنے ہمراہ ولیہ کے گھر لیں آئیں تھیں تاکہ اس بہانے دونوں دوستیں ساتھ وقت گزار سکیں۔

***

کیا واقعی سارہ کا کزن اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

زرغون اور ولیہ اس وقت کچن میں مصروف تھیں۔ زرغون آغا جان کے لیے ان کی پسند کے مطابق کھانا بنا رہی تھی جبکہ ولیہ اس کی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ ڈائری میں درج ساری تحریریں اور اس دن سلمان کی کہی گئی بات زرغون کو بتا رہی تھی۔

پتہ نہیں زرغون وہ بڑا عجیب سا شخص ہے۔ اکثر جو وہ بات کرتا ہے اس کے پیچھے مقصد کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ اس نے یہ بات کی تو تھی لیکن ایسا لگا جیسے صرف مجھ سے میرا مسلہ ڈسکس کرنے کے لیے ساتھ بیٹھا ہو ورنہ وہ مزید کوئی بات تو اس حوالے سے کرتا۔"

ولیہ کو اس شخص کی ہر ملاقات الجھا کے رکھ دیتی تھی۔وہ شخص ہر بار جب بھی ملتا تھا پہلے سے بھی زیادہ دماغ الجھا کے رکھ دیتا تھا۔

تم بھی تو ایسی ہو ولیہ۔یاد نہیں کیسے تم جھوٹ بول کر ہمیں شرجیل کے پیسوں کا ڈنر کروا چکی ہو۔

اور ایک جھوٹ بول کے مجھے اس سے ملوانے لے گئیں تھیں اور نیلم سے بھی تو یونہی جھوٹ بولا تھا اور جب جواد بھائی آئے تو نئی جاب کی کہانی گھڑ دی تھی۔"زرغون نے ہنستے ہوئے پرانی باتوں کا حوالہ دیا جبکہ ولیہ اسے گھور کے رہ گئی تھی۔

یو نو واٹ۔۔۔مجھے تم لوگوں کو سب سچ بتانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جھوٹ ہی صحیح تھا ورنہ تم مجھے یوں طعنے تو نا دیتی۔"ولیہ اس کے چہرے پہ بکھرے شرارت کے رنگ خوب سمجھ رہی تھی۔

طعنے نہیں میری جان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ بدلہ ہے بدلہ۔ویسے بدلہ پورا کرنے کے لیے تو یہ سلمان صاحب خوب امریکہ سے آئیں ہیں۔اچھا ہے تمہارے ساتھ ایسا ضرور ہونا چاہیے جیسا تم ہم سب کے ساتھ ہمیشہ کرتی آئی ہو۔" شرارت کے رنگ مزید گہرے ہوئے تھے۔

ویسے آن دا سیریس نوٹ۔۔۔۔۔۔۔۔سلمان بھائی کا مشورہ اچھا ہے۔۔۔آئی تھنک کہ تمہیں اپنے ننھیال ضرور جانا چاہیے شاید تمہیں وہاں سے ساری سچائی مل سکے۔

وہاں کوئی تو ہو گا یو نو تمہاری خالہ وغیرہ۔یا شاید تمہاری نانو

ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔سارہ اب تمہارے اور انکل کے درمان ساری غلط فہمیوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔اگر وہ بے قصور ہیں تو ان کو مزید سزا مت دو۔" زرغون اسے انتہائی سنجیدگی سے سمجھاتے ہوئے بولی۔

میں خود چاہتی ہوں کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن خیر قصوروار تو وہ ہیں۔ماما کے ساتھ برا انا بھی کیا ہو تب بھی میرے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا انہوں نے۔" ولیہ کے چہرے پہ بچپن کی بہت سی تلخ یادوں کی پرچھائیاں لہرانے لگیں تھیں۔

پھر اب تم نے کیا سوچا ہے۔ جاو گی تم وہاں ؟"

وہاں کہاں ؟ مجھے ایڈریس کہاں معلوم ہے ؟ ڈیڈ سے میں لینا نہیں چاہتی اور اس وقت کا کوئی ساتھی نہیں ہے سوائے کمال انکل کے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک سیکنڈ میں شرجیل سے ہیلپ لے سکتی ہوں۔" وہ حیران تھی کہ یہ تجویز اس کے ذہن میں پہلے کیوں نہیں آئی تھی۔

ہممممم۔۔۔۔۔۔۔ تمہیں جلد از جلد کچھ کرنا چاہیے اس حوالے سے۔" کمال خان اور شرجیل کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا لیکن اس نے ولیہ پہ ظاہر نا ہونے دیا۔

سنو آج تمہارے آغا جان واپس جا رہے ہیں نا۔"اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا اور بقول زرغون کے اس نے تو ہمیشہ سے یہی کیا تھا۔ کہانی کچھ سناتی تھی اور کارنامہ کچھ اور انجام دیتی تھی۔

ہاں یار آغا جان کو کچھ ضروری کام ہے۔ پھر وہ دو دن بعد واپس آئیں گے۔"زرغون نے سادہ سے انداز میں اس کی بات کا جواب دیا تھا۔ ولیہ کے دماغ میں پکتی کھچڑی تک تو پہنچ ہی نہیں سکتی تھی۔

***

زرغون کے اعزازمی سارہ نے کھانے میں خوب اہتمام کیا تھا

کیونکہ پہلی بار وہ اپنی دوستوں کو اس طرح کھانے پہ مدعو کر رہی تھی اور مامی کو جب سے ولیہ کی آمد کی خبر ہوئی تھی تو انہوں نے بھی سارہ کی خوب مدد کروائی تھی اور ان کے خاص انویٹیشن پہ قریشی صاحب بھی مدعو تھے مگر انہوں نے آفس سے واپسی پر آنے کی حامی بھری تھی۔

لاونج میں ایک طرف سارہ کی ماما، مامی اور مرجان خوش گپیوں میں مصروف تھیں جبکہ ان سے کچھ فاصلے پہ وہ تینوں اپنی کھسر پھسر جاری رکھیں ہوئیں تھیں۔

اس موقع پہ ان تینوں کو ہی نیلم کی خوب یاد ستا رہی تھی۔

زرغون نے خاص طور پہ یہ دعوت سلمان سے ملنے کے لیے قبول کی تھی آخر وہ بھی دیکلگنا چاہتی تھی کہ کس خوش نصیب کی قسمت میں سارہ جیسی شاندار لڑکی کا ساتھ لکھا جا رہا ہے۔

یار نیلم سے تو جب بھی بات کرو ہر وقت بیچارے جواد بھائی کی کلاس ہی لے رہی ہوتی ہے اور انہیں کسی نا کسی بات پہ ٹانٹ ہی کر رہی ہوتی ہے۔" سارہ نے نیلم کے تذکرے پہ کل رات ہونے والی کال پہ اس کی گفتگو کا حوالہ سنایا۔

ہاں یار دیکھ لو ان دونوں کی لو میرج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑتے ہیں۔" زرغون نے بھی جب نیلم سے بات کی شکایتوں کا انبار ہی سنا تھا۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس سے پہلے کہ ولیہ بھی نیلم کی شان میں کچھ تعریفی کلمات ادا کرتی سامنے سے سیڑھیوں کے ذریعے اوپر آتے سلمان کو دیکھ کر اس نے بروقت قہقے کو بریک لگائی تھی۔

جبکہ زرغون نے بھی اس وجیہہ انسان کے چہرے پہ پھیلتے رنگوں کو خاص نوٹ کیا تھا جو اس کے چہرے پہ غالبا ولیہ کو دیکھ کر در آئے تھے یا کم از کم زرغون کو تو یہی لگا تھا۔

آئے سلمان بھائی۔"سارہ نے انہیں اس زنانہ سی تقریب میں ویلکم کیا تھا جس میں آنے پہ وہ فی الحال ہچکچاہٹ کا شکار نظر آرہے تھے جبکہ مامی کے بے تحاشا اصرار پہ انہیں آنا ہی پڑا تھا۔

ماما میں نیچے ہی ٹھیک ہوں آپ لوگ خواہ مخواہ ڈسٹرب ہونگے اور میں بھی بور ہو جاؤں گا۔"انہوں دبے دبے الفاظ میں احتجاج کیا اور واپسی کو پر تولنے لگے۔

ارررے بیٹا جی ابھی قریشی صاحب آتے ہی ہونگے آپ ان کو کمپنی دیجیئے گا۔" انہوں نے آنکھ کے اشارے پہ وہی رکنے کو کہا تھا۔

ڈور بیل کی آواز پہ وہ فوراً سے نیچے آئے تھے گویا فرار کا موقع مل گیا ہو۔ مگر دروازے پہ موجود قریشی صاحب کو دیکھ کر دوبارہ اوپر کی جانب قدم بڑھانے پڑے تھے۔

***

مری کی مال روڈ پہ پھرتے ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ بیت گیا تھا جبکہ نیلم کی شاپنگ کا سامان اٹھائے اٹھائے جواد کی ہمت جواب دینے لگی تھی جبکہ بقول ولیہ کے جو بھی نیلم کے ساتھ شاپنگ کرتا ہے خوار ہو کے رہ جاتا ہے۔ شادی کے وقت ولیہ نے کافی شاپنگ کروائی تھی اور صحیح معنوں میں عقل ٹھکانے آگئی تھی۔

جواد کا بھی یہی حال تھا ایک طرف نیلم تھی کہ شاپنگ کے معاملے میں سدا کی کنفیوز جبکہ دوسری طرف جواد تھا کہ ان لیڈیز شاپنگ کے معاملے میں بلکل کورا، کیا نیلم کی مدد کرواتا۔ پہلے پہل اس نے اس کی تھوڑی سی مدد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس قدر کنفیوز شخصیت واقعہ ہوئی تھی کہ جواد بھی چکرا کے رہ گیا تھا۔

دیکھیں نا جواد اس کا کلر تو اچھا ہے مگر پرنٹ کچھ خاص نہیں ہے۔" جواد کو پرنٹ کے خاص اور عام ہونے کی نزاکت کا ذرا اندازہ نہیں تھا۔

ہمممم۔۔۔۔تو یہ دیکھ لو۔" اس نے کوشش کر کے انتہائی خوبصورت پرنٹ نکلوایا تھا۔

واؤ----- یہ پرنٹ کتنا خوبصورت اور شاندار ہے نا۔ مگر آپ کو پتہ ہے یہ کلر مجھے ذرا پسند نہیں ہے۔" سرمئی کلر نیلم کو بلکل پسند نہیں تھا۔لال اور سرمئی رنگ کے امتزاج کا حامل بہت ہی شاندار پرنٹ والا سوٹ تھا۔

تم پہ بہت اچھا لگے گا نیلم ٹرسٹ می۔" جواد نے کوشش کی کہ اسے کنونس کر سکے کیونکہ یہ سوٹ اس پہ واقعی بہت جچتا تھا۔

جواد مجھے نفرت ہے یار اس رنگ سے اور آپ اس کی تعریف کر رہے ہیں۔" نیلم کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے تھے۔

نہیں میں تو بس پرنٹ دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ تمہیں جو پسند آئے وہی لو۔" جواد نے نازک صورت حال کو دیکھتے ہوئے فوراہار مانی اور دو قدم پیچھے ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔

کافی دیر وہ مختلف سوٹ کھلواتی رہی تھی مگر کبھی پرنٹ برا نکلتا اور کبھی رنگ۔ جبکہ جواد صبر سے کھڑا اس عظیم سوٹ کا منتظر تھا جو نیلم کو پسند آنے والا تھا۔ یا شاید ایسا ممکن ہو جائے۔ معجزے بھی تو دنیا میں ہی ہوئے کرتے ہیں آخر۔

جواد پلیز یار میری ہیلپ ہی کر دیں بتائے نا کہ کونسا سوٹ مجھ پہ بہت اچھا لگے گا۔" تھک ہار کے ایک بار پھر جواد کو مدد کے لیے پکارا تھا۔

جواد کا دل چاہا وہ سر پیٹ لے۔

نیلم تم کل کسی اور شاپ پہ دیکھ لینا۔ابھی دیکھوں نا اتنے سارے سوٹ دیکھ کر تمہیں کچھ بھی سمجھ نہیں آئے گی ابھی۔"جواد نے انتہائی پیار سے سمجھاتے ہوئے چلنے پہ آمادہ کیا جبکہ نیلم کو جاتا دیکھ کر دوکاندار نے بھی تشکر بھری نگاہوں سے جواد کی طرف دیکھا تھا۔

کافی لیں؟"تھکاوٹ اور موسم میں موجود ہلکی سی خنکی کے باعث جواد کو کافی کی شدید طلب محسوس ہوئی تھی۔

نہیں جواد آئس کریم کھاتے ہیں۔"نیلم کو شروع سے ہی ٹھنڈے موسم میں آئس کریم کھانے کا مزہ آتا تھا اور مری کا یہ ٹھنڈا ٹھنڈا موسم دیکھ کر اس نے عادت کے مطابق آئس کریم کی فرمائش کی تھی۔

ٹھیک ہے تم آئس کریم کھالو جبکہ میں کافی لے لیتا ہوں۔"اس نے شاپنگ کا سارا سامان وہاں بنے بینچ پہ رکھتے ہوئے کہا۔

مجھے اکیلے آئس کریم کھانے کا کیا خاک مزا آئے گا۔" نیلم نے منہ بنایا تھا۔

مزہ تو مجھے بھی اکیلے کافی پینے میں نہیں آئے گا لیکن اب کیا کریں۔ تمہیں آئس کریم چاہیے اور مجھے کافی۔" ڈھیلے ڈھالے انداز میں کہتا وہ بینچ پہ باقی موجود جگہ پہ گرنے کے انداز میں ڈھے گیا تھا۔

نیلم کو اس کی اس حرکت پہ بھی رج کے تاؤ آیا تھا کہ کہاں وہ شوہر ہوتے ہیں جو بیویوں کو بیٹھنے کی جگہ دیتے ہیں اور خود کھڑے رہتے ہیں اور اس نے تو الٹا منظر دیکھا تھا وہ خود کھڑی تھی جبکہ جواد مزے سے بیٹھا ہوا تھا۔

کیا مطلب ہے جواد آپ کا؟ آپ میری خاطر آئس کریم نہیں کھا سکتے۔" اس کے بیٹھنے کو تو وہ اگنور کر گئی تھی مگر اب آئس کریم والی بات کو اگنور کرنا ناممکن تھا۔

ظاہر ہے آئس کریم ہی کھاوں گا ورنہ تم مجھے اپنی دوستوں کے سامنے کہا بخشو گی۔"

اس کے دماغ میں مزید مغزماری کی سکت نہیں تھی۔اور ویسے بھی وہ جانتا تھا کہ آج سارہ کے گھر ہونے والی میٹنگ میں اس کا ویڈیو کال کے ذریعے شامل ہونا ضروری ہے جبکہ جواد اپنی مزید بے عزتی نہیں کروانا چاہتا تھا اس لیے جلدی سے آئس کریم لینے چلا گیا تھا۔اس کے اٹھتے ہی نیلم بینچ پہ بیٹھ گئی تھی مسلسل چلنے کے باعث اس کے پاوں بھی دکھنے لگے تھے۔

***

کھانے سے فراغت کے بعد سارہ کی مامی نے قریشی صاحب کا انٹرویو شروع کر دیا تھا جبکہ قریشی صاحب ان کے تابڑتوڑ سوالوں پہ بوکھلاہٹ کا شکار نظر آرہے تھے۔

سوالوں میں بہت سے کاروباری، ذاتی اور نجی زندگی کے سوالات شامل تھے۔

قریشی صاحب کو اور تو کچھ سجائی نا دیا البتہ انہوں نے فرار کے لیے سلمان کا انٹرویو شروع کر دیا تھا۔

جبکہ سلمان کے لیے تو جیسے اعزاز کی بات ہو۔خوشی خوشی وہ تمام سوالات کے جواب دے رہا تھا بلکہ اپنی طرف سے تھوڑا بڑھا چڑھا کے۔ مقصد صرف ان کو متاثر کرنا تھا اور وہ اس کام میں کافی حد تک کامیاب بھی ہوا تھا۔

قریشی صاحب سچ میں اس سے متاثر ہوئے تھے۔نا صرف وہ ایک قابل اور کامیاب انسان تھا بلکہ وہ دل کا بھی نہایت خوبصورت انسان تھا۔

بیٹا آپ لوگ بھی آو کسی دن ہمارے گھر۔اچھی بات ہے ابھی تو آپ کی دوست بھی آئی ہوئی ہے۔بلکہ آپ سب آئیں۔"انہوں نے زرغون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جی انکل ضرور۔"سارہ نے بظاہر حامی بھری تھی مگر اس کا سب کو لے کر جانے کوئی ارادہ نا تھا اور وہ تو آج ہی مامی کے فرینک سوالوں پہ شرمندہ سی ہو گئی تھی۔

اور ینگ مین تم بھی ضرور آنا کسی دن۔مجھے بہت اچھا لگا تمہارے ساتھ وقت گزار کر۔"آخر پہ انہوں نے سلمان کو بھی خاص طور پہ مدعو کیا تھا۔

جی انکل میں ضرور آوں گا۔"سلمان نے مسکراتے ہوئے حامی بھری۔

مجھے تو سارہ کا کزن اس میں بلکل انٹرسٹڈ نہیں لگا۔"واپسی پہ زرغون نے سب کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے ولیہ کے کان میں سرگوشی کی تھی اور پھر پورے راستے ہی وہ دونوں اس نقطہ پہ غور کرتی رہیں تھیں۔

زرغون کو پورا یقین تھا کہ وہ سارہ میں انٹرسٹڈ نہیں ہے جبکہ ابھی وہ یہ بات ولیہ کے علم میں نہیں لائی تھی کہ سلمان ولیہ میں انٹرسٹڈ نظر آرہا تھا۔

جبکہ ولیہ اس بات پہ ہی حیران تھی کہ کیا واقعی سلمان نے صرف گاڑی میں اس کے ساتھ آنے کے لیے یہ جھوٹ بولا تھا۔

دونوں نے اس بات کا فیصلہ وقت پہ چھوڑا اور کل کا لائحہ عمل تیار کیا کیونکہ کل ایک خاص کام کرنا تھا۔

***

افففففففف خدایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیسے سمجھایا جائے اس لڑکی کو؟؟؟؟"جواد سر پکڑ کر بیٹھ گیا تھا کیونکہ نیلم مسلسل ایک گھنٹے سے رو رہی تھی۔

جب سے ویڈیو کال بند کی تھی اس نے ایک ہی بات کی ضد لگالی تھی کہ اسے واپس جانا ہے۔ وہ اپنی دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی۔

دیکھوں دوستوں سے تم چار دن بعد بھی تو مل سکتی ہو۔ چار دن بعد ہم واپس جا تو رہے ہیں۔"جواد نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

زرغون واپس چلی جائے گی۔"وہ انتہائی افسردہ نظر آرہی تھی۔

تو باقی فرینڈز تو یہی ہیں نا۔"وہ تھوڑا تیز لہجے میں بولا۔

ہاں مگر زرغون تو نہیں ہو گی نا۔۔۔۔۔"اس نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

تمہیں زرغون سے ملنا ہے؟"اب کی بار وہ قدرے نرم لہجے میں بولا۔

ہاں۔"دنیا جہاں کی معصومیت چہرے پر سجائے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

تو ہم اس سے آزاد کشمیر جا کے مل لیں گیں۔"جواد نے یونہی اسے ٹالنے کی غرض سے کہا۔

وعدہ۔"وہ مان تو گئی تھی مگر اب نئی بلا جواد کے گلے پڑ گئی تھی۔اب اسے ہر حال میں وعدہ پورا کرنا ہی تھا۔

جواد اس کی طرف دیکھ کر محض مسکرا کر رہ گیا تھا جبکہ نیلم کی جان کو اب کچھ سکون آیا تھا۔

***

صبح قریشی صاحب نے بھی پہلے ہسپتال جانا تھا کیونکہ وہ جگری دوست کمال کو اس مشکل وقت میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لیے باقاعدگی سے ہسپتال کا چکر ضرور لگاتے تھے۔

آج مرجان کے ساتھ ولیہ بھی جانے کو تیار کھڑی تھی۔

مجھے کچھ کام ہے تو میں مرجان کو ڈراپ کرتے ہوئے چلی جاوں گی۔" یہ زرغون اور ولیہ کے بنائے گئے منصوبے کا حصہ تھا۔

تم اکیلی کیا کرو گی۔ میرے ساتھ چلو۔ اچھا ہے مجھے تمہاری کمپنی مل جائے گی۔" ولیہ نے زرغون کو کہا تھا جبکہ یہ ان کے منصوبے میں شامل نہیں تھا۔

یہ تو بہت اچھا بات ہے کہ زرغونہ بچے کو تم ساتھ لے جائے۔ ہم بھی پریشان نہیں ہو گا۔" مرجان نے زرغون کے فرار کی تمام راہیں مسدود کر دیں تھیں۔

چلو چلو آو۔" ان کے کہنے پہ وہ دونوں جلدی سے گاڑی میں بیٹھ گئیں تھیں جبکہ قریشی صاحب کی گاڑی پہلے ہی نکل چکی تھی۔

جیسے ہی اس نے گاڑی پارک کی اس کی گاڑی کے بلکل ساتھ شرجیل کی گاڑی آ کر رکی تھی۔

شرجیل نے اچانک ولیہ کی طرف دیکھا جو مرجان سے نظر بچائے اسے رکنے کا اشارہ کر رہی تھی۔

شرجیل انتہائی تذبذب کا شکار نظر آ رہا تھا لیکن پھر بھی گاڑی میں بیٹھا رہا۔

اچھا بچے خیر سے جاو خدا پیمان۔" ولیہ اور زرغون مرجان کو خدا حافظ کہنے کے لیے گاڑی سے اتری۔

مرجان کے جاتے ہی ولیہ نے شرجیل کو گاڑی سے اترنے کا اشارہ کیا جبکہ زرغون رخ موڑنے مکمل لاتعلقی کا اظہار کر رہی تھی۔

شرجیل کیا تم میرا ایک کام کر سکتے ہو پلیز۔" ولیہ نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

شرجیل نے ایک نظر زرغون پہ ڈالی جو وہاں ایسے کھڑی تھی جیسے وہاں ہو ہی نہیں۔ وہ پرسوچ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا جسے پانے کی دل نے کبھی خواہش کی تھی مگر اب تو وہ اسے منا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ سب اختیارات صفیہ بیگم کو سونپ چکا تھا۔

شرجیل میں کچھ کہہ رہی ہوں۔" ولیہ نے اس کے چہرے کے سامنے چٹکیاں بجاتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

ہاں میں سن رہا ہوں۔" شرجیل نے دھیان تو ولیہ کی طرف کیا تھا مگر اپنی نظر ہٹانے میں کامیاب نا ہو پا رہا تھا۔

رہ رہ کے بھی نظر اس پہ ٹھہر رہی تھی۔

اس کے شفاف چہرے پہ دنیا جہاں کی پاکیزگی اور بھول پن تھا۔

شرجیل ہو سکتا ہے کہ کمال انکل کو یاد ہو کہ میری امی کی۔۔۔۔۔۔۔ مطلب میری نانو کہاں رہتی تھی۔؟ مجھے پلیز ان کا ایڈریس چاہیے۔اور سنو اس بات کا ڈیڈ کو بلکل نا پتہ چلے پلیز۔"

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں نا بتائیں۔" شرجیل جانتا تھا کہ یہ ناممکن ہے۔

پلیز تم انہیں قائل کر سکتے ہو آئی نو۔" وہ منے بھرے لہجے میں بولی تھی۔

نہیں ولیہ میں انہیں قائل نہیں کر سکتا۔وہ کبھی بھی یہ بات انکل کے علم میں لائے بغیر نہیں رہ پائیں گے۔آئی نو ہم۔۔۔۔۔" شرجیل نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ٹھیک ہے پھر تم دونوں یہی ٹھہرو میں ان سے بات کر کے آتی ہوں۔" ولیہ نے اشارے سے شرجیل کو زرغون سے بات کرنے کا کہا تھا جبکہ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ولیہ۔۔۔۔۔۔۔" زرغون نے اچانک اس کا بازو پکڑ کر روکنا چاہا۔

کیا ہو گیا زرغون وہ تمہیں کھا نہیں جائے گا میں بس دو منٹ میں واپس آئی۔" ولیہ نے اسے ڈپٹتے ہوئے کہا۔

ان کو شاید ڈر ہو گا کہ میں انہیں پھر کہی کنونس (قائل) کرنے کی کوشش نا کروں۔ بے فکر ہو جائیں محترمہ میری شادی ہو رہی ہے۔" انتہائی تلخی سے شروع کی گئی بات کو انتہائی مایوسی سے ختم کیا۔

واٹ کب۔۔۔۔۔ کس کے ساتھ۔"ولیہ شاکڈرہ گئی تھی۔

بہت جلد۔۔۔۔۔۔۔اور کس کے ساتھ ہو رہی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"اس کے لہجے کا درد ولیہ بھانپ گئی تھی۔

چلو اچھا ہے زرغون تمہاری بھی ٹینشن ختم ہوئی۔میں ابھی واپس آتی ہوں۔"اس نے تاسف بھری نگاہوں سے زرغون کو دیکھتے ہوئے اپنی کہنی سے اس کا بازو ہٹایا۔

لیکن ولیہ میں تو کہہ رہی تھی کہ اوپر مرجان بھی ہو گیں

اور تم سے میرا پوچھے گیں۔"زرغون نے شرمندہ لہجے میں کہا تھا۔

ہممممم یہ بھی مسئلہ ہے۔چلو ایسا کرو مجھے انکل کا نمبر دے دو پھر میں خود ہی ان سے بات کرلوں گی۔"اسے یہی ایک صورت نظر آرہی تھی۔

شرجیل نے اسے نمبر سینڈ کیا۔

نمبر لے کر وہ کافی دیر تک انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر وہ صرف ایک ہی شرط پہ تیار ہوئے تھے کہ شرجیل کو ساتھ لے کر جائے گی۔ آخر اسے ماننی ہی پڑی اور وہ تینوں ان کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق اس جگہ جا رہے تھے۔

***

وہ تینوں مطلوبہ جگہ پہنچ تو گئے تھے لیکن ایڈریس کی کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

میرا خیال ہے ہمیں یہاں کسی سے پوچھنا پڑے گا۔" ولیہ نے شرجیل سے کہا تھا۔

ہاں ٹھیک ہے۔ چلو۔" شرجیل نے گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

زرغون تم یہی ہو؟" وہ دونوں گاڑی سے اتر گئے تھے جبکہ زرغون گاڑی میں ہی بیٹھی رہی تھی۔

ہاں میں یہی ٹھیک ہوں۔" زرغون نے شرجیل کی طرف دیکھنے سے احتراز برتا۔

چلو پھر۔"شرجیل کہتے ہوئے آگے آگے چلنے لگا تھا جبکہ ولیہ زرغون کو غصے سے گھورتی شرجیل کے پیچھے لپکی تھی۔

زرغون کو وہ دونوں گلی کا موڑ مڑتے نظر آئے تھے۔

پانچ منٹ تک وہ دونوں مختلف لوگوں اور دوکانوں پہ موجود دوکانداروں سے پوچھتے رہے تھے مگر کسی کو بھی ایڈرس کی سمجھ نہیں آرہی تھی کیونکہ اتنا وقت گزرنے کے بعد اب وہاں بہت کچھ تبدیل ہو چکا تھا۔

بھائی صاحب آپ کو اس ایڈریس کا معلوم ہے؟"شرجیل نے ایک اور شخص کو روکتے ہوئے ایڈریس پوچھا تھا۔

نہیں بھائی مجھے تو یہاں شفٹ ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا البتہ آپ یہ گلی مڑ کے تھوڑا سا آگے جائے گیں تو ایک جنرل سٹور نظر آئے گا۔وہ یہاں کا سب سے پرانا جنرل سٹور ہے۔شاید آپ کو کچھ معلومات حاصل ہو جائے۔"

وہ دونوں جو مایوس ہو کے لوٹنے ہی والے تھے اس شخص

نے امید ایک اور سرا تھمایا تھا۔

دونوں تیز تیز قدم اٹھا کر وہاں پہنچے تھے۔

بھائی اس ایڈریس کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"شرجیل نے وہاں موجود ایک لڑکے سے پوچھا۔حلیہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ لڑکا سٹور پہ جھاڑ پونچھ اور صفائی وغیرہ کے کام کرتا ہوگا۔

میں تو پڑھا لکھا نہیں ہوں آپ اندر صاحب سے پوچھ لو۔" وہ پرچی تھامے اندر سٹور کے مالک کی طرف بڑھ گیا۔

سٹور کا مالک اچھی خاصی عمر کا لگتا تھا۔یہی کوئی پچپن کے قریب تو ہوگا۔

ارررے آپ لوگ بڑی اماں کا گھر ڈھونڈ رہے ہو؟" وہ ایڈریس دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا۔

بڑی اماں۔۔۔؟"ولیہ نے حیرت سے یہ الفاظ دوہرائے۔

ہاں جی جن کا انتقال بہت ہی موذی مرض کینسر سے ہوا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے ان کا تو پورا گھر ہی اجڑ گیا تھا۔"وہ شخص کافی باتونی واقعہ ہوا تھا۔

آپ گھر کا پتہ بتا سکتے ہیں؟"شرجیل وقت کی قلت کے باعث جلدی جلدی اسے ضروری بات کی طرف لانا چاہ رہا تھا دوسری طرف اسے زرغون کی بھی فکر تھی جسے وہ انجان علاقے میں گاڑی میں اکیلا چھوڑ آیا تھا۔غصے میں گاڑی بھی لاک نہیں کی تھی اور اسے پورا یقین تھا کہ یہ گاڑی لاک کرنے کی زحمت زرغون نے بھی نہیں کی ہوگی۔

ہاں ہاں جی ہمارے پڑوس میں ہی تو رہتے ہیں۔آئیں میں آپ کو چھوڑ کے آتا ہوں۔" وہ انتہائی سست رفتاری سے چلتے ان کی رہنمائی کرنے لگے تھے۔ولیہ اور شرجیل کو بھی ان کی رفتار کو دیکھتے ہوئے مجبوراً آہستہ چلنا پڑ رہا تھا۔

اررررے بس بھئی ان کے گھر پہ تو قیامت ہی ٹوٹ پڑی۔جب سے بیٹی عین شادی کے موقع پہ گھر سے بھاگی۔عزت بچانے کی خاطر چھوٹی بیٹی رخصت تو کر دی تھی پھر بھی باپ صدمے سے چل پڑا۔

بڑی اماں کی بیٹی اپنے بیٹے اور بہو کے ساتھ آکر رہنے لگی کیونکہ بہو اس گھر کی اکلوتی وارث تھی نا تبھی کرائے کے مکان میں رہنے کے بجائے یہاں آگئے مفت خورے۔

بڑا ظلم کیا انہوں نے بچی پہ جو بھاگی تھی۔"-----------------ان کے بار بار دہرانے پہ ولیہ کو شرجیل کے سامنے شرمندگی سی محسوس ہونے لگی تھی-----------"باپ کے جنازے میں شرکت بھی نا کرنے دی۔"

بڑی اماں محروم اس بچی کی دادی وہ تو کینسر کے مرض کے مارے بستر کی ہو کہ رہ گئیں تھیں۔کافی عرصہ اس مرض کی تکلیف سہی ہے انہوں نے۔ان کی حالت تو آج بھی سب کو یاد ہو گی۔رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے دیکھنے والے کے۔"ان کی حالت کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے جھرجھری سی لی۔

اوراس لڑکی کی ماں؟"ولیہ کے ذہن میں اس وقت نانی کا خیال آیا۔

ہائے وہ بے چاری تو بہت مظلوم عورت ہے۔ بڑے غم سہے اس نے۔پہلے بیٹی پھر شوہر اوراس کے بعد نند کے ظلم۔اور پھر نند رشتے میں بھاوج بھی تو تھی۔

یہاںتکہ بڑی اماں یعنی اپنی ساس کو بھی اس مرض میں وہی سنبھالتی رہی۔بیٹی تو قریب بھی نا پھٹکتی تھی۔

لیکن بچوں۔۔۔۔۔۔۔ حق ہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔خدا کی لاٹھی بے آواز نہیں ہوتی۔ ماں کے مرنے کے کچھ عرصے بعد بیٹی بھی اسی مرض کا شکار ہوئی تو اس کا سدا کا نکما اور آوارہ بیٹا اسے ہسپتال میں ڈال آیا اور دوبارہ خبر تک نالی۔اس کے بعد وہ ڈکیتی کی واردات کرتے ہوئے پولیس والے کا قتل کر بیٹھا بس کافی عرصے پولیس سے بھاگتا رہا مگر کب تک۔آخرکار پکڑا گیا۔سزائے موت اس کا مقدر ٹھہری۔سنا ہے اس کی ماں بھی مر گئی تھی اور ایدھی والوں نے کفن دفن کیا۔

اب تو اس گھر میں وہی مظلوم عورت ہوتی ہے اپنی دوسری بیٹی کے اور نواسی کے ساتھ۔بس کل تین لوگ۔"

لیں جی یہ رہا گھر۔"اس نے ایک بوسیدہ سے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

بہت شکریہ آپ کا۔" وہ دونوں ہی انتہائی ممنون نظر آ رہے تھے۔

نہیں بیٹا شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا۔" انہوں نے شائستگی سے کہتے ہوئے واپسی کی راہ لی۔

ولیہ تم اندر جاؤ میں زرغون کو لے کر آتا ہوں۔اس کا یوں گاڑی میں اکیلے بیٹھنا مناسب نہیں ہے۔" اسے زرغون کی شدید فکر ستا رہی تھی۔

ہاں ٹھیک ہے۔" ولیہ نے ڈور بیل بجاتے ہوئے کہا تھا۔ جبکہ شرجیل تیز تیز قدم اٹھاتا واپسی کے لیے پلٹا تھا۔

باجی گھر میں کوئی نہیں ہے۔ آنٹی اور نانی اماں دونوں اقرا باجی کے کالج گئے ہیں۔ آج ان کو ڈگری ملنی ہے۔" گلی سے گزرتے ایک بچے نے اسے مطلع کیا تھا۔

اوہ۔۔۔۔ تو میری کزن کا نام اقرا ہے۔ آج اس کا کنویشن ہے۔" اس نے سوچتے ہوئے موبائل نکالا کہ شرجیل کو کال کر کے آنے سے منع کر دے مگر اس سے پہلے شرجیل کی کال آگئی تھی۔

ہیلو ولیہ۔ زرغون گاڑی میں نہیں ہے۔ یہ لوگ کہہ رہیں ہیں کہ اغواء ہوا ہے۔ میں بس پولیس اسٹیشن جا رہا ہوں واپسی پہ تمہیں لوں گا۔" اس نے جلدی جلدی بات مکمل کر کے کال کاٹ دی تھی جبکہ ولیہ کپکپاتے ہاتھوں سے موبائل کو گھور رہی تھی۔ بلکل ہوش و خرد سے بیگانہ ہو جیسے۔

وہ شاید کافی دیر یونہی کھڑی رہتی کہ پاس سے گزرتی وین کا تیز ہارن اسے کچھ ہوش میں لانے میں مددگار ثابت ہوا تھا۔

وہ دیوانہ وار اس جگہ کی طرف بھاگ رہی تھی جہاں گاڑی کھڑی تھی مگر شرجیل گاڑی لے کر جا چکا تھا۔

وہ روتے ہوئے کافی بار شرجیل کا نمبر ملا چکی تھی مگر وہ فون ہی نہیں اٹھا رہا تھا۔ وہ انجان علاقے میں اس جگہ اکیلی پریشان کھڑی تھی جہاں سے ابھی اس کی دوست اغوا ہوئی تھی۔ اسے زندگی میں پہلی بار خوف محسوس ہوا تھا۔

آپ۔۔۔۔۔۔۔ یہاں ایسے پریشان کیوں کھڑی ہیں۔؟" سلمان اپنے پرانے دوست سے ملنے آیا تھا جب وہ اسے سڑک پہ پریشان حال بے تحاشا روتی دکھائی دی تھی۔

کیا ہوا ہے ؟" وہ اسے اپنے ہوش و حواس میں دکھائی نا دیتی تھی۔ سلمان نے فوری طور پہ کیب منگوائی تھی اور اسے سارہ کے پاس لے آیا تھا۔

کیا ہوا ہے اسے؟"گھر پہنچتے ہی وہ ساری کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی جبکہ مامی اور سارہ کی امی حیرت کا بت بنے کھڑے سلمان سے پوچھ رہیں تھیں جسے کسی بات کا بھی علم نہیں تھا۔

سارہ۔۔۔۔۔۔۔سا۔۔۔۔۔رہ۔۔۔۔۔۔زرغون۔۔۔۔۔۔اغواء۔۔۔۔۔۔۔"وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

یا اللہ کیسے۔۔۔۔۔۔۔"وہاں موجود سب لوگوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا ہو جبکہ سارہ کی حالت بھی اب ولیہ سے کچھ جدا نا رہی تھی۔

شرجیل پولیس کے ساتھ واپس آیا تھا جبکہ پولیس جائے وقوعہ کا جائزہ لے رہی تھی تو اسے ولیہ کا خیال آیا تھا۔وہ گھر کی جانب گیا تھا۔کافی بیل نجانے پہ بھی کوئی دروازہ نہیں کھول رہا تھا۔ایسا گمان ہوتا تھا جیسے کوئی گھر میں موجود ہی نا ہو۔

شرجیل کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔اس نے فوری طور پر ولیہ کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

ولیہ کا موبائل بج رہا تھا مگر اسے ہوش ہی کہاں تھی۔ سلمان نے موبائل پہ آتی کال ریسیو کی تھی جبکہ باقی گھر والے اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہے تھے۔

ہیلو۔۔۔۔۔۔جی کون۔۔۔۔ولیہ۔۔۔۔۔۔۔ولیہ کہاں ہے۔۔؟؟؟"دوسری طرف سے مردانہ آواز سن کر شرجیل کو لمحے بھر کے لیے لگا تھا جیسے ولیہ بھی اغواہ ہو گئی ہو۔

زرغون کے بعد اب ولیہ بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اسے اپنے اعصاب چٹختے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

میں ولیہ کی دوست سارہ کا کزن بات کر رہا ہوں سلمان۔"وہ دونوں ایک دوسرے سے بلکل ناواقف تھے۔

ولیہ کہاں ہے میں اسے یہی چھوڑ کے گیا تھا۔"شرجیل کو اس سے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کون ہے شرجیل بس جلد از جلد ولیہ کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

سلمان نے مختصراً اسے ساری بات سمجھائی کہ وہ اسے کس حال میں ملی اور کیسے گھر لایا اور یہ کہ ولیہ بلکل محفوظ ہے۔

شرجیل کو پولیس بلا رہی تھی شاید ان کے ہاتھ کوئی سی سی ٹی وی لگ گیا تھا۔

اس نے مزید تفصیل میں جانے کے بجائے کال کاٹ دی تھی اس وقت اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ ولیہ محفوظ ہے۔

جہاں شرجیل کی گاڑی کھڑی تھی اس کے بلکل سامنے ایک اکیڈمی تھی جس کے باہر سی سی ٹی وی نصب تھے مگر اکیڈمی شام کے چار بجے کھلتی تھی جبکہ اس وقت دوپہر کا ایک بج رہا تھا۔

اس اکیڈمی کے چوکیدار کا گھر قریب ہی تھا جس کو بلوا کر فوری طور پہ اکیڈمی کھلوالی گئی تھی۔ سی سی ٹی وی میں واردات کی نہایت واضح فوٹیج نظر آرہی تھی۔

کس طرح ایک سفید وین آکر رکی تھی۔ اور اس میں سے چار مسلحہ افراد نے گن دکھا کر اسے وین میں ڈالا تھا۔ تیس سیکنڈ کے اندر اندر وہ تمام کاروائی کر کے رفوچکر ہو گئے تھے۔

ایک عام شخص کے لیے بس یہی سب تھا لیکن اس وقت وہاں موجود شرجیل کا دوست جو کہ ایس ایس جی آفیسر تھا اور خاص شرجیل کی مدد کے لیے وہاں موجود تھا اس کے لیے یہ ویڈیو محض اتنی ہی نہیں تھی۔

اس وین سے کچھ وقت پہلے ایک سفید سٹی آکر رکی تھی۔ گاڑی کے شیشے کالے ہونے کے باعث اندر موجود شخصیت دیکھنا ناممکن تھا۔ اس کاروائی کے فوراً بعد وہ گاڑی وین کے پیچھے پیچھے نکلی تھی۔ یقیناً اس اغواء کا تعلق اس گاڑی سے تھا جس کی نمبر پلیٹ کو زوم کر کے گاڑی پہ درج نمبر نوٹ کر لیا گیا تھا۔

شرجیل تم گھر جاؤں اب اس کیس میں کچھ بھی نہیں رہا سب کچھ انتہائی واضح ہے بلکے سمجھوں کیس حل ہو چکا ہے۔" اس نے شرجیل کو انتہائی دوستانہ انداز میں تسلی دی تھی۔

تم سچ کہہ رہے ہو نا۔ دیکھوں بس اس لڑکی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" شرجیل مکمل بے طور پہ بے یقین سا دکھائی دیتا تھا۔

ہاں یار بھروسا رکھو۔کچھ نہیں ہو گا۔"وہ اس وقت شرجیل کی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔

شرجیل کو چین ہی کہاں ملنا تھا جب تب زرغون نا مل جاتی۔اس نے فوری طور پہ سلمان سے ایڈریس لیا اور ولیہ کی طرف آ گیا تھا۔

اس نے ولیہ کو سب کچھ بتا کر تسلی دی تھی جبکہ اس کے اپنے دل کو کسی طور تسلی نہیں مل رہی تھی۔

شرجیل پلیز مرجان کو نہیں پتہ لگنا چاہیے اس سب کا۔"ولیہ نے منت بھرے انداز میں کہا تھا۔

تم نے انکل کو بتایا؟"شرجیل ابھی تک کنفیوز تھا کہ گھر کے بڑوں کو اس سب میں شامل کرنا چاہیے یا نہیں۔

بیٹا تم فوری طور پہ قریشی صاحب کو بتاو۔ان کے تو بڑے جان پہچان والے ہوں گیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

شرجیل تم انکل سے بات کروان سے کہو کہ مرجان کو کسی بھی طرح آج رات ہاسپٹل روک لیں۔"اس سے پہلے کہ مامی قریشی صاحب کی تعریف میں مزید رطب للسان ہوتیں ولیہ نے شرجیل کو کمال صاحب کو فون کرنے کا کہا۔

ولیہ مجھے یہ سب خود وہاں پہنچ کے ہینڈل کرنا پڑے گا۔فون پہ ڈیڈ کو کیا سمجھا سکوں گا۔ تم یہی رہو جب تب زرغون کا پتہ نہیں چلتا۔میں ڈیڈ کے پاس جا رہا ہوں۔"

ہاں ٹھیک ہے مجھے فون پہ بتا دینا۔"اس نے انتہائی پریشانی کے عالم میں کیا تھا۔

یہ لڑکا کون ہے ؟"انہیں شرجیل کے لہجے میں ولیہ کے لیے فکر بے پناہ کھل رہی تھی تبھی وہ اس کے بارے میں جاننا چاہتی تھی گو کہ یہ کوئی مناسب وقت نہیں تھا مگر

انہوں نے کہاں کبھی وقت کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔بلکہ وہ تو اس ہنر سے بلکل ہی بے بہرہ واقع ہوئیں تھیں۔

یہ شرجیل انکل کے بیسٹ فرینڈ کا بیٹا ہے۔" سارہ نے ان کو چپ کروانے کے لیے مختصر سا تعارف کروایا تھا مبادا وہ کچھ اور ہی نا سمجھ بیٹھیں مگر یہ بات سن کر تو ان کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

***

صبح قریشی صاحب نے ولیہ اور شرجیل کو کافی دوستانہ انداز میں بات کرتے دیکھا تھا۔وہ جو سلمان کا سوچے بیٹھے تھے مگر اب لگتا تھا کہ فیصلے پہ نظرثانی کی ضرورت تھی۔وہ کافی بار ڈرائیور کی زبانی شرجیل اور ولیہ کی ملاقات کے متعلق سن چکے تھے مگر آج جب خود دیکھا تھا تو دونوں کے درمیان گہری دوستی صاف نظر آرہی تھی۔

نجانے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے۔

وہ جو اسی سوچ میں غلطاں تھے کہ صفیہ بھابھی اب یہ سب کبھی نہیں ہونے دیں گیں اور ولیہ نے خود اپنے پاؤں پہ کلہاڑی ماری تھی کہ اچانک موبائل سکرین پہ کمال خان کا نام

بمعہ نمبر جگمگاتا دیکھ کر کال ریسیو کی۔اور دوسری طرف سے موصول ہونے والی خبر نے چھکے چھڑا دیئے تھے۔وہ آنا فانا ہسپتال کی طرف لپکے تھے۔

مرجان روم میں تھیں کیونکہ دادی کو پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا جبکہ وہ تینوں باہر تھے۔شرجیل تفصیل سے سارا واقعہ ان دونوں کے گوش گزار رہا تھا۔

ہائے ہم مر گیا۔۔۔۔۔۔ہائے ہمارا بچی۔۔۔۔۔۔۔۔ہائے مارا زرغونہ بچے۔۔۔۔۔۔۔"مرجان کی نڈھال آواز پہ تینوں اچھل کے پڑے تھے۔

ساری صورتحال اچانک تینوں کے کنٹرول سے باہر ہو گئی تھی۔ان کو سمجھ ہی نہیں آرہا تھا کہ مرجان کو کس طرح سنبھالا جائے۔

لالا واپس آ و تم ادھر۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا بچی اغواء ہو گیا لالا۔ "انہوں اتنی برق رفتاری سے آغا جان کو فون کر کے مطلع کیا تھا کہ کوئی بھی انہیں روک نا سکا تھا۔ جبکہ شرجیل کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔ زرغون کا اغواء اس کی برادری نے کسی صورت برداشت نہیں کرنا تھا اور اگر وہ بازیاب ہو بھی جاتی تب بھی برادری نا جانے اس کی قسمت کا کیا فیصلہ کرتی۔

اس خبر کا وہاں پہنچنا تھا کہ ڈھنڈھورا پٹ گیا تھا۔ شرجیل نے آغا جان کو ہر ممکن تسلی دینا چاہی تھی مگر وہ کچھ بھی سننے کو تیار نا تھے۔ وہ ہر صورت شرجیل کو قصوروار ٹھہرا رہے تھے۔

اس نے وعدہ بھی کیا تھا کہ صیحح سلامت زرغون ان کے حوالے کرے گا۔

آغا خان نے اسے صرف رات تک کا وقت دیا تھا اگر رات تک زرغون نا ملتی تو وہ زندگی بھر کے لیے کمال خان اور اس کے بیٹے کو معاف نا کرتے۔

شرجیل فون رکھ کر فوری طور پہ اپنے دوست کے پاس آیا تھا۔اب وہ وہاں سے ہلنے نہیں والا تھا جب تک زرغون صحیح سلامت مل نا جاتی۔

***

اس نے اپنی آنکھیں کھولنے کی کوشش کیں لیکن ایسا لگتا تھا جیسے پلکوں پہ منوں پتھروں کا بوجھ پڑا ہو۔ جسم ہلانے کی کوشش کی مگر پورا جسم اکڑا پڑا تھا جیسے وہ کافی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں ہو۔

کافی دیر تک وہ یونہی بے سدھ سی پڑی رہی تھی۔آہستہ آہستہ وہ حواسوں میں واپس آرہی تھی۔ تھوڑی بہت مزاحمت کے بعد اسے محسوس ہوا تھا کہ پورا جسم رسی کے ساتھ انتہائی مظبوطی سے باندھا گیا ہے کہ وہ کل تک نہیں سکتی۔کمرے میں گھپ اندھیرا ہونے کے باعث وہ کمرے کا حال حلیہ تو نہیں دیکھ پائی تھی لیکن اتنا ضرور تھا کہ جس طرح سے وہ زمین پہ پڑی تھی اور اس کے ارد گرد بکھرے سامان سے اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی سٹور روم ہو۔

منہ پہ بندھے کپڑے کے باعث وہ بول تک نا پارہی تھی۔

باہر سے بھی کوئی آواز نہیں آرہی تھی جیسے وہ اس جگہ بلکل تنہا ہو۔

اور ایسے مشکل وقت میں وہ صرف ایک ہی کام کر سکتی تھی اور وہ تھا اللہ کو یاد کرنا۔ وہ اللہ جو خود پہ حد سے زیادہ بھروسا کرنے والوں کے لیے پانی میں بھی راستے بنا دیتا ہے۔

اور ہمیشہ اس نے یہی تو کیا تھا۔ اللہ پہ بھروسا۔ تو پھر اب کیسے ممکن تھا کہ وہ ہمت ہار جاتی۔

***

رات ہونے والی ہے جبکہ تم کہہ رہے تھے کہ کیس سولو ہو چکا۔ "اسے آغا جان سے کیا وعدہ یاد تھا۔

ہاں یہ دیکھو گاڑی کی مالکن کا بھی پتہ چل گیا ہے اور ایڈریس کا بھی۔ مگر مسئلہ یہ ہے کہ گھر بند ہے۔ اور محلے والوں کے مطابق گھر والے ایک ہفتے سے ملائشیا گئے ہیں۔

اور گاڑی ہمیں ایک ویران علاقے میں جلی ہوئی صورت میں ملی ہے۔ اب اگر کسی نے محض گاڑی استعمال کر کے جلا دی ہے تو کیس بہت کمپلیکیٹڈ ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ گاڑی ہی کرمنل تک پہنچے کا آخری راستہ تھی۔ ہم نے گھر کے لوگوں کے متعلق بھی سارا ڈیٹا نکالا ہے۔ کسی کا کوئی بھی کرمنل ڈیٹا موجود نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی احتیاطً میں نے

سادہ کپڑوں میں ملبوس کچھ پولیس کے آدمیوں کو گھر کے پہرے پہ لگایا ہوا ہے۔"اس نے بات کے اختتام پہ فائل اسے تھمائی تھی جس میں سارا ڈیٹا اور اب تک کی گئی تحقیقات کے حوالے سے اہم پوائنٹ درج تھے۔

اس نے فائل میں موجود ایک ایک چیز کو بغور پڑھا تھا گھر کے افراد پہ شک کا کوئی پہلو بظاہر نظر نہیں آتا تھا۔

نیچے موجود پتے کو پہلے تو وہ بغیر پڑھے یونہی فائل بند کرنے لگا پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ایڈریس پڑھا تھا اور اسے پیروں تلے زمین کھسکتی محسوس ہوئی تھی۔

یہ۔۔۔۔۔۔یہ۔۔۔۔۔۔ایڈریس۔۔۔۔۔۔۔یہ تو ماما کے کزن کا ہے۔"اس نے فوراً صفیہ بیگم کو فون ملایا تھا۔

صفیہ بیگم نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تھا کہ جیسے ہی رابطہ ممکن ہوا وہ اسے انفارم کر دے گیں۔

رات کے بارہ بج رہے تھے مگر ابھی تک کچھ پتہ نا چلا تھا۔آغا جان بھی پہنچ چکے تھے۔

اس کے اندر بلکل ہمت نہیں تھی کہ وہ آغا جان کا سامنا کرتا خاص طور پہ جب وہ اسی کو قصوروار تصور کر رہے تھے۔

اس نے وہی پوری رات گزار دی تھی۔اس وقت گھڑی کی سوئیاں چار بجا رہی تھیں جب گھر کے باہر ڈیوٹی پہ معمور پولیس اہلکار نے گھر میں کسی لڑکی کے داخل ہونے کی اطلاع دی تھی۔

پوری نفری محترک ہوگئی تھی۔سارا لائحہ عمل تیار کر لیا گیا تھا۔

لڑکی کو اندر گئے پندرہ منٹ کا گزر گئے تھے یقیناوہ اب مکمل طور پہ مطمئن ہو گئی ہو گی۔

تمام پولیس اہلکار دبے پاوں آہستہ آہستہ گھر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس محل نما گھر میں لڑکی تو کھو سی گئی ہو جیسے۔

لڑکی کی دبے دبے غصے میں کسی حد تک تیز آواز سنائی دینے لگی تھی۔

وہ سب آہستہ آہستہ آواز کے تعاقب میں آگے کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

لڑکی کے بولنے کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ نفسیاتی طور پہ بلکل بھی ٹھیک نہیں تھی۔

کبھی وہ غصے سے چیخنے چلانے لگتی تو کبھی قہقہے لگاتی سنائی دیتی۔

اب وہ گھر کے اندر بنے اسٹور روم کے دروازے کے باہر کھڑے تھے اور لڑکی کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔

تمہیں میں نے لاسٹ وارننگ دی تھی نا۔ سمجھایا تھا نا کہ وہ صرف میرا ہے۔ تم نہیں سمجھ سکی اتنی سی بات۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ایک زناٹے دار تھپڑ کی آواز نے فضا میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

آفیسر نے پن ہول سے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ پورا کمرہ اندھیرا میں ڈوبا تھا صرف لڑکی کے موبائل کی روشنی جل رہی تھی۔ لڑکی دروازے کی طرف پشت کیے کھڑی تھی عین ممکن تھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول یا کوئی بھی ایسی چیز ہو سکتی تھی جس سے وہ زرغون کو جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتی۔

انہیں انتظار تھا کہ کب وہ رخ موڑے کہ اس کے ہاتھ میں موجود چیز نظر آسکیں یا کم از کم وہ زرغون سے اتنے فاصلے پہ تو موجود ہو کہ ان کے اندر جانے کی صورت میں کوئی بھی رد عمل فوری طور پہ ظاہر نا کر سکے۔

وہ صرف میرا ہے۔ تم نہیں چھین سکتی۔ تم اس کی گاڑی میں کیا کر رہی تھی بتاو مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر آج میں اسے تمہاری جگہ اغواء کر کے لاتی تو وہ اب تک میرا ہو چکا ہوتا۔

مگر تم۔۔۔۔۔۔۔ تم نے میرا کام اور بھی مشکل کر دیا۔۔۔۔۔۔ مگر اب میں تمہیں مزید اپنے راستے کی دیوار نہیں بننے دوں گیں۔"

اس نے ہاتھ میں تھاما چاقو ہوا میں بلند کیا۔

قریب تھا کہ وہ اس ہاتھ میں تھامے چاقو سے زرغون پہ وار کرتی مگر آفیسر کے بروقت چلائی گئی گولی اس کے ہاتھ کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ وہ کراہ کے چند قدم پیچھے ہٹی تھی جبکہ چاقو وہی پیر کے قریب جا گرا تھا۔

وہ حیرانی کے عالم میں پولیس کے دستے کو اندر آتا دیکھ رہی تھی۔اس کا پلین فلاپ(ناکام)ہو کر رہ گیا تھا۔

مگر کیسے وہ ابھی تک سمجھنے سے قاصر تھی۔اس نے تو گاڑی کو تیل چھڑک کر آگ لگا دی تھی اس کے بعد وہ بے ہوش زرغون کو دوسری گاڑی میں ڈالتے ہوئے بیک ڈور سے داخل ہوئی تھی کہ محلے میں سے بھی کوئی جان سکا تھا۔پھر پولیس والے اس گھر پہ شک کیسے کر سکتے تھے۔اس کے گھر پہ بغیر وارنٹ کے۔۔۔۔۔۔یہ کوئی عام گھر تو نا تھا جہاں وہ اتنی آسانی سے داخل ہو جاتے۔

بس اسی اطمینان کی وجہ سے وہ چار بجے کے قریب گھر میں داخل ہوئی تھی کیونکہ اس وقت تو کوئی بھی اس گھر کی پہرہ داری نہیں کر سکتا تھااور خاص طور پہ جب وہ اس گھر پہ شک کااظہار کر ہی نہیں سکتے تھے۔وہ کوئی پیشہ ورانہ مجرم تو نا تھی جو ہر بات پہ غور کرتی۔۔۔۔۔

زرغون کو فوری طور پہ ہسپتال منتقل کر دیا گیا تھا۔

بھوک،پیاس کی حالت میں کافی دیر تک رسیوں میں جکڑ رہی تھی اور اس کے بعد ہونے والے جسمانی تشدد نے رہی سہی طاقت بھی ختم کر کے رکھ دی تھی۔

***

گاوں میں خوب ڈھنڈھورا پیٹا جا چکا تھا۔ رشتے لے کر آنے والی خواتین نے بھی شادی سے صاف انکار کیا تھا۔

مرجان نے آغاجان کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ ابھی انہوں نے گاوں فون کیا تھا تو ساری صورت حال معلوم ہوئی تھی۔

جو ہونا تھا ہو گیا لالا۔ ہمارا بچی خوا مخواہ میں بدنام ہو رہا ہے۔ ام تم کو یہی بولے گا کہ اسی لڑکا سے اس کا شادی بنا دو لالا۔" مرجان نے تجویز پیش کی تھی۔

ہم تو پہلے بھی یہی چاہتے تھے بھائی صاحب۔" صفیہ بیگم نے بھی دبے دبے لفظوں میں قائل کرنا چاہا۔

ٹھیک ہے تم گاوں فون کر کے ان لوگوں کو ادھر ہی بلا لو۔ ہم کل ہی ان کا شادی کر دے گا۔" آغاجان فیصلہ سناتے وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ مرجان کو تھوڑا اطمینان

ہوا تھا۔ وہ بھی شکرانے کے نوافل ادا کرنے چلی گئی تھیں ایک تو زرغون کی جان بچ گئی تھی دوسرا جاہل لوگوں سے بھی جان چھوٹ گئی تھی۔

لالا ابھی تو بچی کی طبعیت بھی کچھ بہتر نہیں ہے۔ جیسے ہی ٹھیک ہوتی ہے ہم نکاح کر دیں گیں۔ گھر والی ہی تو بات ہے۔" کمال خان نے ڈرتے ڈرتے آغا جان سے بات کی تھی کیونکہ وہ فیصلہ سنا چکے تھے اور اب کچھ بھی کہنے کا اختیار کسی کے بھی پاس نہیں تھا۔ لیکن کمال خان بس اتنا چاہتے تھے کہ کم از کم زرغون تھوڑا بہتر محسوس کرنے لگتی تبھی انہوں نے ہمت کر کے کہہ دیا تھا۔

تم صاف صاف بات کیوں نہیں کرتا۔ تم یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ تم شادی کرنا نہیں چاہتا۔" آغا جان اس وقت خود کو بے بس اور انتہائی مجبور سمجھ رہے تھے بلکل ایسے ہی جب مرجان اس گھر کی دہلیز پہ بیٹھی رہ گئیں تھیں انہیں لگتا تھا کہ اب زرغون بھی شاید کبھی رخصت نا ہو سکے گی۔

نہیں لالا خدا کی قسم آپ ابھی نکاح کر دیں۔ زرغون بلکل مجھے بیٹی کی طرح عزیز ہے لیکن اس کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ جانتے تھے کہ اس وقت زرغون خود بھی ذہنی تناو کا شکار ہو گی اس لیے اسے سنبھلنے کا کچھ موقع ملنا چاہیے تھا۔

اگر و گر کچھ نہیں ہوتا کمال خان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگر تم کو یہ فیصلہ منظور ہے تو ٹھیک ہے تم کل ہی نکاح کی تیاری کر و ورنہ یہ یاد رکھنا ہم جب ساری زندگی اپنی بہن کو سینے سے لگا کے رکھ سکتا ہے تو بیٹی کو بھی رکھ سکتا ہے۔" وہ دو ٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا کر چلے گئے تھے۔

****

سارہ اور ولیہ بھی اس وقت زرغون کے پاس تھیں۔

باقی سب نکاح کے انتظامات میں الجھے ہوئے تھے لالا اور اماں جان بھی بس پہنچنے والے تھے جبکہ جب سے زرغون کو بازیاب کروایا تھا شرجیل دوبارہ ہسپتال نہیں آیا

تھا۔دونوں کا سامنا نا ہونے کے باعث وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی ذہنی کیفیت سے ناواقف تھے۔زرغون نہیں جانتی تھی کہ وہ خوش تھا یا نہیں کیونکہ بقول اس کے وہ جلد شادی کرنے والا تھا بلکل اسی طرح شرجیل بھی نہیں جانتا تھا کہ زرغون اس فیصلے کے بعد کیا ردعمل ظاہر کر رہی ہو گی یا وہ انکار کرنے والی ہے یا چپ چاپ سر جھکانے والی ہے۔جبکہ وہ خود زرغون کی شدید نفرت جان جانے کے بعد اپنے دل کو بلکل خالی محسوس کر رہا تھا جہاں نا خوشی تھی اور نا ہی کوئی دکھ تھا۔اس نے شاید سب حالات پہ چھوڑ دیا تھا۔

زرغون شدید ذہنی تناو کا شکار تھی جبکہ یہ نکاح بھی اس کے لیے انتہائی مشکل اور تکلیف دہ کام تھا۔

زرغون تم نے ہی کہا تھا نا کہ خدا کا جو بھی فیصلہ ہو گا تمہیں منظور ہو گا تو پھر اب یہ احتجاج کیسا ہے؟" ولیہ اس کی ذہنی کیفیت خوب سمجھ رہی تھی۔

احتجاج۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔میرے پاس احتجاج کا حق ہے ہی کب۔"اس نے شکوہ بھری نگاہوں سے مرجان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ام کو جو ٹھیک لگا ام نے وہی کیا۔زرغونہ بچے ایک دن تمہیں خود سمجھ لگ جائے گا کہ تمہارا مرجان ٹھیک کہتا تھا۔"انہوں نے اسے ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی۔

مجھے اس بات پہ اور آپ کے خلوص پہ رتی برابر بھی شک نہیں ہے مگر اس دل کا کیا کروں جو مان ہی نہیں رہا۔"وہ سوالیہ نظروں سے مرجان کو تک رہی تھی۔

جو ہو رہا ہے ہو جانے دو۔میں شرجیل کو ذاتی طور پر جانتی ہوں۔جب تم جان جاو گی تو تمہارا دل بھی مان جائے گا۔"جواب ولیہ کی طرف سے آیا تھا۔

از: بنت سید

اس کے دل ودماغ میں ایک جنگ جاری تھی مگر یہ بھی سچ تھا کہ وہ ہونی کو ٹال بھی نہیں سکتی تھی۔اور ویسے بھی اب کی بار اسے فیصلہ سنایا گیا تھااور اسے سر جھکانا تھا۔اس کی مرضی پوچھی ہی کہاں گئی تھی۔

دل ودماغ کی اسی جنگ کے ساتھ وہ خاموشی سے وہ سب کرتی گئی جو جو اسے کیا گیا۔ لال ڈوپٹہ جس پہ خوبصورت کام ہوا تھااور اسٹون ورک کی وجہ سے خاصی بھاری محسوس ہوتا تھاولیہ نے متعدد پنز کی مدد سے اس کے سر پہ ٹکادیا تھا۔اس کے علاوہ صفیہ بیگم کی طرف سے فراہم کردہ جیولری بھی اسے پہنادی گئی تھی۔اس کے بعد اسے دادی کے کمرے میں بٹھادیا گیا تھاتا کہ دادی بھی اپنے پوتے کی خوشی کو آنکھوں سے دیکھ سکے جس خوشی سے وہ اپنے بیٹے کی دفعہ محروم رہ گئیں تھیں۔

بلاآخر وہ وقت بھی آن پہنچا تھاجو اس کی زندگی کی مشکل ترین گھڑی ثابت ہوا تھا۔کتنا مشکل ہوتا ہے اپنے دل کو مار کر خود کو اس کام کے لیے آمادہ کرنا جس کے لیے آپ اور آپ کا دل ہر گز راضی نا ہو مگر بیٹیاں اکثر ایسے ہی قربانیاں دیا کرتی آئیں ہیں۔

سن ہوتے دل ودماغ کے ساتھ وہ سر پہ لال بھاری کام والا ڈوپٹے سے گھونگھٹ نکالے،سادہ سے کپڑوں میں ملبوس سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔سب اس کی قبول ہے کی صدا کے منتظر تھے جبکہ اس کی زبان بلکل گنگ ہو چکی تھی۔

کہو ناکہ ام کو قبول ہے۔" مرجان نے اس کے قریب سرگوشی کی تھی۔

مگر اسے کچھ بھی سنائی نا دے رہا ہو جیسے۔

مرجان اس کے ساتھ بیٹھی مسلسل حوصلہ دیتے ہوئے رضامندی ظاہر کرنے پہ آمادہ کر رہی تھی۔

مولوی صاحب نے اپنا فقرہ ایک بار پھر دوہرایا۔ زرغون نے ایک نظر آغاجان کے جھکے سر پہ ڈالی بلاشبہ وہ بے قصور تھی مگر زندگی میں پہلی بار آغاجان کے جھکے سر کی وجہ اس کی ذات بن گئی تھی۔

ان کے چہرے پہ کرب کی ایک داستان رقم تھی جو زرغون کو صاف نظر آ رہی تھی۔ آغاخان کی حالت دیکھ کر زرغون کا دل جیسے کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کے بعد کے تمام مراحل آسان ہو گئے تھے۔ زبان سے خود بخود وہ الفاظ ادا ہو گئے تھے جو اس کے لیے کہنا انتہائی مشکل تھے۔

انتہائی ضبط اور حوصلے سے ادا کیے گئے "قبول ہے" کے الفاظ سن کر کمرہ مبارکباد کی صداوں سے گونج اٹھا مگر اس کی حالت ایک ہاری ہوئی جواری کی مانند تھی۔ سب فیصلے ہو گئے تھے اور اس کا نام ایک ایسے شخص کے نام کے ساتھ منسوب ہو چکا تھا جس سے وہ شدید نفرت کرتی تھی۔ مگر اب کیا وہ اپنے مجازی خدا جسے سب کے سامنے اس نے

قبول کیا تھا سے نفرت کر کے گنہگار ہوتی یا دل کو جسم سے نکال کے باہر پھینک دیتی جو نا تو اس کے بس میں تھا اور نا یہ کہ وہ اس دل کو سمجھا ہی لیتی، رضامند ہی کر پاتی۔

بلاشبہ آگے کے امتحانات مزید کڑے ثابت ہونے والے تھے۔

***

شکر ہے زرغون کی اور شرجیل کی اسٹوری کچھ تو آگے بڑھی۔" ولیہ نے دل میں شکر ادا کیا۔ وہ ابھی ابھی سارہ کو گھر ڈراپ کرتی ہوئی گھر آئی تھی۔

گیٹ پہ اس کو سلمان نظر آیا تھا مگر وہ اس کو نظرانداز کرتی گھر آگئی تھی لیکن جب سارہ اور اس کے متوقع رشتے کے متعلق سوچا تو اپنی یہ حرکت انتہائی معیوب لگی۔

گھڑی کی سوئیاں بارہ کے ہندسے پہ تھیں۔ اس نے کچھ سوچتے ہوئے موبائل اٹھایا۔

اسلام و علیکم۔ سلمان۔ کیسے ہیں آپ۔ ولیہ از ہیئر۔ بس کچھ تھکی ہوئی تھی آپ سے سلام دعا کے بغیر ہی آگئی۔" اس نے معذرت خوانہ انداز میں میسج ٹائپ کرتے ہوئے سلمان کے نمبر پہ بھیج دیا تھا۔

وعلیکم اسلام۔زہے نصیب۔آپ کا میسج۔مجھے تو یقین نہیں ہو رہا۔"ولیہ کو لگا تھا کہ وہ سو چکا ہو گا لہذا وہ میسج کا جواب بھی صبح ہی آئے گا۔اس لیے میسج کر کے سونے والی تھی کہ ریپلائی آگیا۔ولیہ نے کوفت سے موبائل اسکرین کو دیکھا۔چارو ناچار ریپلائی ٹائپ کرنے لگی۔

یقین تو مجھے نہیں آرہا کہ امریکہ پلٹ بندہ ایسی اردو بھی بول سکتا ہے۔"اسے واقعی سلمان کے اتنی شستہ اردو بولنے پہ حیرت ہوئی تھی۔

پہلی بات تو یہ محترمہ کے جب میں امریکہ گیا تھا تو اتنا کم عمر نہیں تھا کہ اردو مجھ میں رچ بس نا سکی ہو۔دوسری بات کہ اس ملک کی مٹی ہی ایسی ہے کہ باہر جانے کے بعد بھی انسان اس کی خوشبو سے جڑا رہتا ہے۔یہاں کی تہذیب،رسم و رواج،ثقافت نیز ہر چیز انسان کی یاداشت میں جذب ہو جاتی ہے اور میں تو ویسے بھی اردو ادب کا انتہائی دلدادہ ہوں۔آپ کو بھی کچھ لگاؤ ہے؟"سلمان کے اتنے مفصل جواب پہ وہ بس آہ بھر کے رہ گئی۔یقیناوہ کافی لمبی چٹ چیٹ کے موڈ میں تھا۔

جی۔سارہ کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے کچھ نا کچھ پڑھ چکی ہوں۔"اس نے ان تمام کتابوں کا نام لیا تھا جو وہ سارہ کے ساتھ پڑھتی رہی تھی ساتھ ہی ساتھ اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ سلمان اور سارہ کے انٹرسٹ ایک جیسے ہیں۔

اررررے واہ۔۔۔۔کافی اچھی چوائس ہے آپ کی۔"کتابوں کا نام پڑھ کر وہ خاصا متاثر ہوا تھا۔کافی دیر تک وہ مختلف کتابوں پہ تبصرہ کرتا رہا تھا جبکہ ولیہ کو سچ میں حیرت ہوئی تھی کہ وہاں رہنے کے باوجود اس نے وہاں کے رنگ کو خود پہ چڑھنے نا دیا تھا۔

آپ نے اس دن سارہ کے متعلق کوئی بات کی تھی۔"تقریبا دو گھنٹے تک کتابوں پہ تبصرہ کرنے کے بعد وہ بالآخر اصل مقصد کی طرف آ ہی گئی تھی۔

نمبر میں نے آپ کو اس لیے دیا تھا کہ میرے مشورے پہ عمل کرنے کے بعد کی تفصیل آپ مجھے بتائیں گیں نا کہ سارہ کے لیے۔"اس نے بغیر کسی لحاظ کے صاف جتایا تھا۔

مجھے سارہ کے متعلق بات کرنی ہے۔"ولیہ نے بھی جواباً ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

سارہ کے متعلق ہم کل لنچ پہ تفصیل سے بات کریں گیں مگر صرف اس شرط پہ کہ پہلے آپ مجھے تفصیل سے آگاہ کریں گیں میرے مشورے کے کیا نتائج رہے۔"

جواباً ولیہ مجبوراً اسے اس دن والے واقعے کی تفصیلات بتانے لگی تھی۔فجر کی گونجتی اذان پہ اس نے ٹھٹک کر وقت دیکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ پوری رات بیت چکی ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ اس موضوع پہ بات کرتے رہے تھے۔آخری میسج کا ریپلائی اس نے دس منٹ میں ٹائپ کیا تھا ایک تو آٹو کریکشن نے جان عذاب کی ہوئی تھی دوسرا ریپلائی بھی کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا تھا۔نتیجہ یہ نکلا کہ سلمان انتظار کرتے کرتے سو گیا۔

سلمان کا ریپلائی نا آنے پہ ولیہ سر جھٹکتی نماز پڑھنے کے لیے چلی گئی تھی۔

بیس منٹ بعد اسٹیل کا برتن گرنے پہ سلمان کی آنکھ کھلی۔ شاید اوپر کچن میں گرا تھا۔ یقیناً پھپھو سے کچھ گر گیا ہو گا کیونکہ وہ نماز پڑھنے کے بعد چائے پینے کی عادی تھیں۔

سلمان نے موبائل چیک کیا تو ولیہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔ ریپلائی کر کے جواب کا انتظار کرنے لگا تھا۔

آپ سوچ رہی ہوں گیں کہ میں ریپلائی کرتے کرتے اچانک کہاں غائب ہو گیا۔" ولیہ نماز پڑھ کے واپس آئی تو سلمان کا میسج اس کا منتظر تھا۔

ظاہر ہے آپ فجر کی نماز ہی پڑھ رہے ہوں گیں۔" ولیہ کا ریپلائی دیکھ کر سلمان پہ گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اس نے لنچ میں بات ہو گی کہہ کر خدا حافظ کہہ دیا تھا۔

ابھی نماز قضا ہونے میں کچھ وقت باقی تھی۔ سلمان شرمندہ سا نماز کے لیے چل دیا۔

***

نکاح کے بعد آغاخان کے حکم پہ سب واپس آزاد کشمیر آ گئے تھے حالانکہ مرجان مزید رکنا چاہتیں تھیں مگر مجبوراانہیں بھی جاناپڑاتھا۔

اب ہاسپٹل میں شرجیل اور کمال آفریدی موجود تھے جبکہ صفیہ بیگم نکاح کے فورا بعد ہی گھر چلی گئیں تھیں۔ رفتہ رفتہ انہیں اپنا آپ تقریبا ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ دن بدن پہلے سے بھی زیادہ کمزور محسوس ہونے لگیں تھیں مگر وہ علاج کے خوف سے کسی کو بھی یہ بات نہیں بتا رہیں تھیں اور حالات بھی ایسے تھے کہ شرجیل اور کمال صاحب خود سے یہ بات محسوس کرنے سے قاصر رہے تھے۔

بابا۔۔۔۔۔۔۔دادی جان کی طبعیت اب کافی بہتر ہے۔ "شرجیل نے ان کے چہرے پہ پھیلے سکون کو دیکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند سو رہیں تھیں۔

ہاں بیٹا۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے میں پھر سے اپنے خاندان کا حصہ بن گیا ہوں اور یہی ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ "کمال صاحب کے چہرے پہ بھی بے پناہ

سکون تھا۔ وہ بلکل امید ہی چھوڑ بیٹھے تھے کہ پھر کبھی انہیں ماں کا چہرہ بھی دیکھنے کو مل سکے گا۔ مگر خدا نے ان کی رو رو کر مانگی گئیں دعائیں رد نہیں کی تھیں۔

وہ شکرانے کے نوافل ادا کرنے نماز روم کی طرف چلے گئے تھے جبکہ شرجیل دادی جان کی فائل دیکھنے لگا تھا۔

مر۔۔۔۔م۔۔۔مر۔۔۔جا۔۔ن۔" دادی اٹکتی سانسوں کے درمیان بمشکل مرجان کو پکار پائیں تھیں۔

دادی میں ہوں آپ کے پاس۔۔۔۔" شرجیل نے نرمی سے انکا ہاتھ سہلایا۔

اماں۔۔۔۔۔" کمال صاحب ابھی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

بابا۔۔ آپ ادھر آئیں مجھے لگتا ہے دادی کو ایمرجنسی وارڈ میں شفٹ کرنا پڑے گا۔ میں ذرا ابھی آتا ہوں۔" وہ عجلت بھرے انداز میں کہتا باہر کی طرف لپکا تھا۔

اماں۔۔۔۔" انہوں نے محبت سے اپنی ماں کی پیشانی کو چوما تھا۔

سانس لینے میں شدید دشواری ہو رہی تھی۔

وہ باآواز بلند کلمہ پڑھنے لگے تھے جبکہ انہوں بھی بمشکل ان کلمات کو ادا کرنے کی کوشش کی تھی۔

کمال صاحب کے ہاتھوں میں موجود ان کا کمزور سا جھریوں بھرا ہاتھ ڈھلک گیا تھا جبکہ آخری سانس کھینچتے ہوئے ان کی گردن بھی ایک طرف کو جا ڈھلکی تھی۔

شرجیل نے فورا ایک پروفیشنل ڈاکٹر کا روپ ڈھالتے ہوئے نبض اور دل کی ڈھڑکن ٹٹولنی چاہی مگر وہ تو کچھ لمحے پہلے ہی خاموش ہو گئیں تھیں۔ سانس بھی ساکن ہوئے ایک منٹ گزر گیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ان کے جسم پہ موجود شدید چادر کو سر تک ڈھانپ دیا تھا۔

آج زندگی میں پہلی بار کسی کی موت کی ڈیکلریشن بہت مشکل معلوم ہو رہی تھی۔ خاموشی سے وہ محض کمال صاحب کے کندھے پہ ہاتھ رکھ سکا تھا۔

مگر وہ گھر کے مرد تھے۔ انہیں سنبھالنا ہی تھا خود کو۔ ماں جیسے سائبان سے محروم ہونے کا غم ان کے دل کی رگیں تک کاٹ رہا تھا مگر بظاہر خود کو اتنا ہی مضبوط بنائے رکھا جتنا اس موقع پہ ہر خاندان اور ہر گھر کا مرد بنائے رکھتا ہے۔

گاؤں میں کرب ناک خبر کی اطلاع پہنچانا بھی انتہائی مشکل کام تھا۔ کتنا مشکل تھا سب کو بتانا کہ آج وہ ہستی چھوڑ کے چلی گئی ہے جس کی چلتی ایک ایک سانس ان کے لیے دعا تھی۔ جن سے بچھڑے ایک زمانہ ہو گیا تھا اور جنہیں دوبارہ زندگی میں شامل آئے محض چند دن ہی ہوئے تھے۔

دل میں پچھتاوا بھی تھا کہ کاش ماں باپ کو چھوڑنے کا فیصلہ کبھی نا کیا ہوتا۔ایک بار برادری خاندان کے سامنے ڈٹ جاتے۔کچھ بھی کرتے مگریوں ماں باپ کو چھوڑ کر الگ دنیا نا بساتے۔وہ تو شاید یہ کر بھی کہتے مگر صفیہ بیگم نے ایسا ہونے ہی نہیں دیا۔

آغاخان کی تجویز پہ عمل کرتے ہوئے انہیں گاوں کے آبائی قبرستان میں اپنے شریک حیات کے پہلو میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔گاوں پہنچنے،کفن دفن کے انتظامات کرنے اوراس طرح کے تمام فرائض کی تکمیل تک وہ خود کو بے پناہ مضبوط بناتے آئے تھے مگر جیسے انہیں کمرے میں تنہائی میسر آئی تھی ضبط کا دامن ہاتھ سے جاچھوٹا تھا۔ ماضی ایک فلم کی طرح آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔ان کا شفیق لہجہ۔۔۔محبت سے تکتی نظریں۔۔۔دعاوں کے لیے ہر لمحہ فضامیں معلق رہتے ہاتھ۔بچپن سے لیکر اس لمحے تک جب وہ اپنی نئی نئی محبت کا ہاتھ تھامے ماں کی برسوں کی محبت کو نظر انداز کرتے وہ گھر چھوڑ آئے تھے۔کیسادرد تھاماں باپ کی آنکھوں میں۔جیسے کسی کی برسوں کی کمائی گئی دولت لٹ پٹ جائے اور تہی داماں اس اپنی باقی ماندہ زیست کا منہ تکتارہ جائے۔

***

پورا قصہ سننے کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ وہ ابھی جائیں گیں اور سارا معاملہ سلجھا کر آئیں گیں اور اس کے بعد ہی وہ سارہ والے معاملے میں ولیہ کی مدد لے گا بقول اس کے وہ مفت میں کسی کا نا احسان لیتا ہے اور نا ہی کسی پہ احسان کرتا ہے۔ اس وقت دونوں ولیہ کی خالہ کے گھر موجود تھے۔

ان کے لیے ولیہ بلکل ایسے تھی جیسے کھوئی ہوئی بیٹی واپس مل گئی ہوں۔ کافی دیر تک وہ اسے سینے سے لگائے ممتا کی آگ کو تسکین بخشنے کی کوشش کرتی رہیں تھیں۔ بارہا اس کا چہرہ چوم چکیں تھیں۔ ذرا سا سنبھلی تو انکی خاطر مدارات کا ہوش آیا جبکہ ولیہ ان محبتوں پہ نادم سی دل ہی دل میں مجید صاحب سے خائف تھی جنہوں نے اس ان تمام محبتوں سے دور رکھا تھا۔ خالہ نے میز پہ کئی طرح کے لوازمات چن دیئے تھے مگر نانی کی تسلی کسی طور ہونے میں نا آرہی تھی۔

ان کی محبتوں کی سونامی ذرا تھمی تو ولیہ نے تمام سوالات ان کے سامنے دھر دیئے تھے جن کے جوابات کی تلاش میں وہ یہاں تک پہنچی تھی۔

نہیں بیٹا تم بلکل غلط سمجھتی رہیں تمہارا باپ ہی خدا کے بعد تمہاری ماں کا واحد سہارا ثابت ہوا جبکہ اس کے قاتل تو مدتوں ہوئی اپنے کیے کا بھگت کے اس دنیا سے جا چکے اور کیونکہ اب وہ جا چکے تو ان کے کیے کا کیا تذکرہ کرنا۔ تمہارے رب نے بھرپور انصاف

کیا ہے لہذا تم تسلی رکھو اور اب میں امید رکھوں گی کہ تم مجید سے اپنے تعلقات بہتر بناؤ گی۔" انہیں لگا جیسے ولیہ کی صورت میں ان کی بیٹی سامنے موجود ہو۔ وہ اسے بھی یونہی نصیحت کیا کرتی تھیں۔

پر بابا نے مجھے کبھی وہ پیار نہیں دیا جو ہر باپ اپنی بیٹی سے کرتا ہے۔" واپسی پہ وہ یہ سوال سلمان سے پوچھے بنا نا رہ سکی تھی۔

مجھے تو لگتا ہے کہ وہ آپ سے بے پناہ پیار کرتے ہیں۔ ہو سکتا انہوں نے کبھی اظہار نا کیا ہو مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ان کے دل میں آپ کے لیے پیار نہیں۔ ویسے بھی آپ کو یہی شکایت تھی کہ آپ کی ماما کی حالت کے ذمہ دار وہ ہیں جبکہ یہ شکایت تو اب دور ہو گئی ہے۔ اب آپ کو ان سے پوچھ لینا چاہیے کہ انہوں نے آپ کے ساتھ ایسا رویہ کیوں رکھا۔" وہ ہر صورت یہ چاہتا تھا کہ ولیہ اور اس کے والد کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں مگر ولیہ اس مشورے پہ خفگی سے منہ موڑ گئی تھی۔ شاید وہ آج بھی ان ہی کی منتظر تھی کہ وہ پہل کریں۔ اس کے گلے شکوے دور کریں اور اسے بیٹیوں والا مان دیں۔ بعض اوقات واقعی بڑے غلطی پہ ہوتے ہیں اور نتائج چھوٹوں کو بھی بھگتنے پڑتے ہیں۔

***

سارہ تمہیں چیزیں پسند آئیں تھیں؟" بڑی فرصت سے وہ آج سارہ سے اس موضوع پہ بات کر سکتا تھا۔ کیونکہ دونوں ہی خواتین آج گھر میں نہیں تھیں۔

چیزیں تو مجھے بہت پسند آئیں۔ بہت شکریہ سلمان بھائی۔ بس حالات کچھ ایسے رہے کہ میں تعریف نا کر سکی۔ لاجواب چوائس ہے آپ کی۔ چیزوں کے معاملے میں بھی اور انسانوں کے معاملے میں بھی۔ ولیہ نہایت عمدہ انتخاب ہے آپ کا۔" وہ بہت خوش تھی جب سے سلمان نے ولیہ کے لیے رضامندی ظاہر کی تھی اور خوش تو مامی بھی تھیں بلکہ بیٹے کی فرمانبرداری پہ صدقے واری جا رہی تھیں۔ تبھی آج سے ہی وہ شاپنگ کے لیے نکل گئی تھیں حالانکہ سب نے بتہرا سمجھانے کی کوشش کی کہ پہلے رشتہ توڈال آو مگر وہ کسی کی بات پہ کان دھرنے کو تیار ہی نا تھیں۔

ولیہ تو میرا انتخاب ہے مگر نجانے میں اس کا انتخاب ہوں گا بھی یا نہیں۔ اور ماما کو تو دیکھوں کچھ زیادہ ہی ایکسائیٹڈ ہو گئیں ہیں۔ مجھے ڈر ہے ان کے ارمانوں پہ اوس ہی نا پڑ جائے کیونکہ ولیہ شاید انکار کر دے۔" انہوں نے بالآخر اس خدشے کا اظہار کر ہی دیا تھا جو دل ہی دل میں انہیں دہلائے سے رہا تھا۔

اسے چھوڑیں وہ میرا مسئلہ ہے۔ مجھے یہ بتائیں مامی کو پتہ ہے کہ سب چیزیں آپ میرے لیے لائے ہیں؟" اسے پوچھنا اچھا تو نہیں لگ رہا تھا مگر پھر بھی اس نے یہ سوال پوچھ ہی لیا تھا۔

تمہیں اس میں کوئی لیٹر نہیں ملا؟" وہ تنک کر بولا تھا آخر کیوں سارہ بار بار یہ کہہ رہی تھی کہ چیزیں سلمان کی طرف سے ہیں۔

لیڑ۔۔۔۔ہاں لیٹر۔۔۔ تھا تو۔۔۔ صحیح۔۔۔۔" اس کی یاداشت کے پردے پہ قدموں میں گرا سفید کاغذ کا ٹکڑا لہرایا۔

تو۔۔؟؟" سلمان نے سوالیہ نظروں سے اسے گھورا تھا۔

بس ابھی تک پڑھا ہی نہیں۔۔۔" سارہ نے شرمندہ شرمندہ سی آواز میں غلطی تسلیم کی جبکہ سلمان اس جواب پہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔

اچھا سنو میں ولیہ سے کہتا ہوں کہ تم دونوں میری طرف سے ڈنر پہ انوائیٹڈ ہو جبکہ میں ڈنر پہ نہیں آؤں گا اور تم اسے قائل کرو گی کہ وہ پرپوزل ایکسیپٹ کرے گی۔وعدہ۔۔۔" سلمان نے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا تھا۔

پکا وعدہ۔۔۔۔۔" سارہ نے معمول کی طرح اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ دھرا تھا۔اسے یاد تھا کہ بچپن میں بھی وہ ایسے ہی وعدے کیا کرتے تھے۔

تم فرسٹ آؤ گی وعدہ؟"اور وہ یونہی نا صرف وعدہ کرتی تھی بلکہ اس نے ہمیشہ اپنا ہر وعدہ پورا بھی کیا تھا۔

اچھا اب فوراً اٹھو اور لیٹر پڑھو اس کے بعد پھر ڈنر پہ بھی جانا ہے تمہیں۔"اس نے تحکمیہ انداز میں کہا تھا۔

جی۔۔۔"وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ سلمان اب ولیہ کو فون کر کے گفٹ سے لیکر تمام روداد اس کے گوش گزار چکا تھا اور اب اس نے

سارہ کی طرح ہی ولیہ سے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ سارہ کو ہر صورت قائل کرے گی۔اپنے حصے کا کام مزے سے دونوں کو سونپتے ہوئے اس نے ڈنر کے لیے ٹیبل بک کروائی تھی اور خود مزے سے سونے چلا گیا تھا۔

***

ہائے مائی کرائم پارٹنر۔۔۔۔۔ذرا جو بدلی ہو۔"

سارہ نے جیسے ہی خط کھولا تھا ایک نظر میں پہچان گئی تھی۔اس طرز تخاطب کو بھلا وہ بھولی ہی کب تھی۔

آج بھی بلکل ویسی ہی ہو جیسی چھوڑ کے گیا تھا۔"

اسے کیسے معلوم کہ میں آج کیسی ہوں اور خود نجانے کیسا ہو گے؟؟"سارہ نے سوچا تھا۔

یاد ہے تمہیں کیسے میں ماما سے چھپ کر تمہیں کلرز اور اسکیچ بک لا کر دیتا تھا۔"وہ کیسی بھول سکتی تھی۔ڈرائنگ،پینٹنگ یہ سب اس کا جنون تھا اور اس جنون کو پورا کرنے

میں سلمان بھائی نے ہمیشہ سراہا تھا جبکہ وہ ہمیشہ اسے نت نئی چیزیں لا کر دیتا تھا اور اس کی بنائی ہوئی ڈرائنگ وہ کہاں چھپاتا تھا گھر کے کسی فرد کو بھی کانوں کان خبر نا ہو پائی تھی۔ مگر آج وہ سب ڈرائنگز اس نے سارہ کے حوالے کر دیں تھیں۔

آج بھی ماما سے چھپ کر تمہیں ایک خوبصورت سا تحفہ بھجوا رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے تم نے اپنا خواب ادھورا چھوڑ دیا حالانکہ تمہاری ہمیشہ سے مصور بننے کی خواہش رہی تھی اور بلاشبہ تم ایک کمال مصورہ ہو۔"

جب سے سلمان بھائی اور تم گئے ہو کوئی رہا ہی نہیں جو میرے اس جنون کو پورا کرنے میں میری مدد کرتا۔ ماما کو قائل کرتا کہ مجھے میرا شوق پورا کرنے دیں۔"وہ محض ایک ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گئی تھی۔

جب ہم ساتھ ہوں گے تو میرا وعدہ ہے میں اس ادھورے خواب کو ادھورا نہیں رہنے دوں گا۔"

واو۔۔۔۔تو سلمان بھائی کے بعد اب وہ بھی واپس آرہا ہے۔۔۔ مگر بچپن تو گزر گیا۔ نجانے اب ہمارے درمیان وہ دوستی برقرار رہی بھی یا نہیں۔"موبائل کی بیٹی ٹون پہ اس نے سر جھٹکتے ہوئے ولیہ کا میسج کھولا۔ ڈنر پہ ٹائم پہ پہنچنے کی تاکید کی گئی

تھی۔اس نے مسکراتے ہوئے ایک بھرپور نگاہ اس خط پہ ڈالی اور اسے الماری میں رکھنے کے بعد تیار ہونے کے لیے چلی گئی تھی۔

***

مجھے سلمان نے بہت خاص بات کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ان فیکٹ کچھ پوچھنے کے لیے۔"کافی دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد ولیہ ہی اصل مدعا پہ آئی تھی جبکہ سارہ ابھی خود میں تمام تر ہمتیں مجتمع کرنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ کس طرح بات کا آغاز کرے اور نجانے انجام کیا ہو۔ویسے تو بڑے اعتماد سے سلمان کو کہہ آئی تھی کہ اب یہ میرا مسئلہ ہے لیکن حقیقتاً ولیہ کے ردعمل سے شدید خوفزدہ بھی تھی۔اس کو قائل کرنا واقعی بہت مشکل کام تھا۔

مجھ سے کچھ پوچھنے کے لیے ؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔ہاں پوچھو۔۔۔۔۔"پہلے وہ حیران ہوئی تھی مگر پھر یہ سوچ کر خود کو تسلی دی کہ شاید انھوں نے کوئی بہانہ بنایا ہو۔

....

تم نے اپنے کزن کا لیٹر تو پڑھ ہی لیا ہو گا۔۔۔"ولیہ کو بھی ایک پل کے لیے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ ساری سے کیا بات کرے۔

لیٹر؟؟؟ مگر اس لیٹر میں تو کچھ بھی خاص نہیں تھا۔"اسے لیٹر کے ذکر پہ خاصی حیرت ہو رہی تھی۔

بدھو۔۔۔کوئی اتنی دور سے تمہیں خط اور تحفے تحائف بھجوا رہا ہے تو یقینا کچھ خاص ہی بات ہو سکتی ہے۔"ولیہ کا دل چاہا کہ سارہ کو ایک آدھ تھپڑ تو رسید کر ہی دے جو ویسے تو کتابیں پڑھ پڑھ کر عالم فاضل بن چکی ہے مگر کسی کے بھجوائے تحفے تحائف کو عام بات تصور کیے بیٹھی ہے۔

خاص بات۔۔۔کیا خاص بات؟"سارہ نے اچنبھے سے پوچھا۔

خاص بات کیا ہوتی ہے سارہ"جواب میں ولیہ نے بھی الٹا سوال پوچھا تھا۔

یار ہم لوگوں نے بہت خوبصورت بچپن ساتھ گزارا ہے۔ تمہیں سلمان بھائی کی نیچر سے آئیڈیا ہو ہی گیا ہو گا۔ دونوں ہی بہت کیئر نگ ہیں۔" سارہ ان کے خلوص کی سچے دل سے قدر کرتی تھی۔

ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں ہے ویسے۔" جس طرح سلمان اس کے مسئلہ کے حل کے لیے پیش پیش رہا تھا ولیہ خود بھی اس سب کی قائل ہو گئی تھی۔

"اگر اتنا اچھا انسان آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہے تو آپ کا جواب کیا ہونا چاہیے ؟"

میرے خیال سے تو انکار کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا۔" سارہ نے اپنی دانست میں سلمان اور ولیہ کے حوالے سے سوال پوچھا تھا جبکہ ولیہ کو اس کو اپنے طور پہ مخلصانہ مشورے سے نواز رہی تھی۔

....

تو اس کا مطلب ہے کہ اگر سلمان بھائی تمہارے لیے اپنا پرپوزل بھیجیں تو تم انکار نہیں کرو گی۔ رائٹ؟" آخرکار سارہ نے بلی کو تھیلے سے باہر نکال ہی لیا تھا۔

واٹ۔۔؟؟ آر یو۔۔۔۔ آر یو میڈ؟؟" جواباً ولیہ کی رگیں تن گئیں تھیں۔

تم نے ہی ابھی کیا تھا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔اچھا چھوڑو۔۔۔۔۔ تم مجھے انکار کا کوئی معقول جواز پیش کردو۔ میں سلمان بھائی کو بھی پیچھے ہٹنے پہ مجبور کردوں گیں۔"

کیا یہ جواز کافی نہیں کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی؟" اب کی بار وہ قدرے نرم لہجے میں بولی۔

نہیں۔۔ بلکل بھی نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ جب سے تمہارا وہ مسئلہ حل ہوا ہے تو اب شادی نا کرنے کا بھی کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا۔" سارہ یہ مشن کامیاب ہوتا مشکل ہی نظر آرہا تھا پھر بھی اس نے کوشش جاری رکھی۔

....

تمہیں اس حوالے سے سوچنا چاہیے ولیہ۔زندگی تنہا نہیں گزاری جاسکتی۔آخر کیوں انکار کر رہی ہو؟"

میرے بابا بھی تو دنیا کے سب سے اچھے انسان ہیں۔ایک دنیا ان کے اعلی اخلاق کی معترف۔اور تمہیں پتہ ہے اس دن نانی اور خالہ کیا کہہ رہیں تھی۔فرشتہ صفت انسان۔۔۔۔۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔۔۔۔۔فرشتہ۔۔۔۔۔۔۔کوئی یقین کرے گا کہ اس شخص نے پورا بچپن اپنی اکلوتی بیٹی کو اپنے پیار سے محروم رکھا۔وہ بچی جس کی ماں اس دنیا سے جاچکی تھی اور جس کے پاس ایک واحد سہارا تھا باپ کا۔۔۔۔۔۔۔اور وہ۔۔۔وہ واحد سہارا۔۔۔وہ بھی کہیں نہیں تھا۔۔۔۔جانتی ہو تنہائی کیا ہوتی ہے؟؟"دو آنسو اس کی آنکھ سے لڑھک کر گال پہ بہہ گئے۔

میں کسی بھی شخص پہ اعتبار نہیں کرسکتی۔کسی پہ بھی نہیں۔کوئی بھی مرد اعتبار کے قابل نہیں ہوسکتا۔"سختی سے حال رگڑتی وہ مضبوط لہجے میں اپنا اٹل فیصلہ سنا چکی تھی۔

....

اگر ایسا ہی تھا تو شرجیل سے زرغون کی شادی کروانے کی اتنی تگ و دو کیوں کی؟ تمہیں کیوں لگا کہ زرغون کے لیے وہ ایک مضبوط سہارا ثابت ہو گا؟ جو چیز اتنی بری ہے تو دوسروں کو اس کے مشورے کیوں دیتی پھرتی ہو؟ نیلم کو بھی لاکھ شکوے ہوتے ہیں جواد بھائی سے۔۔۔ اور ہم سب جانتے ہیں کہ زیادہ قصور اسی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جواد بھائی کو ڈیفینڈ کیوں کر رہی ہوتی ہو؟ تم بھی اسی دنیا کا حصہ ہو جس کا ہم سب ہیں۔ دوسروں کے لیے جو چیز صحیح ہے وہ تمہارے لیے بری، خراب اور غلط ہے۔ یہ دوہرے معیار کیوں بنا لیے تم نے؟" سارہ کا دل اس کی تکلیف پہ پھٹ پڑنے کو تھا مگر وہ خود کو کسی طور کمزور پڑنے نہیں دے سکتی تھی۔ اگر اس وقت وہ بھی جذبات کی رو میں بہہ جاتی تو شاید ولیہ کو کبھی قائل نا کر سکتی۔

ولیہ تم زرغون کو کیا کہتی تھیں کہ یہ وقت بار بار موقع فراہم نہیں کرتا۔۔۔ آج میں بھی تمہیں یہی مشورہ دوں گیں۔ تمہیں سوچ سمجھ کے فیصلہ کرنا چاہیے۔ مجھے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا۔" وہ اسے ڈھیر ساری سوچوں کے سپرد کرتی گھر آ گئی تھی جہاں ایک امتحان اس کا بھی منتظر تھا۔

***

....

وہ ایک خاص ٹاپ پہ ریسرچ ورک کر رہی تھی۔کافی دنوں سے پے در پے ہونے والے واقعات کے باعث اسے موقع ہی نا مل سکا تھا۔

نائلہ بیگم کافی کا کپ اس کے پاس رکھ کر وہی قریب بیٹھ گئیں تھیں۔سارہ نے ایک نظران کے چہرے پہ ڈالی۔خاصی متذبذب کا شکار نظر آرہیں تھیں۔

ماما کیا پھر سے کوئی بات ہوئی ہے گھر میں۔۔۔؟"اس طرح اچانک مخاطب کرنے پہ وہ چونک سی گئیں تھیں جیسے کسی گہری سوچ میں خلل پیدا ہوا ہو۔

انہوں نے بے بسی سے سارہ کی طرف دیکھا تھا۔انہیں سارہ کے رد عمل کا کچھ کچھ اندازہ تو تھا ہی۔اور جبکہ سارا قصور ہی ان کا تھا کہ سارہ کو اس سب سے بے خبر رکھتی آئیں تھیں۔اور ان کی اسی کوتاہی پہ آج سلمان اور ان کا بھائی بھی ان سے ٹھیک ٹھاک خائف تھے۔

سارہ اگلے مہینے شاہنواز آرہا ہے۔"انہوں نے تمام تر ہمت مجتمع کر کے بات کا آغاز کیا۔

اور آپ پریشان ہیں تو یقینا مامی نے پھر سے چھوٹے گھر کا رونا روتے ہوئے ہمیں یہاں سے جانے کا سندیسہ بھیجا ہو گا۔مجھے سمجھ نہیں آتی جب میں آپ کو کہہ رہی ہوں کہ ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے شفٹنگ کا تو پھر آپ کیوں مزید یہی رہنا چاہتی ہیں؟"اپنی

قیاس آرائی سے فرصت ملی تو نائلہ بیگم کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کرنے لگی جہاں صاف لکھا نظر آرہا تھا کہ بات کچھ اور ہی ہے۔

تمہاری مامی کو جب خبر ہوئی تو اس گھر میں طوفان لائیں گیں وہ۔۔۔۔"انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا تھا۔

ماما بتائیں کیا بات ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔۔بتائیں گیں تبھی کوئی حل نکلے گا نا۔ کہی آپ مامی کے متوقع ردعمل کا سوچ کے تو نہیں پریشان ؟"اس نے اپنی تئیہ پھر اندازہ لگانے کی کوشش کی

ان کی بار مجھے ان کی کوئی ٹینشن نہیں کیونکہ وہ بھائی صاحب کا مسئلہ ہے۔"

تو پھر ان کیا ٹینشن ہے ؟"وہ جلد از جلد اس بات کی تہہ تک پہنچا چاہ رہی تھی جبکہ نائلہ بیگم کا بات کو مزید لمبا کھینچنے کا پروگرام تھا۔

تمہیں اپنی ماں پہ کتنا بھروسہ ہے سارہ ؟"انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے سارہ سے پوچھا تھا۔

ماما سچ تو یہ ہے کہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ بھروسہ آپ پہ ہی پہ ہے۔"اس کے لہجے سے سچائی کے ساتھ ساتھ محبت بھی خوب چھلک رہی تھی۔

....

بس پھر اس بات کی بھی تسلی رکھنا کہ تمہاری ماں تمہارے لیے کوئی بھی غلط فیصلہ کر ہی نہیں سکتی۔"

فیصلہ ؟؟کیسا فیصلہ ؟"اسے اب جا کے احساس ہوا تھا کہ معاملہ خاصا پیچیدہ بھی ہو سکتا ہے۔

جب شاہنواز یہاں سے جا رہا تھا تو تمہارے ماموں نے مجھ سے شاہنواز کے لیے تمہارا"۔۔۔۔۔۔انہوں نے لمحہ بھر رک کر اس کے ششدر چہرے پہ ایک نظر ڈالی اور سلسلہ کلام وہی سے جوڑا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"تمہارا ہاتھ مانگا تھا۔انہوں نے شاہنواز سے بھی یہ وعدہ کیا تھا بلکہ وہ روز اسے یہ وعدہ یاد دلاتے رہیں ہیں اور اب وہ اسی وعدے کی تکمیل کے لیے آ رہا ہے۔"سارہ کے چہرے کے رنگ تک اڑ گئے تھے۔ ماں باپ کتنی آسانی سے اپنے فیصلے سنا دیا کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اولاد سے اولاد ہونے کی بہت بڑی قربانی مانگ لیتے ہیں۔

اس نے بہت چھوٹی عمر سے اس رشتے کو قبول کر لیا تھا جبکہ تمہاری تمام تر توجہ پڑھائی پہ مرکوز رہے تبھی میں نے تمہیں اس سب سے بے خبر رکھا۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ اگر تم انکار کرو گی تو یہ شاہنواز کے ساتھ بہت زیادتی ہو گی۔

یادرکھنا سارہ وہ لوگ اتنی شاندار شخصیت کے مالک ہیں کہ انہیں تم سے بہتر اور بہتر سے بہتر رشتہ مل سکتا ہے مگر یہ صرف تمہارے ماموں کی محبت تھی کہ انہوں نے تمہارے بہترین مستقبل کے بارے میں سوچا۔ مجھے تمہاری شادی کرنی ہی تھی۔ کہی بھی بیاہتی ہمیشہ اس خوف کے زیراثر رہتی کہ نجانے کیسے لوگ ہوں۔۔۔ کیا خبر میرا فیصلہ درست ہو بھی یا۔۔۔۔۔ لیکن اب مجھے بہت تسلی رہے گی۔

اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔ آمین۔ یادرکھنا کہ اس رشتہ میں تمہاری ماں کی خوشی اور سکون شامل ہے۔ بلکہ میں یہ کہوں گی کہ تمہاری بھی خوش نصیبی ہے اور خوشیاں قسمت کا در بار بار نہیں کھٹکھٹاتی۔ اس لیے کفران نعمت مت کرنا۔"

سارہ کو کچھ دن پہلے ولیہ سے کہی گئیں باتیں یاد آ گئیں تھیں۔

***

ولیہ سارہ سے ملاقات کے بعد خاصی ذہنی انتشار کا شکار تھی۔ دل کسی صورت ماننے کو تیار ہی نا تھا۔ اسے سلمان سے کوئی شکایت نہیں تھی۔ اور جس طرح وہ اس کی مدد کرتا رہا تھا وہ واقعی سلمان کی دل سے عزت کرنے لگی تھی۔

....

تھکے تھکے قدموں سے دروازہ بند کرتی وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ قریشی صاحب کے کمرے سے آتی آوازوں پہ ٹھٹھک کر رک گئی۔

کون آیا ہوگا۔" دل میں سوچتے ہوئے اس نے بنا چاپ پیدا کیے ان کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ان کا کمرہ ولیہ کے کمرے سے چند قدم کے فاصلے پہ تھا۔

وہ تو بچی ہے ناسمجھ۔ آخر یہ سب کب تک چلتا رہے گا۔" کمرے سے نانو کی آتی آواز نے اسے وہی کھڑے رہنے پہ مجبور کر دیا تھا۔

مجھے معلوم ہے کہ قصوروار میں ہی ہوں۔۔۔ مگر"۔۔۔۔۔۔وہ کچھ دیر کے توقف کے بعد بولے۔۔۔۔۔" مگر اب فاصلے اتنے بڑھ گئے ہیں کہ میں چاہ کے بھی نہیں سمیٹ پا رہا۔" وہ انتہائی شکست زدہ دکھائی دیئے۔

وہ تو معصوم بچی تھی۔ ہر آہٹ پہ منتظر کہ شاید اس کے باپ کو اس کا بھی خیال آجائے۔یہ فاصلے بھی تو سراسر تم نے ہی بڑھائے ہیں۔" وہ شاید آج اس بات کو کسی منطقی انجام تک پہنچانے کی غرض سے آئیں تھیں۔

آپ کو معلوم نہیں۔ میرا درد بھی تو کوئی سمجھے۔میں نے بھی اکیلے کتنا کرب سہا ہے۔کتنا مشکل تھا وہ سب میرے لیے۔اور میرے ساتھ کون تھا؟۔کوئی بھی

نہیں۔"انہوں نے کرب سے آنکھیں میچی۔ان لمحوں کی اذیت آج بھی ویسے ہی محسوس ہو رہی تھی۔

تو تمہیں لگتا ہے کہ اس کی ماں تمہیں معاف کر دے گی۔ بروز محشر دست گریبان نہیں ہو گی کہ بتاو کیوں یہ سلوک کیا میری بچی کے ساتھ۔"ان کے الفاظ بلاشبہ انتہائی سخت تھے مگر مقصد ان کو اس خول سے باہر نکالنا تھا جو کہ اتنا پرانا ہو گیا تھا کہ زنگ آلود۔

وہ وقت۔۔۔۔کوئی بھی نہیں تھا میرے پاس۔۔۔۔۔کوئی بھی نہیں۔۔۔۔۔جب ڈاکٹر نے ایک چھوٹی سی بچی کو اس خبر کے ساتھ میری گود میں ڈالا تھا کہ میری بیوی اس دنیا سے جا چکی ہے۔

بتائیں میں کیا جشن مناتا۔۔۔۔ہونہہ۔۔۔۔جس کے سہارے پوری زندگی بتانی تھی اس کا ساتھ محض چند لمحوں کا ہو گا میں نے تو خواب میں بھی نا سوچا تھا۔

آپ جانتی ہیں کوئی بھی نہیں رہا تھا میرا۔۔۔۔جیسے دنیا اندھیرے ہو گئی ہو۔۔۔۔میں تو اس سانحے کے بعد خود کو ہی نا سنبھال سکا۔ولیہ کو کیا خاک سنبھال پاتا۔"وہ خاموشی سے سب سنتی جا رہیں تھیں بلکہ وہ چاہتیں تھیں کہ آج وہ وہ سب

بول دیں جو اتنے سالوں سے خود میں سموئے دل پہ کسی بوجھ کی طرح دھرے جیے جا رہے تھے۔اس سب کا کہہ دینا بہت ضروری تھا۔

میں نے بہت کوشش کی کہ میں اس کے پاس جاوں۔اسے خود اٹھاوں۔۔۔وہ سب لاڈ پیار۔۔۔۔۔۔۔مگر۔۔۔۔۔۔۔میں جب بھی اس کے پاس جاتا اس کے نین نقش میرا ہر زخم اڈھیرتے چلے جاتے۔

تھکتا جارہا تھا میں بھی۔اور آخر کار تھک ہار کر ایسے جینے لگا جیسے وہ کہی بھی نا ہو۔۔۔۔۔۔جیسے کوئی سانحہ گزرا ہی نا ہو۔۔۔۔۔جیسے کوئی سحر تھا جو کہ ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔۔۔اور پھر۔۔۔۔۔۔۔پھر میں وہی پہنچ گیا جہاں سے میں چلا تھا۔''ولیہ خاموشی سے کمرے میں واپس آگئ تھی۔

اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ کس کو الزام دے۔کس کو قصور وار ٹھہرائے۔شاید جو قصور وار تھے وہ اپنے منطقی انجام کو جا پہنچے۔قدرت نے شاید کب کا انصاف کر دیا تھا۔

اب جو بھی سزا وہ لوگ خود کو دے رہے تھے وہ ان کی خود کی تجویز کردہ تھی۔

اس کا دل ایک دن شکووں سے خالی ہوتا محسوس ہوا۔جب اس نے خود کو قریشی صاحب کی جگہ رکھ کر سوچا تو سب دھند خود بخود چھٹتی چلی گئ تھی۔

....

تمام سوالوں کے جوابات خود بخود ملتے چلے گئے تھے۔

ولیہ قریشی صاحب کی طرح ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو کسی کے کیے کی سزا کسی اور کو دیے جاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ ایک مضبوط اعصاب کی مالک لڑکی تھی جسے ہر مسئلے کا حل نکالنا آتا تھا۔ وہ بچپن سے ہی اپنے مسائل کا حل نکالنے کی عادی تھی۔ اس نے آن کی آن میں فیصلہ کیا تھا کہ آنے والی صبح میں زندگی اب تک کی زندگی سے یکسر مختلف ہوگی۔ اسے قریشی صاحب پہ بھی ترس آیا تھا جو اس کی ماں کی وفات کے بعد سے خود پہ اپنی زندگی تنگ کر کے جیے چلے جا رہے تھے۔ ولیہ نے تو زندگی میں کئی طرح سے رنگینیوں کو کھوجنے کی کوشش کی تھی جبکہ وہ اپنی زندگی کے تمام تر رنگ کھو چکے تھے۔

اس گھر میں اترنے والی صبح بہت ہی خاص ہوگی۔ بہت ہی ہلکی پھلکی۔۔۔۔۔ جیسے اس گھر کے مکین ہو گئے تھے۔۔۔۔ ہر غم سے آزاد۔۔۔۔ بلکل ہلکے پھلکے۔۔۔۔۔،

***

تم خوش نہیں ہو سارہ؟؟" وہ اس وقت ٹیرس پہ کھڑی تھی۔ دور کہی کسی گہری سوچ میں گم۔ جبکہ سلمان اس وقت لان میں چہل قدمی کی غرض سے آئے تھے۔ اسے سوچوں میں گم کھڑے پایا تو اوپر ان لوگوں کے پورشن میں آگئے تھے۔

ویسے بھی اس وقت خاصے مطمئن ہو کر بات کر سکتے تھے کہ امی کو وہ خود دوائی کھلا کر آئے تھے۔اور اب وہ دوائی کے زیر اثر گہری نیند سوئیں ہوئیں تھیں۔

خوش۔۔۔۔۔"اس نے ایسے ہی لفظ کو دہرایا۔یہ وہ سوال تھا جو اس نے ابھی تک خود سے نہیں پوچھا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ پھپھو نے تمہیں لاعلم رکھ کے غلط کیا۔"وہ سچ مچ نائلہ بیگم سے خائف تھا تبھی فوراً سے شکوے کو زبان پہ لے آیا تھا۔

اگر میں انکار کر دوں تو؟؟۔۔۔۔۔کیا کوئی ہے جو میرا ساتھ دے گا؟"یہ وہی سوال تھا جو وہ خود سے کئی بار کر چکی تھی۔

میں کیسے تمہارا ساتھ دوں جبکہ اپنے بھائی کی پل پل کی کیفیت سے واقف ہوں۔تم جانتی ہو ابا نے بہت چھوٹی عمر سے ہی اسے یہ سبق پڑھایا شروع کر دیا تھا کہ تم اس کی ذمہ داری ہو۔جس رشتے کا تمہیں آج علم ہو رہا ہے وہ اس رشتے کو نجانے کب سے نبھاتا چلا آرہا ہے۔

اس دن امی سے لیپ ٹاپ پہ بات کر رہا تھا۔صرف ایک جھلک نظر آئی تھی اسے تمہاری۔۔۔۔صرف ایک جھلک۔۔۔۔اور وہ گھنٹوں مجھ سے تمہاری باتیں کرتا آیا تھا۔"سارہ دم بخود سی سنے جا رہی تھی یہ کیسا انکشاف تھا کہ اپنی ذات تو کبھی خود اس

کے لیے کوئی خاص اہمیت نا رکھتی تھی اور کئی میلوں کے فاصلے پہ محیط ایک شخص تھا جو مسلسل اسے سوچے جا رہا تھا۔

بیٹا میں نے ہمیشہ تمہارا ساتھ دیا ہے اور میں اب بھی زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے تم میں اور سائرہ میں کبھی فرق نہیں رکھا۔ بلکل تم میرے دل کے زیادہ قریب رہی ہو کیونکہ اس سے پہلے تم میری تمام تر توجہ اور محبت کا مرکز بنی رہی تھیں۔ ہاں مگر میں پھپھو کو اس سب کے لیے کبھی معاف نہیں کر سکوں گا۔ جنہوں نے انتہائی خود غرضی کا مظاہرہ کیا کہ تمہیں صرف اس لیے لاعلم رکھا تا کہ تمہاری اسٹڈیز ڈسٹرب نا ہو جائیں جبکہ میرے بھائی کی پوری زندگی ڈسٹرب ہونے پہ آگئی ہے۔" ان کے لہجے سے محبت بھری خفگی نمایاں تھی۔ سارہ نے ایک نظر ان کے چہرے پہ ڈالی تھی جہاں تفکر کے جال ہر سو پھیلے ہوئے تھے۔

کیا اتنا آسان ہے فیصلہ کرنا؟" وہ ایسے ہی سر اٹھائے مدد طلب نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے بچپن میں وہ ان سے ہر کام کرنے سے پہلے رائے مانگا کرتی تھی۔

زندگی کب آسان ہوتی ہے بچے؟ اس کے فیصلے کب آسان ہوتے ہیں؟ جیسے تم گئی تھی اس دن ولیہ کو قائل کرنے۔ تمہارے دل میں ایک خواہش تھی کہ وہ مان جائے

کیونکہ تم جانتی تھیں کہ اس کا انکار مجھ پہ کیا قیامت ڈھائے گا۔ بلکل اسی طرح آج میں ہوں تمہاری جگہ۔۔"ایک تلخ سی مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پہ آکر ٹھہر گئی تھی۔

وہ واپس اپنے کمرے میں آگئے تھے جبکہ سارہ۔۔۔۔سارہ کیا سوچتی اور کیا فیصلہ کرتی۔ یہ سب کچھ اس قدر غیر متوقع تھا کہ اس سب کے بعد وہ مسلسل غائب دماغی کا شکار تھی۔اس کے دل نے نا انکار کیا تھا اور نا ہی اقرار۔۔۔۔،

اس کی یاداشت میں محفوظ تھا بھی تو بس بچپن کا شاہنواز۔

اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو چکی تھیں۔خالصتاً ایک غیر مرئی نقطہ تھا جیسے کب تک سوچتی رہتی۔ ہر طرح کی فلموں سے خود کو آزاد کرتی اور سب کچھ حالات پہ چھوڑتی اس نے اپنی تمام تر توجہ پڑھائی پہ مرکوز کر دی تھی۔

....

#Kuch_rang_zindagi_k by #Bint_e_Syed

(ایک مہینے بعد)

"ماما آپ کو کچھ نہیں ہو گا یار آپ ٹھیک ہو جائیں گیں اور تب جا کر دھوم دھام سے اپنی بہو لے آیئے گا۔" صفیہ بیگم کی کیمو تھراپی شروع ہونے والی تھی مگر ان کی ایک ہی ضد تھی کہ پہلے بہو گھر لائی جائے جبکہ شرجیل اور کمال صاحب اس سب کے حق میں فی الحال بلکل نہیں تھے۔

"دیکھیں اتنی جلدی کیوں مچانا چاہ رہی ہیں آخر آپ؟ بچی خیر سے اس گھر کی بہو ہے۔ شرجیل کے نکاح میں ہے کبھی بھی رخصت کر کے لے آئیں گیں۔ آپ علاج۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ تو رہنے ہی دیجیئے کمال صاحب۔ یہ میرا اور میرے بیٹے کا معاملہ ہے۔" انہوں نے استفہامیہ نظروں سے شرجیل کی طرف دیکھا۔

"ماما میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ آپ پہلے مکمل صحت یاب ہو جائے۔ پہلے ہی علاج میں اتنی تاخیر ہو گئی ہے۔" اس کے لہجے میں شدید بے بسی تھی۔ ایک ڈاکٹر ہونے کے ناطے وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سب مریض کے لیے کتنا نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

"نہیں میری خواہش کا کی تکمیل کے بغیر یہ علاج ممکن نہیں۔" انہوں نے ویل چیئر کا رخ موڑتے ہوئے واضح اعلان کیا تھا کہ ان کا آخری فیصلہ ہے۔ اب وہ چلنے پھرنے سے بلکل قاصر تھیں لہذا ویل چیئر کی ہو کر رہ گئیں تھیں۔

"تو ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کی مرضی۔ مگر اس کے بعد میں آپ کی ایک نہیں سنوں گا۔" اس نے ہار مانتے ہوئے بلا آخر رضامندی دے ہی دی تھی۔

اس پورے عرصے کے دوران اس کا زرغون سے ایک بار بھی رابطہ نا ہو پایا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ زرغون اس رشتے کو قبول کر بھی پائی ہے یا نہیں۔ مستقبل کے حوالے سے وہ کچھ زیادہ خوش گمان نہیں تھا تبھی فرار کے راستے ڈھونڈ رہا تھا مگر اب اپنی ماں کے علاج میں تاخیر بھی اسے کسی طور منظور نہیں تھی۔ تبھی سب کچھ حالات پہ چھوڑتے ہوئے اس نے رخصتی کے لیے حامی بھر لی تھی۔

اور فصیحہ بیگم بھی ایک ہفتے کے اندر اندر بہو لانے کی تمام تیاریاں مکمل کیے بیٹھی تھیں بس شرجیل کی ہاں کی دیر تھی ہر چیز وہ پہلے سے پلین کیے بیٹھی تھیں جبکہ شرجیل نے مکمل طور پر خود کو بزنس اور اپنی جاب میں مصروف کر لیا تھا۔ وہ کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ اس وقت سب سے پہلی ترجیح فصیحہ بیگم کا علاج تھا اور اس کی خاطر تو پہلے بھی چپ چاپ کسی سے بھی شادی کے لیے رضامند ہو گیا تھا۔

دونوں گھروں کے مکین فی الحال اس رخصتی کے حق میں نہیں تھے مگر فصیحہ بیگم کی ضد کے آگے سب نے ہی خاموشی اختیار کر لی تھی۔

البتہ ہر ممکن کوشش کی گئی تھی کہ انتہائی سادگی کے ساتھ رخصتی کر دی جائے جبکہ فصیحہ بیگم اپنے اکلوتے بیٹے کی شادی انتہائی دھوم دھام سے کروانا چاہتی تھیں مگر اس خواہش سے پیچھے ہٹ گئیں تھیں۔ وہ بس علاج سے پہلے اپنے بیٹے کے چہرے پہ وہ رونق دیکھنا چاہتی تھیں جو کبھی اس کے چہرے کا خاصا ہوا کرتی تھی۔

***

ولیہ اور سلمان کی دوستی اس ایک مہینے میں خاصی گہری ہو چکی تھی کیونکہ وہ دونوں ہی اس وقت خاص مشن پہ کام کر رہے تھے جبکہ شادی کے متعلق ان کی کوئی بھی بات نا ہوئی تھی۔ سلمان نے فی الحال اپنی امی کو بھی بات آگے بڑھانے سے روک دیا تھا۔ بہانہ تو اس نے یہی گھڑا تھا کہ جب شاہنواز اور سائرہ آ ہی رہے ہیں تو پھر ان کے سامنے ہی بات آگے بڑھائی جائے۔

اس وقت بھی ولیہ اور سلمان شاہنواز اور سائرہ کے پاکستان آنے سے متعلق سب پلاننگز ترتیب دے رہے تھے جب ولیہ کا فون بجنے لگا تھا۔

"اس وقت شرجیل کیوں فون کر رہا ہے؟" خود کلامی کے انداز میں کہتے اس نے موبائل کان سے لگایا تھا۔

"ہیلو۔اسلام و علیکم۔"شرجیل کی پریشان سی آواز موبائل اسپیکر پہ ابھری تھی۔

"وعلیکم السلام۔شرجیل سب خیریت۔۔؟؟"اس کی پریشان آواز سن کر ولیہ بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"ہاں۔۔۔کیا ہم مل سکتے ہیں۔مجھے تم سے ضروری ملنا ہے۔بلکہ ابھی ملنا ہے۔تم اس وقت کہاں ہو؟"

"چلو ٹھیک ہے تم یہی آجاو۔۔"ولیہ نے اسے لوکیشن بتاتے ہوئے فون بند کیا۔

"یہ شرجیل وہ ہی ہے نا۔وہ لڑکی زرغون۔۔۔۔"سلمان نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔۔ہاں وہی ہے۔"ولیہ نے اس کی مشکل آسان کی۔

"چلو پھر میں چلتا ہوں۔"سلمان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہو سکتا ہے اس نے کوئی پرسنل بات کرنی ہو۔"ولیہ کے چہرے پہ پھیلتی حیرت کو دیکھتے ہوئے اس نے مزید وضاحت دی۔جبکہ ولیہ محض سر ہلا کر رہ گئی تھی۔شرجیل کی پریشان آواز نے اسے صحیح معنوں میں جھنجھلا کر رکھ دیا تھا۔اس کے آنے تک وہ خود سے کئی اندازے لگا چکی تھی۔

کچھ ہی دیر کے بعد وہ اس کے سامنے تھا۔

"افففف۔۔۔۔شرجیل ہر وقت منہ پہ بارہ کیوں بجے ہوتے ہیں آخر؟؟پہلے زرغون کو حاصل کرنا ایک مسئلہ تھا تو سمجھ آتی تھی یہ پریشانی۔۔۔ مگر اب۔۔۔۔"وہ سچ میں عاجز آچکی تھی۔

"ہونہہ۔۔۔۔تمہیں لگتا ہے کہ میں اسے حاصل کر چکا ہوں۔ تمہیں واقعی لگتا ہے کہ سب مسائل کا حل نکل آیا ہے؟"شرجیل اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"آئی نو ٹاسک تھوڑا مشکل ہے مگر اتنا بھی نہیں ہے اور اب تک قسمت تمہارا ساتھ دیتی آئی ہے ان شاءاللہ آگے بھی سب اچھا ہو گا۔"اسے پورا یقین تھا کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔

"ماما جلد از شادی کرنا چاہتیں ہیں۔"ولیہ نے اس کے ماتھے پہ پڑنے والے بلوں کو پر سوچ نظروں سے دیکھا۔

"شرجیل تم اس پہ بات پہ پریشان ہو رہے ہو جبکہ مجھے لگتا ہے کہ وہ بلکل ٹھیک کر رہی ہیں۔"ولیہ کو اس کی پریشانی پہ حیرت ہوئی تھی۔

"ہاں تم تو یہی کہو گی ان فیکٹ سب کو یہی ٹھیک لگ رہا ہے۔ بٹ واٹ اباؤٹ می؟ اس کی نفرت کا سامنا تو صرف مجھے ہے نا۔" اب کی بار اس نے دل کی بھڑاس نکالی۔

"بات صرف یہ ہے کہ تم کمزور پڑ رہے ہو۔ ہمت ہار رہے ہو۔ دیکھو جو ابھی ہوا نہیں ہے تم اسے لیکر ابھی سے پریشان ہو۔ کبوتر کی طرح سے بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لینا یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔" وہ حقیقتاً کمزور پڑتا جا رہا تھا۔

ولیہ اس کی سچویشن سمجھ رہی تھی مگر جو بھی تھا اس کا سامنا تو کرنا ہی تھا اور شادی میں تاخیر تو ہرگز بھی اس مسئلے کا حل نہیں تھا۔

"جو ہوا نہیں ہے وہ ہونے تو والا ہے نا۔" وہ اس وقت ایک ننھے بچے کی طرح سہما دکھائی دے رہا تھا جو آنے والے وقت سے ڈر کر کہیں چھپ جانا چاہتا ہو۔

اس سے تو ایک لمحہ بھی زرغون کی نفرت برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔ نیلم کے ولیمہ پہ ہونے والی ملاقات بار بار آنکھوں کے سامنے آ جاتی تھیں۔ اس کے لہجے میں اس کے الفاظ میں بے پناہ نفرت تھی۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتی نفرت آج بھی شرجیل کے دل کو لہولہان کیے دیتی تھی اور شادی کے بعد تو پل پل اس نفرت کا سامنا ہونا تھا۔

"شرجیل سب وقت پہ چھوڑ دو۔ یہ نکاح ہو جانا بھی تو ناممکن تھا مگر دیکھو ہو گیا نا۔"

ولیہ کو اپنے پاس الفاظ کی قلت محسوس ہو رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کن الفاظ میں شرجیل کو حوصلہ دے سکے۔

"تم ایک بار اس سے بات کرو۔ وہ کیا چاہتی ہے ؟اگروہ۔۔۔اگروہ۔۔۔" اپنی بات ادھوری چھوڑتے ہوئے سر ہاتھوں میں گرا کر بیٹھ گیا تھا۔

"اگروہ کیا؟؟" ولیہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ بار ہا ہمت پیدا کرنے کے بعد بھی وہ یہ نہیں کہہ سکا تھا کہ اگروہ شادی کو ختم کرنا چاہتی ہے تو وہ اس کے فیصلے کا احترام کرے گا۔

اس نے محض کندھے اچکانے پہ اکتفا کیا تھا۔ اسے محسوس ہوا تھا جیسے یہ سب بحث بے کار ہو اور اس کے بعد وہ خاموشی سے گھر واپس آگیا تھا۔

***

صفیحہ بیگم نے اپنے تمام ارمان پورے کیے تھے۔ مایوں سے ایک دن پہلے انہوں نے مایوں مہندی کا جوڑا اور تمام تر دوسری چیزیں ولیہ وغیرہ کے ہاتھ بھجوادیں تھیں۔ جواد وعدے کے مطابق نیلم کو آزاد کشمیر لے آیا تھا۔ جبکہ ولیہ سلمان اور سارہ نائلہ بیگم کے ہمراہ آزاد کشمیر پہنچ گئے تھے۔

صفیحہ بیگم نے اپنے سب ارمان پورے کرتے ہو بالآخر اسے شرجیل کے کمرے تک پہنچا کر ہی سکون کا سانس لیا تھا اور اس سب میں وہ مزید کتنا ڈاون ہو گئیں تھیں اس کا اندازہ انہیں اب ہو رہا تھا۔

شرجیل انتہائی کنفیوز سا اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ نا ہمت اسے مخاطب کرنے کی اور نا ہی الفاظ۔ وہ تو اس کی طرف دیکھ تک نہیں رہی تھی۔ جب سے وہ کمرے میں آیا تھا زرغون کی نگاہیں جیسے دائیں طرف رکھے ڈیکوریشن پیس پہ چپک سی گئیں تھیں۔ اس کے چہرے پہ پھیلی انتہا درجے کی سنجیدگی شرجیل کو پیش رفت کی اجازت دیتی نظر نا آتی تھی۔ اس نے خاموشی سے ایک نازک سی ہارٹ شیپڈ رنگ جس کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے قیمتی نگینے جڑے تھے اور درمیان میں ایک خوبصورت ڈائمنڈ تھا اس کے سامنے رکھ دی تھی جبکہ زرغون نے اس بیش قیمت رنگ پہ ایک نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارہ نا کی تھی۔

وہ محض ایک ٹھنڈی آہ بھر کے رہ گیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھولتا کسی نے دروازے پہ دستک دی تھی اور اس دستک کی آواز وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

جی؟؟"شرجیل نے دروازہ کھولا تھا جبکہ سامنے گھریلو ملازمہ کپکپاتے لب و لہجے کے ساتھ صفیحہ بیگم کی بگڑتی طبعیت سے آگاہ کیا تھا۔جو ہوش و خرد سے بیگانہ بیڈ پہ ڈھے سی گئی تھیں۔

صفیحہ بیگم کی انتہائی بگڑی حالت کے پیش نظر فوری طور پہ آئی سی یو میں داخل کر لیا گیا تھا۔

کمال صاحب نے شرجیل کو گھر بھیجنا چاہا تھا مگر وہ اس کیفیت کو دیکھتے ہوئے فورس نا کر سکے تھے۔

زرغون ابھی تک دلہن کا روپ دھارے اس کشمکش میں مبتلا تھی کہ اسے باہر جانا چاہیے یا نہیں۔

ایک شور سا اٹھا تھا جیسے کوئی طوفاں ہو کر گزرا ہو مگر اس کے بعد کا سناٹا انتہائی وحشت زدہ تھا۔جو کچھ ہوا تھا وہ اس سب سے بلکل لاعلم تھی۔اور نا ہی کوئی اس کے پاس کسی قسم کا پیغام لے کر آیا تھا۔

اسے کسی کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز آرہی تھی۔دروازہ کھلا تھا اور کوئی اس کے پاس آ کے کھڑا ہو گیا تھا مگر اس نے ایک بار بھی آنے والے کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"زرغون۔۔" ولیہ کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"ولیہ تم؟؟" ولیہ کو اس وقت وہاں دیکھ کر اسے پہلی بار حالات کی سنگینی کا اندازہ ہوا تھا۔

"ہاں تم اکیلی تھیں نا تبھی میں آگئی۔ ایکچوئلی آنٹی کی طبعیت خاصی خراب ہوگئی تھی۔" اس کے چہرے پہ صاف لکھا تھا کہ وہ بلکل ناآشنا ہو تبھی ولیہ نے اسے آگاہ کیا۔

"اوہ۔۔۔ یہ بڑے گھر کی بھی عجیب بات ہوتی ہے گھر کے ایک کونے پہ کیا ہو رہا ہے دوسرے کونے کے پہ رہنے والوں کو خبر ہی نہیں ہوتی۔" اس کا طنزیہ لہجے میں ادا کیا گیا یہ جملہ ولیمہ پہ ساری حقیقت عیاں کر گیا تھا۔

"ہاں بڑے گھر میں گوشہ نشینی اختیار کرنے والے لاعلم رہ جاتے ہیں۔" ولیہ نے طنز کا جواب طنز میں ہی دیا تھا۔

"تم بھی مجھ پہ طنز کر رہی ہو ولیہ۔ سب کو میں غلط لگ رہی ہوں۔ مرجان بھی مجھے سمجھاتی رہیں کہ مجھے سب بھلا کر نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔" اب کی بار وہ بولی نہیں تھی بلکہ پھٹ پڑی تھی۔ کافی دیر بعد کوئی میسر آیا تھا جسے اپنے دل کا احوال سنا سکتی تھی۔

"تو وہ غلط نہیں کہہ رہیں زرغون۔ وہ ماضی تھا یہ حال ہے۔ وہ کہانی تھی جس کے کردار مرجان اور کمال انکل تھے۔ یہ کہانی اور ہے جس کے کردار تم اور شرجیل ہو۔" ولیہ نے اسے رسان سے سمجھانا شروع کیا تھا۔ اتنا تو سمجھ ہی گئی تھی کہ شرجیل کے تمام خدشات بے جا نہیں تھے۔

"دونوں کہانیاں ہی ایک دوسرے سے جڑی ہوئیں ہیں۔ میرے سامنے جب جب وہ شخص آئے گا مرجان کی تکلیفیں اور گھٹ گھٹ کے رونا، ان کا ان تمام خوشیوں سے محروم ہونا جن کی وہ حقدار تھیں۔۔۔۔ مجھے سب یاد آتا رہے گا اینڈ یو نو واٹ؟ مجھے یہاں قدرت نے بھیجا بھی انتقام کے لیے ہے۔" اس کے چہرے پہ ایک عزم تھا جیسے وہ تمام فیصلے کیے بیٹھی تھی۔ تمام سزائیں سنا چکی تھی اور اب رحم کی اپیل بھی کی جاتی تو مسترد ہوتی۔

"زرغون تم پاگل ہو گئی ہو؟ شرجیل کو کس بات کی سزا دو گی؟ اس بات کی کہ اس نے تم سے بے پناہ محبت کی؟ کسی بے گناہ کو خوامخواہ رگیدوں گی تو پکڑ تمہاری بھی ہو گی۔ اور وہ شخص کوئی عام شخص نہیں ہے مزاجی خدا ہے تمہارا۔" ولیہ کے الفاظ نے اس کی روح تک جھنجوڑ ڈالی تھی مگر پھر بھی پسپائی اختیار کرنا بڑا مشکل نظر آ رہا تھا۔

دل قائل نا ہو رہا تھا۔

"میرے لیے ناممکن ہے ولیہ پلیز سمجھو اس بات کو۔" اب کی بار وہ انتہائی بے بسی سے بولی تھی۔

"ٹھیک ہے زرغون۔ مگر میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ شرجیل کے معاملے میں تھوڑی گنجائش تمہیں اپنے دل میں پیدا کرنی چاہیے۔ اور خاص طور پہ اس مشکل وقت میں تو کوشش کرنا کہ تم اس کی ڈھال نا بنو تو مزید پریشانیوں کا موجب بھی مت بنو۔" آخر میں اس کا لہجہ انتہائی التجائیہ تھا۔

"کوشش کروں گیں۔" زرغون بس فی الوقت یہی کہہ سکی تھی باقی وہ اس کوشش میں کامیاب ہو بھی پائے گی یا نہیں اس کی اس کے پاس کوئی گارنٹی نا تھی۔

***

"کیا اب آپ لوگ ہمیشہ مجھے مجبور ہی کرتے رہیں گیں؟ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میں شادی کے لیے مان گئی تھی۔ کیا اب ضروری ہے کہ میں آپ لوگوں کی ہر بات مانوں؟" مرجان کو جب سے صفیحہ بیگم کی طبعیت کی ناسازی کا پتہ چلا تھا انہوں نے زرغون کی جان کھالی تھی کہ نا صرف وہ ہسپتال جائے بلکہ اسے اس مشکل وقت میں ان لوگوں کا بھرپور ساتھ دینا چاہیے۔

چہرے پہ ناگواری سجائے وہ انتہائی بے زاری سے کہہ رہی تھی کمال صاحب لاؤنج میں داخل ہوئے تھے اور زرغون کے ماتھے کے بلوں میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

"زرغون بیٹا۔ادھر آو۔"فون غصے سے بند کرتی وہ وہاں سے جانے لگی تھی جب ان کے پکارنے پہ رک تو گئی تھی مگر مڑ کر ان کی طرف دیکھنا تک گوارہ نا کیا تھا۔

"بیٹا میرا خیال ہے کہ اب آپ کو پرانی باتوں کو بھلا دینا چاہیے۔"انہوں نے زرغون سے بات کر کے اس مسئلے کا کوئی حتمی حل تلاش کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔

"بھلا دینا چاہیے۔ وااا! کتنا اطمینان ہے آپ کے لہجے میں۔"وہ جو مرجان کی باتوں سے پہلے ہی چڑی ہوئی تھی اس وقت بلکل ہی آپے سے باہر ہو گئی تھی۔

"میں مانتا ہوں کہ میں مجرم ہوں مگر۔۔۔۔"زرغون کا یہ شدید ردعمل بلکل غیر متوقع تھا۔

"مگر آپ کو شاید معافی چاہیے۔ جبکہ آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ معافی کے مستحق نہیں ہیں آپ۔"وہ مزید طیش میں آ گئی تھی۔

"تو تم کیا چاہتی ہو؟"وہ بلکل ہارے ہوئے لہجے میں بولے۔

"میں۔۔۔۔میں چاہتی ہوں کے کہ آپ یہاں سے کہی دور چلے جائیں۔ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے جائیں۔اور تنہا زندگی گزارے۔جیسے مرجان نے گزاری۔"وہ بات مکمل کرتی پاوں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔جبکہ وہ صدمے کے زیر اثر پیچھے پڑے صوفے پہ گرتے چلے گئے تھے۔

***

مرجان کی بے انتہا تاکیدوں کے بعد بالآخر وہ ولیہ کے ساتھ ہسپتال آہی گئی تھی۔ شرجیل سے اس رات کے بعد پہلی بار سامنا ہوا تھا۔وہ بلکل خاموش تھا۔چہرے پہ بے پناہ فکرمندی پھیلی ہوئی تھی البتہ آنکھوں میں آج بھی دیپ ویسے ہی روشن ہوئے تھے جیسے ہمیشہ زرغون کو دیکھ کر ہوتے تھے ہاں مگر اس باران کی چمک جلد ہی ماند سی پڑ گئی تھی۔ایک بار پھر سے صفیحہ بیگم کا چہرہ اس کی نگاہوں کا مرکز بنا تھا۔وہ یک ٹک اپنی ماں کو دیکھے جارہا تھا۔

صفیحہ بیگم اپنی بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتی زرغون کو دیکھنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔ان کی آنکھوں میں کوئی تحریر سی درج تھی یا شاید کوئی پیغام تھا۔ان کے لب ہلکے سے وا ہوئے تھے۔انتہائی مدھم سی آواز میں ادا کیا گیا لفظ"معافی"ان کے ساکت ہوتے لبوں پہ پھڑپھڑایا تھا جو صرف شرجیل کی ہی سماعت میں ہی اتر سکا تھا۔

"یہ کومہ میں جا چکی ہیں۔" پاس کھڑے ڈاکٹر نے شرجیل کو بے بس نظروں سے دیکھتے ہوئے آگاہ کیا تھا۔

شرجیل کا دل ماں کی اس حالت پہ پھٹ پڑنے کو تھا۔ وہ کئی دنوں سے مسلسل اذیت سہہ رہا تھا۔ ہسپٹل کے بلکل تنہا کونے میں آ کر وہ بلکل بچوں کی طرح سسک سسک کر رو پڑا تھا۔ دور کھڑی زرغون شش و پنج کا شکار یہ سوچ رہی تھی کہ کس طرح ایک شخص کو اس حالت میں چھوڑ کر جا سکتی ہے مگر قدم تھے کے خود بخود گھر کی طرف اٹھ گئے تھے۔

***

"انہوں نے نیم وا آنکھوں سے اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا۔ اس وقت وہ ان کے پاس تھا حالانکہ وہ واقعی اس کی اہل نہیں تھیں۔

انہوں نے فرض کیا کہ اگر اس لمحے ان کا بیٹا ان کے پاس نا ہوتا بلکل ویسے ہی جیسے ایک باپ بستر مرگ پہ پڑا نجانے کتنی شدت سے اپنے بیٹے کی آخری جھلک کا منتظر رہا تھا۔ ہر آہٹ پہ اس امید سے آنکھیں کھولتا ہو گا کہ شاید اس کا بیٹا آ گیا ہو۔ اس کا اکلوتا بیٹا، جس کی پرورش میں تمام جوانی گزار دی تھی اور جس کی دید کی آس میں تمام بڑھاپا گزار دیا تھا۔

ہاں وہ قصوروار تھیں۔ بلاشبہ وہ قصوروار تھیں۔ اگر مرجان کو اپنی سوتن کے روپ میں برداشت کرنا ناممکن تھا تو بھلے نا کرتیں مگر جب شوہر اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا تو کم از کم اس کا ساتھ دیں سکتیں تھیں۔ تھوڑا ظرف بڑھا سکتیں تھیں۔ مگر انہیں۔۔۔۔ انہیں تو جیسے ان عام سادہ سے لوگوں سے کوئی الرجی سی تھی۔ گھر کا کوئی کونہ بھی وہ ان دو لوگوں کو دینے کے لیے تیار نا تھیں۔ ہاں وہ قصوروار تھیں۔ مگر شاید جتنا کم ظرف یہ پڑھی لکھی سفیسٹیکیٹڈ صفیحہ بیگم ثابت ہوئی تھیں اتنا ہی بڑا ظرف ان عام، سادہ اور جاہل سے دو لوگوں کا تھا جو رشتے میں ان کے ساس سسر تھے۔ معاف کر دیا تھا انہوں نے۔ تبھی شاید آج ان کا بیٹا اس لمحے ان کے ساتھ تھا۔

اپنے بیٹے کے عقب سے نمودار ہونے والے چہرے کو دھندلاتی بصارت سے دیکھا تھا۔ اپنا ایک اور جرم شدت سے یاد آیا تھا۔ اس کے اغواء کے منصوبے کو ترتیب انہوں نے ہی دیا تھا۔ اپنے بیٹے کے لیے اس لڑکی کو اس حد تک جنونی بنایا کہ وہ زرغون کی جان کے درپے ہو گئی تھی۔ اس سب میں بھی ہاتھ انہی کا تھا۔ ہاں البتہ کینسر کی رپورٹ ہاتھ میں آجانے کے بعد وہ خاصی بدل گئیں تھیں مگر جسے جرم کی راہ دکھا آئیں تھیں وہ تو نہیں بدل سکی تھی۔ وہ اس کی بھی مجرم تھیں۔ اس سے معافی مانگنے

کے لیے زبان ہلانے کی کوشش کی مگر زبان پہ جیسے کوئی بھاری پتھر آن پڑا ہو۔ انہوں نے چاہا وہ ہاتھ جوڑ سکیں مگر ہاتھ بھی ہلنے سے انکاری تھے۔ انکی ایما پہ ہی زرغون کو اغواء کیا گیا تھا ہاں البتہ اغواء کار نے وقت اپنے حساب سے چن لیا تھا۔ "معافی" تمام تر ہمت مجتمع کر کے انہوں نے یہ لفظ ادا کیا تھا۔

سن ہوتے وجود اور بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ آخری منظر میں انہوں نے شرجیل کو خود پہ جھکتے دیکھا تھا۔ جو آخری آواز ان کے کانوں میں گئی تھی وہ بھی شرجیل کی تھی۔

"ماما۔۔۔ماما۔۔۔" وہ انہیں پکار رہا تھا۔ مگر وہ جواب دینے کی سکت نا رکھتیں تھیں۔ بس پھر گھپ اندھیرا تھا اور گہری خاموشی تھی۔۔۔"

***

صفیحہ بیگم کو کومہ میں گئے آج تیسرا دن تھا۔ وہ مسلسل کسی ذہنی اذیت اور بے سکونی کا شکار رہیں تھیں۔ ہر گزرتے پل کے ساتھ ڈاکٹرز ہار مانتے جا رہے تھے۔ شرجیل پہروں ان کے سرہانے کھڑا رہتا تھا کہ نجانے وہ کب اسے پکاریں۔ آج اسے ہاسپٹل میں اسی حلیے میں تیسرا دن تھا۔ نا اسے اپنے حلیے کا ہوش تھا اور نا ہی کچھ کھانے پینے کی پرواہ۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہاں کھڑے شخص کی شادی کو محض چار دن گزرے ہیں۔

دروازہ کھلنے پہ زرغون اندر آئی تھی۔ وہ یک ٹک صفیحہ بیگم کے چہرے کو تک رہا تھا۔ وہ یونہی تکتا رہتا تھا کہ کہی ان کے وجود میں ہونے والی کوئی معمولی سی جنبش بھی اس کی نظر سے چوک نا جائے۔

"شرجیل کھانا کھالو پلیز۔" کوئی اور لمحہ ہوتا تو وہ اس لب ولہجہ پہ قربان ہو جاتا مگر اس وقت۔۔۔۔

اس وقت وہ اس لہجے کے بدلاو پہ غور و فکر کرنے سے بلکل قاصر تھا۔ کبھی خواہش کی تھی شرجیل نے کہ وہ اس سے یوں مخاطب ہو۔ مگر اس وقت وہ کچھ بھی محسوس کرنے سے قاصر تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے نہایت دھیمے لہجے میں جواب دیا تھا۔

"آپ نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔" بے اختیار اس نے شرجیل کو متوجہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھا تھا۔

شرجیل نے کندھے پہ نرم سے لمس کو محسوس کیا تھا۔ ان دنوں میں پہلی بار تھا کہ اس نے کچھ محسوس کیا تھا۔ جیسے کسی پتلے میں کوئی روح پھونک دی گئی ہو۔ اس نے بے یقینی سے مڑ کر دیکھا تھا۔ زرغون نے بے اختیار اپنا ہاتھ واپس کھینچا تھا۔ اسے زرغون کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ سی محسوس ہوئی۔

صفیحہ بیگم نے ایک گہری سانس کھینچی تھی اور زندگی سے تعلق ختم ہو گیا تھا۔ گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی۔ جیسے وہ منتظر تھیں کہ ان کے بیٹے کا دھیان ادھر ادھر ہو اور وہ چپکے سے اس جہان سے اس جہان کوچ کر جائیں۔ کہتے ہیں کہ جن سے آپ شدید محبت کرتے ہیں انکی آنکھوں کے سامنے جان کنی کا عمل بھی انتہائی تکلیف دیتا ہے۔ جتنی تیزی سے اس نے پلٹ کر زرغون کو دیکھا تھا اتنی ہی تیزی سے وہ وہ واپس صفیحہ بیگم کی طرف مڑا تھا۔

وہ ایک بار پھر بے یقین نظر آرہا تھا۔ چند قدم پیچھے ہٹا تھا۔ ایک لمحے میں کوئی تھا جو اس کی زندگی میں آیا تھا اور اسی ایک لمحے میں کوئی تھا جو اس کی زندگی سے چلا گیا تھا۔ وہ قریب پڑی کرسی پہ ڈھے سا گیا تھا۔

اتنے دنوں سے گھٹ گھٹ کر رو رہا تھا۔ مگر آج۔۔۔ آج وہ کھل کر رو سکتا تھا۔ باآواز بلند۔۔۔۔ کیونکہ۔۔۔۔۔۔۔۔ کیونکہ آج جو اس نے کھویا تھا اس کا نعم البدل اس بھری دنیا میں کہی نہیں تھا۔

اس کے دکھ کا مداوا کسی طور ممکن نا تھا۔ اس کی زندگی کی یہ کمی کبھی پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ ایسا خلا تھا جو کبھی پر نا ہو سکتا تھا۔ ماں کا کھو دینا ایسا ہی ہوتا ہے۔ تپتے صحرا میں میسر

ایک سائے دار درخت کی مانند ہوتی ہے ماں۔اور اگر وہ درخت بھی چھن جائے تو وجود جھلس کر رہ جاتا ہے۔

عنقریب تھا کہ وہ ٹوٹ کر بکھر جاتا اور وہ ٹوٹ کر بکھر رہا تھا جب بے اختیار ہی زرغون اس کا سہارا بنی تھی۔اس کا غم اس کی آنکھوں سے مائع کی صورت میں بہتا جا رہا تھا۔اس لمحے چاہ کر بھی اسے تنہا نہیں چھوڑ سکی تھی۔

اگر کسی مہربان کا ساتھ اس لمحے میسر نا ہوتا۔کوئی تھا جو اس وقت اس ٹوٹ کر بکھرتے انسان کو سنبھالنے میں مصروف تھا۔کوئی تھا جو اس کو چپ کروانے کی کوشش میں ہلکان ہوئے جا رہا تھا۔اتنے دنوں سے وہ تنہا تھا تو اذیت بھی انتہا پہ تھی مگر آج اس کی تمام اذیتوں میں کوئی شریک ہو گیا تھا۔۔۔۔۔آج کوئی شریک حیات تھا۔تنہا اس دکھ کو جھیلنا عذاب ہوتا مگر اب کسی نے اس کا دکھ اس کا غم بانٹ لیا تھا۔

***

سلمان،ولیہ اور سارہ شہنواز اور سائرہ کو ائیر پورٹ ریسیو کرنے آئے تھے۔

"تمہیں مجھے نہیں لانا چاہیے تھا ولیہ۔"سلمان کی موجودگی کی وجہ سے وہ بلکل اس کے کان میں گھس کر بولی تھی۔

"تمہارا کزن ہے۔ کچھ تو شرم کرو۔" ولیہ نے جواباً اسے گھورا تھا۔

"اگر آپ لوگوں کے زیادہ ہی راز و نیاز چل رہے ہیں تو میں کہی اور چلا جاتا ہوں۔" ان دونوں کی یہ حرکت سلمان کی آنکھ سے بچ نہیں سکی تھی تبھی اس نے خفگی کا اظہار کیا تھا جواباً دونوں فوراً سیدھی ہو گئیں تھیں۔

"لو آ گیا شاہنواز۔" سلمان نے اس کو ہاتھ ہلاتے ہوئے سارہ اور ولیہ کو اس کی طرف متوجہ کروایا تھا۔

"واہ۔۔۔ یہ تو لگتا ہے جیسے کوئی شہزادہ ہو۔" اس نے ذو معنی نگاہوں سے سارہ کی طرف دیکھا تھا۔ سارہ کو اپنے دل کی ڈھڑکنیں بے ترتیب ہوتیں محسوس ہوئیں۔

"ارے میڈم آپ کس خوشی میں اتنا بلش کر رہیں ہیں۔" ولیہ کے جملے پہ سارہ کی پلکیں جھک سی گئیں تھیں۔ یہ سب کیا تھا؟ وہ خود ہی اپنی حالت سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اسلام و علیکم۔" سلمان سے ملنے کے بعد وہ سوالیہ نگاہوں سے ولیہ کو جبکہ وقتاً فوقتاً پر شوق نگاہوں سے سارہ کو تک رہا تھا جو ابھی تک جوں کی توں ہی کھڑی تھی۔

"یہ ولیہ ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا ان کے متعلق۔۔۔۔"

"جی۔۔۔جی۔۔۔ بلکل۔ کیسی ہیں آپ؟" شاہنواز نے آنکھوں کے اشاروں سے سلمان کی پسندیدگی کی داد دی تھی۔

"بھائی لگتا ہے یہاں تو سلام دعا کا رواج بھی ختم ہو گیا ہے۔" اب اس سے مزید سارہ کی لاتعلقی برداشت نہیں ہو رہی تھی تبھی سارہ کے سر پہ جا پہنچا تھا۔

"اسلام و علیکم۔" سارہ نے خاصی گبھرائی ہوئی آواز میں سلام کیا تھا جبکہ شاہنواز کے کیسی بھی عمل سے متوقع رشتے کی کوئی جھلک تک ظاہر نا ہو رہی تھی۔یوں لگتا تھا جیسے جس طرح وہ گیا تھا بلکہ ویسے ہی واپس لوٹ آیا ہو۔ جیسے فاصلے تو کبھی رہے ہی نا ہوں۔

"شاید میں بھی آپ کے ساتھ واپس آئی ہوں۔" سائرہ کی ناراض سی آواز پہ اچانک ہی سب چونک کر مڑے تھے۔اپنی دانست میں اسے بلکل ہی فراموش کر بیٹھے تھے۔

"آو سائرہ۔ان سے ملو یہ ولیہ۔" سلمان نے اس کا تعارف کروانا چاہا تھا۔

"میں بہت تھک چکی ہوں۔ ہم گھر کب تک جائیں گیں۔" انتہائی روکھے انداز میں کہتی وہ سارہ اور ولیہ دونوں کو ہی نظر انداز کر رہی تھی۔

"ہاں واقعی اب گھر چلنا چاہیے۔ خاصی دیر ہو چکی ہے۔" ولیہ نے خوش دلی سے اس کی بات کی تائید کی تھی جبکہ وہ اس کی بات پہ سر جھٹکتی خود ہی آگے بڑھ گئی تھی۔ سائرہ کے اس رویے پہ سلمان اور شاہنواز محض ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"توبہ ہے۔ تمہاری نند تو تمہاری ساس سے بھی چار ہاتھ آگے کی چیز ہے۔" ولیہ اور سارہ کی سرگوشیاں ایک بار پھر شروع ہو چکی تھیں۔

***

"اسلام و علیکم۔ واو نانو آپ کب آئیں؟" گھر پہنچتے ہی اسے ایک خوشگوار احساس نے آن گھیرا تھا۔ ان کا آنا ولیہ کو ہمیشہ ہی بہت اچھا لگتا تھا۔ اسے ہمیشہ ان کے وجود میں اپنی ماں کا لمس محسوس ہوتا تھا۔ جن رشتوں کی محرومیاں وہ بچپن سے محسوس کرتی آئی تھی آج وہ ان کی صورت میں پوری ہو رہی تھیں۔ ان کے بے پناہ پیار اور محبت کے آگے وہ دنیا کی ہر چیز فراموش کر دیتی تھی۔

"میں تو کب سے آئی بیٹھی ہوں مگر کیا مجال ہے جو تمہیں بھی گھر واپسی کا خیال آئے۔" وہ ولیہ کو پہلے بھی کئی بار سمجھا چکیں تھیں کہ اتنی دیر تک گھر سے باہر نا رہا کریں۔

"بس نانو۔آج سارہ کا کزن واپس آ رہا تھا۔بس وہی مصروف تھی۔"اس نے ہمیشہ کی طرح ان کی گود میں سر رکھا تھا۔

"سارہ کا کزن سلمان بھی تھا نا۔وہ بھی باہر سے آیا تھا۔"انہوں نے خود ہی کڑیاں جوڑیں۔

"جی نانو۔اسی کا چھوٹا بھائی اور ایک نک چڑی سی بہن واپس آئیں ہیں۔"

"تو تمہارا وہاں کیا کام بھلا؟؟"انہیں اکثر ہی ولیہ کی سر گرمیوں پہ اعتراض ہوتا تھا۔وہ خود سے عزم کیے بیٹھی تھیں کہ ولیہ کو زندگی گزارنے کے صحیح طور طریقوں سے روشناش کروا کر ہی دم لیں گیں۔

"نانو۔۔دیکھیں نا وہ سارہ کا منگیتر بھی تو ہے۔اب کیا میں اپنی دوست کے ساتھ نا ہوتی؟"سلمان کا ذکر وہ جان بوجھ کے گول کر گئی تھی۔

"جب شادی ہو جائے گی نا لڑکی تو خوب شوہر کی اجازت سے گھومتی پھرتی رہنا۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی اس کی شادی کا تذکرہ چھیڑا تھا۔

"آپ کو میری شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے نانو۔"وہ ہمیشہ اس تذکرے پہ مسکرا کر چپ ہو جاتی تھی مگر آج پوچھ بیٹھی تھی۔

"تمہیں پتہ ہے ولیہ۔ایک ماں کے لیے اس کا پہلا بچہ باقیوں کی نسبت تھوڑا سا زیادہ اہم ہوتا ہے۔میرے بہت ارمان تھے اپنی بیٹی کی خوشیوں کو لے کر۔مگر مجھے وہ خوشیاں نصیب ہی نا ہو سکیں۔جبکہ دوسری بیٹی کی شادی شادی نہیں تھی۔کسی کی موت پہ بھی کیا سوگ ہوگا جو اس کی شادی پہ تھا۔پھر اس کی زندگی کا ایک ایک دکھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔خدا سے اکثر پوچھا کرتی تھی کہ میری ہی دونوں بیٹیوں کے نصیب ایسے کیوں لکھے۔اصل سے پیارا سود ہوتا ہے۔میں اب صرف اس آس پہ جی رہی ہوں کہ تم دونوں نواسیوں کی خوشیاں دیکھوں۔میری کوئی دعا قبول نا ہو سکی ولیہ۔کیا میرا خوشیوں پہ حق نہیں؟؟"ان کی آواز میں ماضی کے دکھ ہلکورے لے رہے تھے جبکہ وہ سوالیہ نگاہوں سے ولیہ کا چہرہ تک رہیں تھیں۔

ولیہ کے پاس ان کے اس سوال کا کوئی بھی جواب نہیں تھا۔

"میں اور تمہارا باپ آخر ہم دونوں کب تک زندہ رہیں گیں؟میری طرح تمہارے باپ سے بھی تمام تر خوشیاں روٹھیں رہیں۔آج اس کی بھی تمام تر خوشیاں تمہاری خوشیوں سے وابستہ ہیں۔ہم دو لوگوں کی خوشیاں ہم سے مت چھینوں اور تم خود بھی تو تمام عمر تنہا رہی ہو۔کیا اب باقی ماندہ زندگی بھی تنہا رہ کر گزارنا چاہتی ہو؟بہت اذیت ناک ہوتی ہے یہ تنہائی۔"وہ پیار سے اس کے بالوں کو سہلا رہیں تھیں۔

"خوشیاں بار بار قسمت کے دروازے پہ دستک نہیں دیتیں۔ ہر بار ایک اچھا انسان آپ کا ہاتھ تھامنے کے لیے نہیں آتا۔" ولیہ نے برق رفتاری سے اپنا سر ان کی گود سے اٹھایا تھا۔

"آپ کس کی بات کر رہیں ہیں؟" وہ بے یقینی سے ان کا چہرہ تک رہی تھی۔ وہ ابھی تک اس بات کو عام سی بات سمجھ رہی تھی مگر وہ تو بہت خاص موضوع پہ اس سے بات کر رہیں تھیں۔

"تم جانتی ہو میں کس کی بات کر رہیں ہوں۔ ایک عمر گزار کر زندگی کا تجربہ حاصل ہوا ہے مجھے۔ سلمان بہت اچھا لڑکا ہے۔ میرا مشورہ اور میری نصیحت تمہیں یہی ہو گی کہ انکار کرنے کی غلطی مت کرنا۔"

نانو۔" وہ سن سی بیٹھی انہیں دیکھے گئی تھی۔

***

نانو سے ہونے والی گفتگو کے بعد ولیہ نے سارہ کے گھر جانا بلکل ہی چھوڑ دیا تھا۔ جبکہ سارہ اسے مسلسل بلا رہی تھی مگر وہ کوئی نا کوئی بہانہ کر کے ٹال جاتی۔ اب سب دوستوں نے باہر اکٹھے ہونے کا پلان بنایا تھا۔ آج کافی عرصے بعد وہ چاروں ایک ساتھ اکٹھی تھیں۔ ولیہ کے علاوہ تینوں ہی کے چہروں پہ آسودگی پھیلی ہوئی تھی۔ اس

ملاقات کا خاص مقصد بھی ولیہ کو قائل کرنا تھا۔ولیہ نے ایک نظران کے مطمئن چہروں پہ ڈالی تھی۔

اب شرجیل کیسا ہے؟"اس نے زرغون سے پوچھا تھااس سب عرصے میں وہ صرف ایک بار ہی ان کی طرف جا سکی تھی۔وہ خود اس قدر الجھی ہوئی تھی کہ کسی سے بھی ملنے کو دل ہی نا کرتا تھا۔

اب تو کافی نارمل ہو چکا ہے۔کل سے ہاسپٹل جانا شروع ہو گیا ہے تبھی میں بھی آج آگئی۔"

ہمممم۔۔۔۔چلو یہ تو اچھی بات ہے۔"ولیہ نے خاصے کھوئے کھوئے انداز میں کہا تھا۔ سب اس کی ذہنی کیفیت سے واقف تھے۔وہ کس شش و پنج کا شکار تھی سب کو ہی سارہ سے جبکہ سارہ کو اس کی نانو کے ذریعے علم ہو چکا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے زندگی تنہا نہیں گزاری جا سکتی۔میرے لیے بھی بہت مشکل تھا فیصلہ کرنا۔مگر دیکھو سارہ مشکلات اس فیصلے سے پہلے کی ہی تھیں اور اس کے بعد زندگی میں سکون ہی سکون ہے۔آسانی ہی آسانی ہے۔"زرغون نے ہی سب سے پہلے بات کا آغاز کیا تھا۔بظاہر تو وہ سارہ سے مخاطب تھی مگر یہ جملہ خاص اس نے ولیہ کے لیے ادا کیا تھا۔

''کیا واقعی زرغون؟'' وہ بے یقین نظر آ رہی تھی۔

کیوں ولیہ؟؟؟ بھول گئیں کہ تم ہی تو مجھے سمجھایا کرتیں تھیں۔'' زرغون نے اسے اسی کی کہی باتیں یاد دلانے کی کوشش کی۔

اور سارہ تم؟؟ تمہارے لیے یہ فیصلہ کیسے آسان ہو گیا؟'' اسے یاد تھا کہ سارہ کے لیے بھی یہ فیصلہ انتہائی مشکل تھا۔

میں نے پہلے بھی کب کبھی اپنے لیے کوئی فیصلہ کیا ہے؟ ہمیشہ وہی کیا ہے جو مجھے کہا گیا۔'' سارہ کے انداز سے یہ بات صاف ظاہر تھا کہ بے شک یہ فیصلہ اس نے گھر والوں کی ایماء پہ کیا ہے مگر اسے خود بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔

تو تم نے زندگی کا اتنا اہم فیصلہ محض آنٹی کی خوشی کے لیے کیا۔'' وہ حیران تھی، پریشان تھی اور شدید الجھن کا شکار تھی۔ وہ تمام سوال جو اسے ستا رہے تھے ان کا جواب ان تینوں سے مانگ رہی تھی۔

ان کا کیا گیا ہر فیصلہ جب بہترین تھا تو یہ بھی بہترین ثابت ہو گا۔ جتنا خوش وہ اسوقت ہیں نا میں نے انہیں کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا۔ تمہیں پتہ ہے مجھے لگتا تھا کہ میرا ڈگری کمپلیٹ کرنا ان کے لیے سب سے بڑی خوشی ہو گی۔ پر نہیں۔۔۔۔ اتنا خوش تو وہ تب بھی نہیں تھیں۔ مجھے زندگی میں پہلی بار کوئی موقع ملا ہے کہ میں انہیں خوشی دے

سکوں۔جب ماں باپ خوش اور مطمئن ہوں تو اولاد بھی خوش ہوتی ہے۔ان کی خوشی میرے دل پہ سکون بن کے اتری ہے۔تم بھی یہ فیصلہ اپنے فادر اور نانی کی خوشی کے لیے کر کے دیکھوں جو پوری زندگی خوشیوں کو ترستے رہے ہیں۔"اس کے لہجے کا اعتماد تھا کہ ولیہ اس کے ایک بھی لفظ سے اختلاف نا کر پائی تھی۔

تمھیں تو ہمیشہ اپنی شادی شدہ زندگی سے شکایت ہی رہیں ہیں اس لیے تم تو چپ ہی کر جاو پلیز۔"نیلم نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ولیہ نے اسے چپ کروا دیا تھا۔

اس سب کے باوجود بھی میں یہ ہی کہوں گی کہ زندگی مزید خوبصورت ہو گئی ہے۔" نیلم نے خاصے جتاتے انداز میں آگاہ کیا تھا۔

سلمان ہی کیوں ؟"ایک نیا سوال تھا جس کا جواب اسے ان تینوں سے درپیش تھا۔

سلمان بھائی کیوں نہیں ؟"سارہ نے بھی جوابا سوال کیا۔

وہ کافی دیر سوچتی رہی تھی مگر کوئی جواب نا دے سکی۔

مجھے کچھ وقت درکار ہے۔تھوڑا سوچنے کے لیے۔میرے لیے یہ فیصلہ آسان نہیں ہے۔"وہ خاصی بے بس تھی اس معاملے میں۔

سب مزید بحث سے اجتناب کرتے ہوئے نیلم کے سیر سپاٹوں کو زیر بحث لے آئے تھے۔ وہی نیلم کی بے سروپا شکایات جسے سن کر سب کا سر پیٹ لینے کو دل چاہ رہا تھا جبکہ جواد سے دلی ہمدردی بھی محسوس ہو رہی تھی۔ ویسے تو باقاعدہ جواد کے حوصلے کو داد دیتی نظر آتی تھی جو نیلم کو اتنے حوصلے سے برداشت کر رہا تھا۔

***

آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اپنے ہیرا بیٹے کے لیے آپ کی بہن کی بیٹی کا انتخاب کروں گی؟" ساری کتھا سن کر وہ سیخ پا ہو گئیں تھیں۔

کیوں اس بچی میں کس چیز کی کمی ہے آخر؟ اور تم وعدہ کر چکی ہو کہ سلمان کی شادی تمہاری پسند سے جبکہ شاہنواز کی میری پسند سے ہو گی۔" انہوں نے ان کو ان کا جذباتیت میں کیا گیا وعدہ یاد دلایا جو انہوں نے خاص طور پر اس آڑے وقت کے لیے ہی لیا تھا

یاد ہے مجھے اپنا وعدہ۔ آپ جیسی مرضی لڑکی لیں آئیں کالی پیلی جیسی مرضی۔ چاہے کوئی نوکرانی ہی۔ میں اف تک نہیں کروں گی۔ مگر اس لڑکی کو۔۔۔۔۔۔ یہ لڑکی مجھے کسی طور بھی بہو کے روپ میں قبول نہیں ہے۔" اپنے وعدے کو یاد کر کے وہ سٹپٹا کر رہ گئیں تھیں۔

استغفر اللہ۔یعنی گھر کی فرمانبر دار سلجھی ہوئی بچی تمہیں کسی طور قبول نہیں ہے۔"وہ حیران ہی رہ گئے تھے۔

تم یہ بھی تو دیکھو کہ اس میں ہمیں کتنا فائدہ ہے۔ساری جائیداد کی اکلوتی وارث۔اور تو اور مکان بھی سارا ہمارا ہو جائے گا۔ تمہیں پتہ ہے میں نے کتنا قرض چکانا ہے نائلہ کا۔ وہ بھی نہیں دینا پڑے گا۔ارے کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے وہ۔۔۔۔سونے کی چڑیا ہے ۔بیٹھے بٹھائے تمہارا بیٹا اچھی خاصی جائیداد کا مالک بن جائے گا۔"اب وہ انہیں انہی کے انداز میں سمجھارہے تھے۔خدا گواہ تھا کہ ان کی نیت میں کوئی کھوٹ نا تھی مگر ان کی بد نیت بیوی اس کے علاوہ راضی ہو ہی نا سکتی تھی۔اور یہی ہوا تھا کہ اس کے بعد انہوں نے مکمل چپ سادھ لی تھی۔البتہ ایک پخ ضرور اڑائی تھی کہ دونوں کی منگنیاں ایک ساتھ ہی کریں گیں۔

سلمان مستقل پاکستان شفٹ ہو گیا تھا لہذا اس کے لیے وقت کا کوئی مسئلہ نہیں تھا جبکہ ولیہ نے بھی فیصلہ کرنے کے لیے وقت مانگا تھا۔

البتہ شاہنواز کا پاکستان شفٹ ہونے کا کوئی ارادہ نا تھا اور وہ صرف ایک مہنے کے لیے آسکا تھا جس میں اس کا منصوبہ یہی تھا کہ وہ نکاح کے بعد سارہ کے پیپرز بنواتا اور اور سارہ کو بھی امریکہ بلوالیتا۔مگر یہ سب منصوبہ بندی بھی باپ بیٹوں کا ایک راز تھی

جس سے نائلہ بیگم بھی واقف نا تھی۔اب ایک ساتھ کی جانے والی منگنیوں کی ضد نے ان باپ بیٹوں کو شدید مشکل میں پھنسادیا تھااور اس کا ایک ہی حل نظر آتا تھا کہ وہ دونوں ولیہ اور سارہ سے بات کرتے۔

***

اس وقت وہ خاص ولیہ سے ملنے آیا تھا۔جبکہ سارہ اور شاہنواز بھی ہمراہ تھے۔اس مسئلے کا صرف ایک ہی حل تھا کہ ولیہ شادی کے لیے ہاں کردیتی بصورت دیگر سارہ اور شاہنواز کی شادی کا معاملہ بھی کھٹائی میں پڑ جاتا۔وہ دونوں ہی اپنی ماں کی ضد سے واقف تھے۔جانتے تھے کہ اگر وہ فیصلہ سنا چکی ہے تو ولیہ اور سلمان کی شادی نا ہو جاتی وہ شاہنواز اور سارہ کے لیے بھی کبھی رضامندی نہیں دے گیں۔

اس وقت وہ چاروں ایک ہی ریسٹورنٹ میں موجود تھے۔سارہ اور شاہنواز ایک ٹیبل پہ تھے جبکہ سلمان نے ان کی میز سے قدرے فاصلے پہ موجود ایک الگ ٹیبل کا انتخاب کیا تھا۔

میں جانتا ہوں کہ تم اتنی جلدی فیصلہ نہیں کر پارہا ہو۔جبکہ میں بھی پریشرائز کرنے کے حق میں نہیں ہوں مگر ساری سچویشن تمہارے سامنے ہے۔تمہارا ہر فیصلہ مجھے

قبول ہو گا ولیہ۔"ولیہ نے نظر اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جلتی امید کی قندیلوں کو دیکھا۔وہ اس کی دیوانگی سے ناواقف نا تھی۔

کہو نا ولیہ۔"اس کی خاموشی سلمان کے لیے زہر قاتل ثابت ہو رہی تھی۔

ولیہ نے ترچھی نگاہوں سے کچھ فاصلے پہ موجود ٹیبل پہ ڈنر کرتے سارہ اور شاہنواز کو دیکھا تھا۔سارہ کی خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔پہلی بار اس نے سارہ کو اتنا خوش دیکھا تھا۔ہر وقت اداس،خاموش اور زندگی کی رنگینیوں سے بہت دور رہنے والی سارہ یکسر بدل چکی تھی۔

ولیہ۔۔۔" سلمان نے اسے دوبارہ مخاطب کیا تھا۔انتظار کا یہ لمحہ بہت بھاری ثابت ہو رہا تھا۔

میز کی چکنی سطح پہ انگلیاں پھیرتی حقیقتا وہ وہاں موجود ہی نہیں تھی۔

میرا جواب۔۔۔۔۔میرا جواب ہاں ہے۔"قدرے توقف کے بعد اس نے بمشکل یہ جملہ ادا کیا تھا۔

کیا۔۔۔واقعی میں ؟"سلمان پہ شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔

اس کی آنکھوں میں بھرتے رنگوں کو دیکھ کر ولیہ نے نگاہیں چرا لیں تھیں۔اس کے پاس دو ہی آپشنز تھے یا تو سارہ کو دکھ ملتا یا سلمان کو۔

ایک بار سارہ شاہنواز کے ساتھ چلی جاتی تو وہ آرام سے منگنی توڑ سکتی تھی۔ابھی تک اس کے دماغ نے بس اتنا ہی سوچا تھا جبکہ باقی اس نے آنے والے وقت پہ چھوڑ دیا تھا۔

***

مجھے یقین نہیں آتا کہ ولیہ رضامند ہو گئی ہے۔یہ تو واقعی کوئی معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ورنہ میں تو بلکل ہی ناامید ہو چکا تھا۔

تم جانتے ہو نا کہ میرے پاس کتنا تھوڑا وقت ہے۔میری بس یہی خواہش تھی کہ اپنے اس دنیا سے جانے سے پہلے اسے مضبوط ہاتھوں میں سونپ کر جاوں۔" دروازے پہ کھڑی ولیہ جھٹکا کھا کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔جبکہ اس سب سے بے خبر قریشی صاحب کمال صاحب سے فون پہ محو گفتگو تھے۔

ہاں ہاں۔انشاءاللہ۔ایک بار اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں تو ضرور علاج کے لیے بیرون ملک چلا جاؤں گا۔ویسے بھی میری ساری مشکلات حل ہو چکی ہیں اب اگر مرا تو

سکون سے مروں گا اور اگر جیا تو بھی ایک پر سکون زندگی جی سکوں گا۔" یقیناً کمال صاحب انہیں علاج کے لیے قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔

واااااہ۔۔۔بہت اچھی خبر سنائی ہے تم نے کہ زرغون بیٹی نے تمہیں معاف کر دیا۔ لگتا ہے اب ہماری مشکلیں ختم ہو ہی گئیں ہیں۔ چلو شکر ہے جہد و جہد کے لمبے عرصے کے بعد بالآخر ہماری زندگیوں میں بھی سب صحیح ہونے جا رہا ہے۔" وہ بات کرتے کرتے کمرے سے باہر آ رہے تھے ولیہ نے فوری طور پر خود کو دروازے کی اوٹ میں کیا تھا۔

اچھا فیصلہ ہے شرجیل اور زرغون کا تمہارے پاس آنے کا۔ اور سچ پوچھوں تو میرے لیے بھی آسانی ہو جائے گی تب سب وہاں ہو گے تو۔" نیا انکشاف ہوا تھا یعنی زرغون اور شرجیل بھی جا رہے تھے۔

اسے اب اندازہ ہوا تھا کہ وہ کیا بیوقوفی کر بیٹھی ہے۔ سارہ کے علاوہ اس سب میں اب قریشی صاحب کی بھی خوشیاں شامل تھیں اور شامل تو سلمان کی خوشیاں بھی تھیں۔ نجانے کتنے لوگوں کا دل دکھانے کا موجب بننے والی تھی وہ۔ دماغ مزید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

اس نے سلمان کو اپنے منصوبے میں شامل کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اسے کال کی تھی۔ ولیہ کا خیال تھا کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بخوشی یہ ڈھونگ رچانے کو تیار ہو جائے گا۔

ہیلو۔۔۔ میڈم۔ کیسی ہی آپ۔ کل رات کافی دیر تک کال کرتا مگر آپ شاید سو گئیں تھیں۔ میری نیندیں اڑا کر خود کیسے اتنے مزے سے سکتی ہوں تم۔" خمار آلود آواز میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا وہ بلکل اسے حیران کر گیا تھا۔ ولیہ کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ ولیہ کا ایک اقرار اسے محبت میں کہاں سے کہاں لے جائے گا۔

ہواوں میں اڑتے اس شخص کو اس وقت واپس زمین پہ لا پٹخنا کیا کسی گناہ سے کم ہو گا۔

جانتی ہو ولیہ۔ میں تمہارا جواب سننے کے بعد کافی دیر تک بے یقینی کی کیفیت کا شکار رہا۔ بہت مشکل سے میں نے خود کو یقین دلایا ہے کہ سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ باقی سب کی طرح میں بھی اپنی محبت پالوں گا میں تو امید چھوڑ بیٹھا تھا۔

تمہارے اقرار نے جیسے مجھے دوبارہ جینے کی طرف راغب کر دیا ہے۔ پہلے مجھے خوف تھا کہ نجانے تمہیں پا بھی سکوں گا یا نہیں۔ مگر اب سچ میں تمہیں کھونے سے ڈر لگتا ہے۔" اس کے لہجے میں کھنکتی خوشی وہ فون پہ بھی محسوس کر سکتی تھی۔ اس میں کچھ بھی کہنے کی ہمت باقی نا رہی تھی۔ بغیر کچھ کہے اس نے خاموشی سے فون بند کر دیا تھا۔

جس وقت اس نے یہ سارا منصوبہ تکمیل دیا تھا اسے بلکل اندازہ نہیں تھا کہ سب کرنا اس قدر مشکل ثابت ہو گا۔

***

کیا؟؟؟ نکاح ؟؟ مگر نکاح تو سارہ کا تھا اور میری تو صرف انگیجمنٹ تھی۔" ولیہ کو اپنا سارا وجود پسینے میں بھیگتا محسوس ہوا۔

ہاں نا۔ تمہاری ساس صاحبہ کی ہی خواہش پہ ہو رہا ہے۔" زرغون کی سرگوشی نے اسے مزید طیش دلایا تھا۔

کیا فرق پڑتا ہے اس سے ؟" زرغون کو اس کا اس بات پہ غصے سے لال پیلا ہونا خاک سمجھ نا آیا۔

کچھ نہیں۔" اس نے خفگی سے رخ موڑ لیا تھا جبکہ سامنے سے وہ دونوں کسی خوبصورت شہزادے کا روپ دھارے اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں گھرے اسٹیج کی طرف آرہے تھے۔ ان کے چہرے کی چمک میں کئی گنا اضافہ ہوا تھا۔ ولیہ نے پہلی بار سلمان

کو اس قدر خوش دیکھا تھا۔ وہ زیادہ دیر اس کے چہرے پہ نظریں نہیں جما سکی تھی۔ اندر کہی اضطراب مزید بڑھ گیا تھا۔

وہ ہر گز بھی اس سب کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ ولیہ مجید قریشی تھی جس نے ہمیشہ اپنے دل کی سنی تھی اور دل اس سب کے لیے ہر گز بھی تیار نہیں تھا۔ اس نے باری باری سب کے چہرے پہ نگاہ ڈالی۔ تقریب میں موجود ہر شخص انتہائی خوش نظر آ رہا تھا۔ صرف ایک وہ ہی تھی جو ناخوش تھی۔

مولوی صاحب تشریف لا چکے تھے۔ نکاح کا آغاز ہو چکا تھا۔

تقریب میں موجود ہر شخص حیرت سے بت بنا اسٹیج سے اترتی ولیہ کو جبکہ اس کے پیچھے بھاگتے سلمان کو دیکھتا رہ گیا۔

تیزی سے بھاگتے ہوئے بھی جب اس کی نظر نانو کے چہرے پہ ٹھہری تو وہ پل بھر کے لیے رک کے رہ گئی۔ جھریوں زدہ چہرے پہ موت سا سناٹا تھا۔ آنکھوں میں چمکتے جگنوؤں کی روشنی ماند پڑ گئی تھی۔ یہی حال بابا کے چہرے کا تھا۔ اس کی خوشی ان دونوں کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ اس نے کرب سے آنکھیں میچیں۔

ولیہ قریشی بنت مجید قریشی کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی صاحب کی آواز اسے حواسوں میں واپس لے آئی تھی۔ سب کچھ ویسا ہی تھا۔ وہ وہی تھی اسٹیج پہ اسی طرح

سجی سنوری بیٹھی تھی۔ نانو اور بابا کے چہرے ابھی تک اسی طرح دمک رہے تھے۔ مسکراہٹ تو ہونٹوں سے جدا ہی نا ہو رہی تھی۔

کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے ؟؟" جواب نا ملنے پہ فقرہ دوبارہ دہرایا گیا۔ اب ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ سب کی سانسیں تک ایک لمحے کے لیے رک سی گئیں تھیں۔ نانو اور بابا کے چہرے پہ وہی خوف کے سائے لہرا رہے تھے جو ابھی تھوڑی دیر پہلے اس نے تصور کیا تھا۔

اس نے گہرہ سانس کھینچتے ہوئے اپنی رضامندی ظاہر کی تھی۔ آج پہلی بار زندگی میں پہلی بار اس نے اپنے مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کیا تھا۔ صرف اپنوں کے لیے۔ یا شاید صرف اپنی نانو کے لیے کیونکہ بابا نے تو اس کے لیے کوئی قربانی نہیں دی تھی۔ اس کی خوشی کے لیے وہ سوگ سے باہر نا نکل سکے تھے۔ دل پتھر ہو گیا تھا تب ان کا ولیہ کے لیے اور دل پتھر ہو گیا ہے اب ولیہ کا ان کے لیے۔

ہر طرف مبارکباد کا شور مچا ہوا تھا۔ مگر پھر بھی اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ وہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں موجود نا تھی۔اس کی ذات کی محرومیاں زندگی کے اتنے بڑے موقع پہ اسے خوش نا ہونے دیتی تھی۔یہ کہانی اس کی ماں کی تھی مگر صحیح معنوں میں اس کا خمیازہ ہمیشہ ولیہ بھگتی آئی تھی۔

فادر ٹراما اس کی زندگی کی خوشیاں چاٹ گیا تھا۔وہ چاہ کر بھی اس شخص کا اعتبار نہیں کر پا رہی تھی۔اسے خود ہی زرغون کو کی گئی نصحتیں یاد آ رہی تھی مگر یہ سب اتنا آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔

***

ہم بہت اچھے دوست تھے تم نے خواہ مخواہ اس رشتے کو بدل دیا۔مجھے لگتا ہے عنقریب میں اپنا ایک بہترین دوست کھونے والی ہوں۔" نکاح کے بعد وہ پہلی بار ڈنر کے لیے باہر آئے تھے۔اس سے پہلے بھی وہ کئی بار ساتھ ڈنر کر چکے تھے اور دونوں میں اچھی خاصی دوستی بھی تھی مگر اس سب کے باوجود ایک خاص تکلف کی فضا قائم تھی۔جس کو محسوس کرتے ہوئے ولیہ نے اپنے خدشے کا آظہار کیا تھا۔

یہ رشتہ اس دوستی سے بھی کئی گنا زیادہ حسین ثابت ہو گا۔یہ میرا وعدہ ہے تم سے۔" سلمان نے پر اعتماد لہجے میں کہتے ہوئے اس کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

آگے کیا ہوگا یہ تو وقت ہی بتائے گا۔"اس کے انداز ے آنے والے وقت کے حوالے سے یکسر مختلف تھے۔

چلو ٹھیک ہے پھر۔وقت پہ ہی چھوڑ دیتے ہیں سب کچھ۔پریشانی کیا ہے ؟"اس نے بھی کندھے اچکاتے ہوئے اس ٹاپک کو کلوز کیا۔

میں سوچ رہی تھی سارہ کے جانے سے پہلے ہم کوئی پارٹی ارینج کر لیتے ہیں۔وہ چلی جائے گی تو پھر پتہ نہیں دوبارہ کب ملاقات ہو۔ویسے بھی زرغون وغیرہ بھی کمال انکل کے پاس جارہے ہیں۔"وہ خاصی اداس تھی اس خیال سے سب دوستوں کے اکھٹے ہونے کا یہ شاید آخری موقع ہو۔قدرت جانے یہ موقع پھر فراہم کرتی بھی ہے یا نہیں۔

ہاں ہم ایک شاندار سی پارٹی ارینج کریں گیں۔ایک حسین یادگار پارٹی۔جسے کبھی بھلایا نا جاسکے۔"سلمان نے ولیہ کی اداسی کو محسوس کرتے ہوئے اس کی تمام تر توجہ پارٹی کی طرف مبذول کروائی۔

ہاں بہت خاص پارٹی ہونی چاہیے۔"ولیہ کا ذہن نت نئے آئیڈیاز بنانے والی فیکٹری کی طرح کام کرنے لگا تھا۔سلمان اس کا جوش دیکھ کر زیر لب مسکرایا۔آخر وہ اس کی ساری توجہ تیاریوں کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

کچھ رنگ زندگی کے
از: بنت سید
ادب کے لکھاری
***

بلاشبہ یہ ایک خوبصورت شام تھی۔ ولیہ نے لان کو اس قدر خوبصورتی سے سجایا تھا کہ یہ حصہ زمین کا حصہ معلوم ہی نا ہوتا تھا۔ برقی قمقموں کی روشنے جیسے فلک کے تمام ستارے اتر کر زمین پہ آ گئے ہوں۔ ایک خوابناک منظر کی صورت دینے وہ میں حقیقتا کامیاب ہوئی تھی اور بلاشبہ سلمان نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ لان کے شروع میں اس نے پھولوں سے سجا داخلی دروازہ لگوایا تھا۔ گیٹ کے شروع سے ہی لال کارپٹ اور اس کے دونوں اطراف لگے لیمپ نما فانوس کی قطاریں جو پھولوں سے آراستہ دروازے تک جاتیں تھیں۔ دروازے سے دوسری طرف کا منظر اس سے کہی زیادہ خوبصورت اور حسین تھا۔ جگہ جگہ تازہ پھولوں کے خوبصورت گلدستے اور لیمپ نما فانوس کے اسٹینڈ کھڑے تھے۔ فوارے سے نکلتی رین بو رنگ کے پانی کے دھارے ماحول کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہے تھے۔ ٹیولپ اور سرخ و سفید گلابوں کی خوشبو سے ساری فضا معطر تھی۔ کہی کہی مومی شمعیں بھی جلتی دکھائی دیں رہیں تھیں۔ بیک گراونڈ میں بجتی دھیمے سروں کی موسیقی ہر ایک کو مسرور کیے دیتی تھی۔ سلمان دوسری طرف کھانے کے انتظامات دیکھنے گیا تھا جبکہ لان کے بیچ و بیچ کھڑی وہ چاروں اطراف کا جائزہ لے رہی تھی۔

نیلم بدستور جواد سے کسی بات پہ خفا تھی جبکہ جواد اس کو منانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ کبھی کان پکڑ کر معافی مانگتا اور کبھی پاس لگے پھولوں کے گلدستے سے ایک تازہ گلاب کی کلی پیش کرتا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے مکمل دکھائی دیتے تھے کسی تیسرے کی تو اس منظر میں گنجائش ہی نا تھی۔

کچھ فاصلے پہ کھڑے زرغون اور شرجیل۔ نجانے کون کون سے قصے کہانیاں تھیں جو وہ شرجیل کو سنا رہی تھی۔ دنیا و مافیا سے بے خبر شرجیل بس اسے ہی سن رہا تھا۔ مکمل مطمئین اور خوش۔ ماشاءاللہ۔ ولیہ نے دل ہی دل میں ان کی جوڑی کی سلامتی کی دعا کی تھی۔

سارہ کے چہرے پہ کھلتے گلابی رنگ وہ دور سے ہی دیکھ سکتی تھی۔ یقیناً شاہنواز اس کی تعریف میں مشغول تھا۔ شاید اس کی آنکھوں کو گہری جھیل سے تشبیہ دے رہا ہو گا بلکل کسی ناول کے ہیرو کی طرح۔ فائنلی سارہ کو اس کی زندگی کا ہیرو مل ہی گیا تھا۔

اس کی تینوں دوستیں اپنے اپنے ہم سفر کے ہمراہ اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو چکیں تھیں۔ جن کا ایک دوسرے کے بغیر ایک پل بھی نہیں گزرتا تھا وہ آج ایک دوسرے کی موجودگی سے بھی کس قدر غافل تھیں۔ انہی دوستوں کے سہارے وہ اپنی تنہائی

باٹنی آئی تھی مگر آج۔۔۔۔آج اسے لگتا تھا کہ ایک بار پھر تنہا ہو گئی ہے۔اسے تنہائی سے وحشت ہو رہی تھی۔ بلکل ویسے ہی جیسے بچپن میں ہوا کرتی تھی۔اسے تنہا کمرے سے ڈر لگتا تھا مگر پرواہ کسے تھی۔ کون تھا جو چار سالہ بچی سے یہ پوچھتا کہ کیا تم پر سکون نیند سوئیں؟ وہاں تو کوئی ایسا بھی نہیں تھا جو اس پہر دیکھتا کہ بچی سوئی بھی ہے یا نہیں۔

وہ پھر سے تنہا تھی ایک بار پھر سے۔وہی تنہائی جو بچپن میں اس کے وجود میں ڈیرے ڈال کر بیٹھ گئیں تھی۔ جس کی وحشتیں اس کے اعصاب پہ سوار رہتی تھی۔جب وہ ان تینوں سے ملی تھی تو تنہائی کی وحشت کے بت کو دل سے نکال کر اپنی ذات سے کوسوں دور پھینک آئی تھی۔آج وہ بت اس سے چند فاصلے پہ تھا۔دوبارہ اس کے وجود میں داخل ہونے کو تیار۔اس پہ ہنستے ہوئے۔قریب تھا کہ اس کے قہقے ولیہ کے کان کے پردے پھاڑ دیتے۔

مجھے زندگی میں سب سے حسین چودھویں کا چاند لگا کرتا تھا۔اندھیری رات میں پورے آسمان پہ سب سے روشن اور سب سے نمایاں۔ نظر ہٹتی ہی نہیں تھی اور میں پہروں اسے دیکھا کرتا تھا۔جانتی ہو تم اس چاند سے بھی کہی زیادہ حسین ہو۔" ولیہ نے مڑ کر دیکھا تھا اس کی تنہائی کا ساتھی اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائے کھڑا تھا۔

کچھ رنگ زندگی کے

از: بنت سید ادب کے لکھاری

ایک خوبصورت سی مسکراہٹ خود بخود اس کے چہرے پہ پھیل گئ تھی۔ تنہائیوں کی وحشتیں اور رتجگیں مایوس سے ایک کونے میں کھڑے تھے۔ وہ اس کے ارد گرد کہی نہیں تھے۔ ان کا خوف دل سے کب مٹا اسے احساس تک نا ہوا تھا۔ ولیہ نے اپنا ہاتھ سلمان کے مضبوط ہاتھوں میں دیا تھا۔ اس کی تنہائیوں کا ساتھی وہ کیسے اس سے منہ موڑ سکتی تھی۔ وہی تو تھا جو اس لمحے اس کے ساتھ تھا۔ ہاتھوں میں ہاتھ تھامے ایک دوسرے کی ہمراہی میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے وہ تنہائیوں کی وحشتوں سے دور جا رہے تھے۔ دنیا و مافیا سے بے خبر باتوں میں مگن۔ ان کے قہقے تنہائیوں کے بت میں شگاف ڈالتے جا رہے تھے۔ بت نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا تھا۔ خوش، مکمل اور مطمئین۔ کسی تیسرے کی گنجائش ہی نا تھی۔

ختم شد۔

*** تحریر بنت سید